ہمارے اردگرد ایسے واقعات، کہانیاں اور حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں جو ہمیں خوابِ غفلت سے بیدار کرتے ہیں۔

کاش ہم ان سے عبرت حاصل کریں

مکافاتِ عمل

"جیسا کرو گے ویسا بھرو گے"

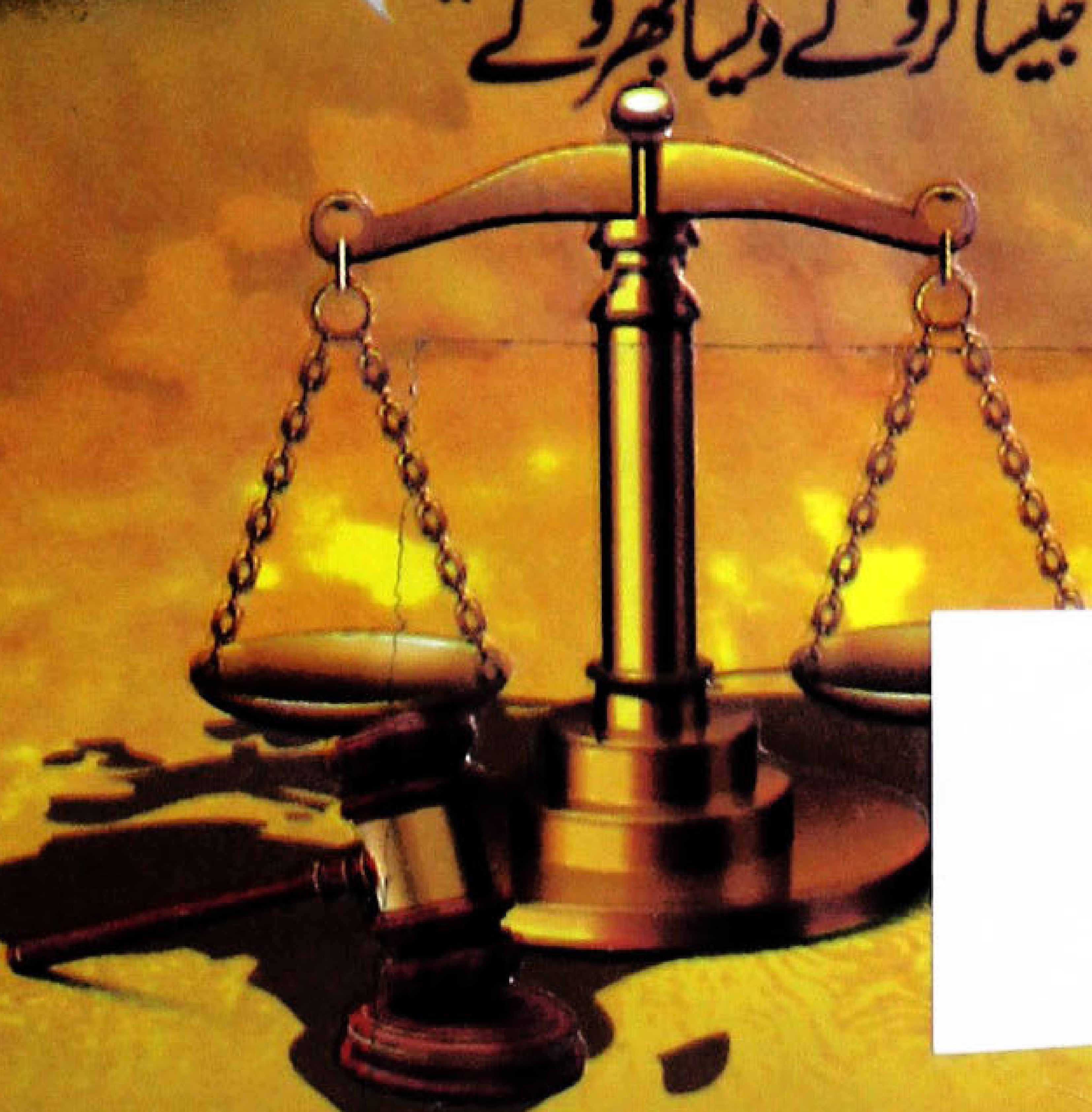

فضیلۃ الشیخ مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی، لندن

چیئرمین ثمر ٹرسٹ، برطانیہ

مکتبہ بیت السلام

لاہور/ ریاض

Marfat.com

ہمارے ارد گرد ایسے واقعات، کہانیاں اور حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں جو ہمیں خوابِ غفلت سے بیدار کرتے ہیں۔

کاش ہم ان سے عبرت حاصل کریں

مکافاتِ عمل

"جیسا کرو گے ویسا بھرو گے"

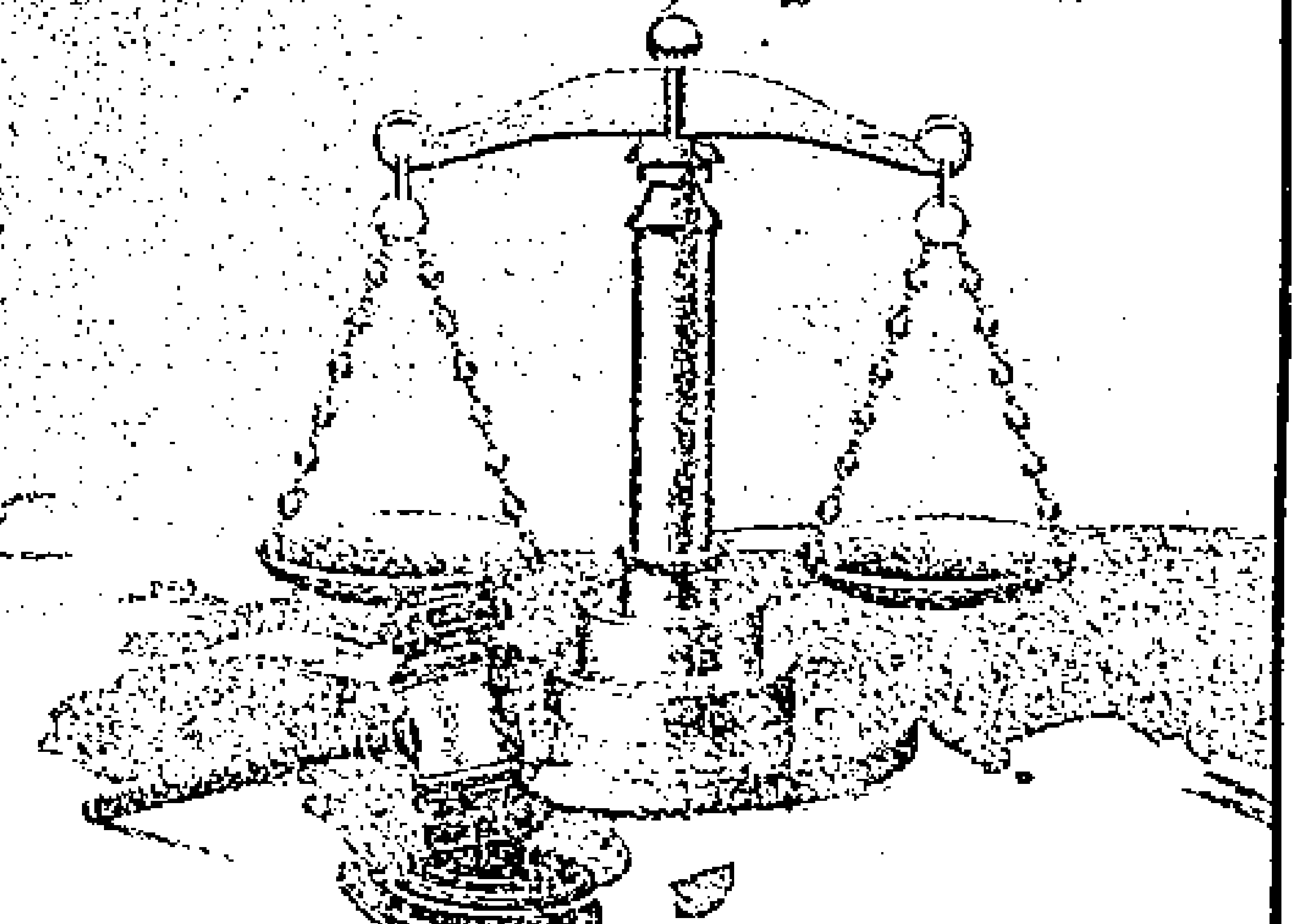

فضیلۃ الشیخ مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی، لندن

چیئرمین ثمر ٹرسٹ، برطانیہ

مکتبہ بیت السلام

لاہور ۔ رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور (ریاض)

Tel: 042-37361371, Mob: 0321-9350001

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب وسنت کی اشاعت کا معیاری ادارہ

اشاعت .... اگست 2015ء

مکتبہ بیت السلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا معیاری ادارہ

ریاض
Tel: +966114381155 - +966114381122 Fax: +966114385991
Mob: +966542666646,+966566661236,+966532666640

لاہور
Email: bait.us.salam1@gmail.com
Fb:Baitussalam book store
Tel: 042-37361371
Mob: 0321-9350001
0320-6666123
رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

فہرست

❀عرضِ ناشر	14
❀تعارف مولف	15
❀تعارف ثمر ٹرسٹ	17
❀عرضِ مولف	19
(1) باب جزائے اعمال	22
❀جزائے اعمال کے سلسلے میں قرآنی آیات	26
❀اعمال ضائع نہیں ہوتے	28
(2) باب نیکوں کی اولاد	31
❀حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ نے صلہ دیا	31
❀حضرت لقمان علیہ السلام کو یہ مقام کیسے ملا؟	35
⊙ عقائد کی درستگی	37
⊙ اصلاحِ عمل	37
⊙ اصلاحِ خلق	38
⊙ آدابِ معاشرت	38
❀اگر نیت اچھی ہو تو غیبی مدد آجاتی ہے	39

Marfat.com

❀ اچھی نیت کی برکت 41

3 باب نیکی کے اثرات.... اولاد کی زندگی پر 42

❀ مقروضوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا 42

❀ نارتھ یارکشائر میں 15 سال 44

❀ قبر سے خوشبو آنے لگی 47

❀ نیکی کا بدلہ 50

❀ قناعت پسندی کا صلہ 52

❀ آپ اتنے پیسے کیوں نہیں لیتے؟ 55

❀ توحید وسنت کی دعوت دینے کا صلہ 57

❀ نیکی کا صلہ.... نیک اولاد کی صورت میں 61

❀ دو تولے سونا دینے کا صلہ 63

❀ دیانت دار، ایمان دار نوجوان 65

❀ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرنے کا صلہ 67

❀ مال و دولت سے بے رغبتی کا واقعہ 69

❀ نماز میں سستی نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کیا صلہ دیا؟ 71

❀ رزقِ حلال کی برکت 74

❀ دیانت دار ٹیکسی ڈرائیور 76

4 باب برائی کے اثرات اور اس کا انجام 78

❀ اپنی حقیقت کو نہ بھولیں 78

Marfat.com

❀ اَن پڑھ خاندان	82
❀ بے جاسختی کا نتیجہ	86
❀ پکوڑے بیچنے لگے	90
❀ زمیندار اپنی زمین میں گوڈی کرنے لگا	92
❀ ظلم اور بے حیائی کی سزا	95
❀ بدعمل پیر کا انجام	97
❀ تکبر کی سزا	99
❀ بچیوں کے ساتھ بے انصافی کا واقعہ	102
❀ غیر اسلامی حرکتوں کا وبال	105
❀ بے دین آدمی کو سزا کیسے ملی؟	108
❀ دینی تعلیم کے خلاف ہوں	110
❀ برادرانِ یوسف کے کردار سے صدا آتی ہے	113
❀ بندوق واپس کرنے کا صلہ	114
❀ بددیانت کا انجام	116
❀ ایک منکرِ حدیث کا انجام	119
❀ مانگنے کی عادت پڑ جائے تو جاتی نہیں	124
❀ دھوکا دہی کی سزا	126
❀ ناجائز کمائی کے اثرات	128
باب 5 والدین کا مقام....قرآن وسنت کی روشنی میں	131
❀ ماں کی خدمت کا صلہ	132

Marfat.com

❀اولاد کی اچھی تربیت کرنے کا صلہ	134
❀ماں باپ کو حج کرانے کا انعام	137
❀ماں کی دعا سے بیڑیاں ٹوٹ گئیں	139
❀اویس قرنی رحمۃ اللہ والدہ کی خدمت کرتا رہا	141
❀ماں کے احترام کا صلہ	143
❀والدین کی خدمت کرنے سے چٹان ہٹ گئی	145
❀والدین کی خدمت کا صلہ	150
❀ماں کی عزت وتوقیر کا واقعہ	152
باب 6 والدین کی نافرمانی کے واقعات واثرات	155
❀ماں کی بدزبانی کے اثرات اولاد پر	155
❀بچہ آدھی چادر کاٹ کر لایا	158
❀جب چڑیاں چک گئیں کھیت	159
❀لالچی اولاد کی بدنامی	162
❀والدین کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنا	165
❀والدہ کی بددعا	168
❀والدین کی نافرمانی کی سزا	171
❀جو خدمت نہیں کرتا، اس کی خدمت نہیں کی جاتی	173
❀باپ سے بدسلوکی کا بھیانک انجام	178
باب 7 علمائے دین انبیائے کرام کے وارث ہیں	180
❀یورپ کے علامہ	180

Marfat.com

❀ واقعی یہ اللہ کے ولی ہیں	182
❀ ائمہ کرام کا احترام	185
⊙ پہلا واقعہ	186
⊙ دوسرا واقعہ	186
⊙ تیسرا واقعہ	188
⊙ چوتھا واقعہ	189
❀ دعوت و تبلیغ میں اللہ تعالیٰ نے کیسے برکت ڈالی؟	190
❀ تہجد کے اثرات	192
❀ امام صاحب کی بے عزتی کرنے کا انجام	194
باب 8 بدعمل علما	198
❀ سید بادشاہ کا انجام	201
❀ پرجوش مقرر کی زبان میں لکنت	203
❀ فسادی مولوی کا انجام	205
❀ مذہبی راہنما یورپ کیسے بھاگ گئے؟	207
❀ دینی فیکٹریاں	212
باب 9 ظلم اور ظالمین کی مذمت.... قرآنِ مجید میں	215
❀ ظالم کا عبرت ناک انجام	216
❀ ظالم کا انجام	217
❀ چاہ کن را چاہ در پیش	219

Marfat.com

❀ ظلم کا بدلہ	221
❀ عورت پر جھوٹا الزام لگانے کی سزا	224
❀ مظلوم کی آہ سے بچو	226
❀ ایک مظلوم بیوہ کی فریاد	228
❀ ظلم کا بدلہ کیسے ملا؟	231
❀ انجام برا ہوا	233
❀ ظلم کی سزا	235
❀ کون کہتا ہے کہ خدا نہیں ہے؟	237
❀ خاندان کے اکثر افراد قتل ہو گئے	240
❀ دیندار ڈاکوؤں کا انجام	243
❀ حافظ گروپ	245
❀ چوروں کی نانی کا ظلم	246
❀ نیک لوگوں کو گالیاں دینے کا انجام	249
❀ مظلوم کی بد دعا	251
❀ بہن کو شک کی بنا پر قتل کر دیا	253
❀ لالچ سے رشتے ٹوٹے	255
❀ ظالم بھی آگ میں جل گیا	258
❀ ظالم بے نقاب ہو گئے	260
باب 10 رشوت کی مذمت....قرآن وسنت کی روشنی میں	264
❀ رشوت خور قاضی کا انجام	265

Marfat.com

❀ رشوت خور ذہنی توازن کھو بیٹھا	266
❀ قبرستان کے درخت بیچ کر کھا لیے	269
❀ ٹانگ میں گولی لگ گئی	271
❀ رشوت خور پولیس افسر	273
باب 11 فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں	275
❀ معیار دین داری نہیں تھا	275
❀ شادیاں ہیں یا فلم کی شوٹنگ؟	278
❀ سونے چاندی کے گلاس میں دودھ پلائی	280
❀ چند شادیوں کا حال	282
❀ ایسی شادی کوئی کر کے تو دکھائے	285
باب 12 بے حیائی کی مذمت.....اسلام کی روشنی میں	287
❀ چند سینما مالکان اور اداکاروں کے حالات	287
❀ سید فیملی کا بے حیائی پھیلانے میں کردار	291
❀ بے حیائی کرنے کا نتیجہ	294

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

دینِ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ہی حقوق العباد ادا کرنے کی بھی مکمل تاکید کی گئی ہے۔ لوگوں کے باہم حقوق ادا کرنے میں کوتاہی اور غفلت اتنا سنگین معاملہ ہے کہ وہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک حق دار کو اس کا حق واپس نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح کسی انسان پر ظلم و تعدی اور اس کے حقوق پر ڈاکا زنی، خیانت، دھوکا دہی اور فریب کاری بھی کبائر میں شمار ہوتے ہیں، جو محض توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوتے، بلکہ انھیں ادا کرنے اور ان سے خلاصی کروانے کے بعد بھی بارگاہِ الٰہی میں معافی ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم اور زیادتی کرتا ہے نہ اسے پسند ہی کرتا ہے اور اگر کوئی شخص اس معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت میں اس کے سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بسا اوقات دنیا ہی میں اس کو ایسا بدلہ ملتا ہے جو اس کے اپنے اور دوسروں کے لیے نمونۂ عبرت بن جاتا ہے۔

عموماً ہم دنیا میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ جو جس طرح کے ظلم اور زیادتی کا ارتکاب کرتا ہے بعینہٖ اسی طرح کی سزا اور جزا اس کو مل جاتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں بھی مولف محترم نے لوگوں کی راہنمائی کے لیے اسی نوعیت کے دلچسپ واقعات کو بارہ ابواب میں ذکر کیا ہے، جن میں ایسے ظالموں کی

Marfat.com

نمونۂ عبرت سزا کا تذکرہ بھی ہے اور پڑھنے والوں کے لیے باعثِ نصیحت بھی۔

اس کتاب میں جزائے اعمال، نیکوں کی اولاد، نیکی اور برائی کے اثرات، والدین کا مقام اور ان کی نافرمانی کا انجام، علما کا مقام اور بدعمل علما کا انجام، ظلم اور رشوت کی مذمت وغیرہ عناوین کے تحت انتہائی لرزہ خیز اور نصیحت آموز واقعات ذکر کیے گئے ہیں جو یقیناً پڑھنے والوں کے لیے عبرت و موعظت کا سبب بنیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسے اعمال اور ان کے بد انجام سے محفوظ فرمائے اور تمام بھائیوں کو ان واقعات سے سبق لینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آخر میں مَیں اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں جس نے ہمیں یہ بیش قیمت پند و نصائح پر مبنی علمی تحفہ پیش کرنے کی سعادت بخشی اور اس کے بعد مولفِ محترم فضیلۃ الشیخ مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی حفظہ اللہ کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے ان سلگتے موضوعات پر قلم اٹھایا اور حقیقت پر مبنی نصیحت آموز واقعات انتہائی خوبصورت ترتیب کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے اس خدمت کو توشہ آخرت بنائے اور ہمیں مزید اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

ابو میمون حافظ عابد الٰہی ظہیر (ایم۔اے)

مدیر

مکتبہ بیت السلام لاہور۔ ریاض

Marfat.com

تعارف مولف

نام: ثناء اللہ

ولدیت: غلام محمد

تاریخ پیدائش: 01-01-1948

تعلیمی قابلیت: فاضلِ عربی، درسِ نظامی، فاضل وفاق المدارس السّلفیہ
(مساوی ایم اے عربی اسلامیات)
ام۔او۔ای۔، ٹی ڈپلومہ ان اسلامک لاء
ریفریشر کورس پاک آرمی دینی تعلیمات
بی۔اے پنجاب یونیورسٹی، لاہور

سیالکوٹ کے گاؤں لدھڑ میں راجپوت گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب ہندوستان (گورداسپور) سے ہجرت کر کے آئے، وہ بڑے مذہبی آدمی تھے۔ زمیندارہ کرتے تھے اور ساتھ ساتھ امامت و خطابت بھی مفت کرتے تھے۔ اپنے لڑکوں میں انھوں نے دینی تعلیم کے لیے ثناء اللہ کا انتخاب کیا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے متاثر تھے، انھوں نے ان کے نام پر ان کا نام رکھا۔

دینی تعلیم کے لیے سیالکوٹ، گوجرانوالا، فیصل آباد گئے۔ فاضلِ عربی کرنے کے بعد ایک سال فوج میں بطورِ خطیب رہے۔ پھر مختلف ہائی سکولز میں عربی ٹیچر رہے۔ مختلف امتحانات بھی پاس کیے۔ دینی تعلیم کے دوران جامعہ

Marfat.com

اسلامیہ گوجرانوالا میں مشفق ساتھی مولانا محمود میر پوری سے تعارف ہوا، ان کے اصرار پر برطانیہ چلے آئے۔ دعوت و تبلیغ کے علاوہ تصنیف و تالیف بھی کرتے رہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، چند نئی کتابوں کے مسودات تیار ہیں۔ ماہنامہ ''صراطِ مستقیم'' میں ''تلخ و شیریں'' کے نام سے کالم بھی لکھتے رہے، تین دفعہ جماعت اہلِ حدیث برطانیہ کے امیر منتخب ہوئے۔

دعوت و تبلیغ اور فلاحی کاموں کے سلسلے میں کئی ممالک کا سفر کیا۔ مختلف فلاحی تنظیموں کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے۔ جن میں مشہور ''اسلامک ریلیف'' ہے۔ اس تجربے کی بنا پر اب انھوں نے اپنے لڑکوں کے ساتھ مل کر فلاحی کام شروع کیے ہیں۔ ثمر ٹرسٹ ان کی نگرانی میں قائم ہو چکا ہے، جس کے تحت ڈسپنسری، افطاری کا انتظام کرنا، عید کے موقع پر عید گفٹ، ایمبولینس کا انتظام، عورتوں کے لیے سلائی مشینیں، مساجد کی تعمیر جیسے کام چل رہے ہیں۔ اب ایک ہسپتال کا منصوبہ ہے۔ یہ تمام کام ثمر ٹرسٹ کے ذریعے ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

تعارف ثمر ٹرسٹ

حاجت مندوں، بے نواؤں، مہمانوں، مسافروں کی خدمت کرنا انبیاے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماے حق کا شیوہ رہا ہے۔ والدِ محترم حاجی غلام محمد جب ہندوستان (گورداسپور) سے ہجرت کر کے سیالکوٹ (لدھڑ) اپنی فیملی کے ساتھ تشریف لائے، اپنا زمیندارہ کرنے کے ساتھ امامت و خطابت مفت کرتے تھے۔ سفید پوش ہونے کے باوجود اپنی طاقت کے مطابق فلاحی کاموں میں نہ صرف خود حصہ لیتے، بلکہ دوسروں کو بھی ترغیب دلاتے تھے۔ جب بھی کوئی مسافر اور مہمان مسجد میں آتا، اسے کھانا کھلاتے اور اس کی رہایش کا انتظام کرتے۔ والد صاحب سے یہ چیزیں ہمیں ورثے میں ملیں۔ والد صاحب کی وفات کے بعد اپنی طاقت کے مطابق اس کام کو جاری رکھا۔

جب برطانیہ آنے کا موقع ملا، پھر جماعت کی امارت کی ذمے داری ڈالی گئی، مختلف ممالک میں فلاحی کاموں کے لیے جانا پڑا۔ سونامی کے موقع پر سری لنکا، مالدیپ جانا ہوا۔ کشمیر میں زلزلہ آیا وہاں بھی گئے، مختلف تنظیموں کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع ملا، جن میں مشہور اسلامک ریلیف ہے۔

جب جماعتی ذمے داریوں سے سبکدوش ہوئے، اپنے لڑکوں کے ساتھ مل کر ہم نے ثمر ٹرسٹ 2011ء میں قائم کیا۔ پاکستان میں جو فلاحی کام کرتے تھے، ان میں افطاری کا انتظام، فری ڈسپنسری، ایمبولینس، مختلف مقامات پر پانی کا

Marfat.com

انتظام کرنا، سلائی مشین سکول قائم کرنا، عید گفٹ، قربانیوں کا انتظام، جامع مسجد کی تعمیر وغیرہ۔ یہ سارے کام ٹرسٹ کے تحت کر دیے۔ تمام لڑکے اب باروزگار ہیں۔ ضیاء اللہ الیکٹرک انجینئر ہے۔ سمیع اللہ کاروباری ہے، مطیع اللہ، کلیم اللہ، ذبیح اللہ تینوں ڈاکٹرز ہیں، اپنی ملازمتیں کر رہے ہیں۔ انھیں ترغیب دلائی کہ پاکستان خصوصاً اپنے علاقے کا ہم پر کچھ حق ہے، وہاں کوئی بڑا کام کیا جائے۔ پھر ہسپتال کا منصوبہ بنایا، اس سلسلے میں 11 کنال 6 مرلے جگہ سیالکوٹ ایمن آباد روڈ پر لدھڑ چوک کے قریب خریدی گئی۔

وفاقی اور صوبائی حکومت سے ٹرسٹ کی اجازت مل گئی، اب نقشہ جات، ہسپتال کی منظوری اور فنڈز اکٹھے کرنے کے لیے کام ہو رہا ہے۔ پاکستان میں تمام کاموں کے انچارج سمیع اللہ ہیں۔ عارضی دفتر لدھڑ میں قائم ہو چکا ہے۔ زمین کے اردگرد چار دیواری قائم ہو چکی ہے، سائن بورڈ لگ چکا ہے۔

زمین کے سلسلے میں ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لینڈ مافیا نے قبضہ کرنے کی کوشش کی، اللہ کا فضل ہے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف، مقامی انتظامیہ، مقامی ایم این اے جناب اختر سبحانی کی دل چسپی سے ہم کامیاب ہو گئے۔

برطانیہ سے پاکستان کے بارے درد رکھنے والے جناب نذیر احمد صاحب و دیگر احباب نے ہمارے ساتھ بڑا تعاون کیا۔ اسی طرح پاکستان میں اپنے عزیز و اقارب نے ہر طرح کا تعاون کیا، ہم ان تمام کے تہہ دل سے شکرگزار ہیں۔

ارادے نیک ہوں، مقاصد اچھے ہوں، نیتوں میں خلوص ہو، کام کا جذبہ ہو، پاکستان سے محبت ہو، اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں اور اسباب بھی مہیا کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

عرضِ مولف

قصہ گوئی کا تعلق انسان کے ساتھ بڑا پرانا ہے۔ واقعات اور کہانیوں سے بات جلدی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ عربوں کے ہاں بھی یہ قدیمی رواج تھا۔ وہ سابقہ قوموں کے صحیح واقعات کی تصویر کشی کرتے، اپنے بہادروں، اپنے ہیروز کے واقعات مختلف انداز میں بیان کرتے، جس میں رنگ آمیزی اور مبالغہ بھی ہوتا تھا۔

قرآن و حدیث میں بھی جو واقعات بیان کیے گئے ہیں، وہ محض عبرت کے لیے ہیں۔ کاش! ہم ان واقعات کو پڑھ کر عبرت حاصل کریں۔ ہمارے اردگرد بھی ایسی کہانیاں موجود ہیں، جنھیں ہم نظر انداز کر دیتے ہیں، حالاں کہ اس میں ہماری ہدایت، عبرت، راہنمائی اور موعظت کے لیے بڑا اثر ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے شریعت کے مطابق زندگی گزارنے والوں پر ظلم اور زیادتی کی، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، جنھوں نے فحاشی اور بے حیائی پھیلائی، انھیں کن حالات کا سامنا کرنا پڑا، اس کے اثرات ان کے گھر والوں پر کیسے مرتب ہوئے؟ انھیں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

ہم نے اس کتاب میں جو واقعات بیان کیے ہیں، وہ اکثر سچے ہیں۔ مقصد ان کے بیان کرنے سے نہ کسی کی توہین ہے نہ تضحیک۔ جہاں ضروری ہوا، ان کے نام اور مقامات تبدیل کر دیے ہیں، تا کہ کسی کو غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ تاہم اگر کسی پر وہ واقعہ چسپاں ہوتا ہے تو وہ اپنی اصلاح کرنے کی طرف توجہ دے۔

Marfat.com

کئی واقعات ایسے ہیں جن سے نیکی اور بھلائی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، ان کے نام ہم نے ظاہر بھی کر دیے ہیں، تاکہ ان کی پیروی کریں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

کچھ واقعات قرآنِ مجید اور کچھ احادیث سے لیے ہیں۔ کچھ دیگر کتب سے نقل کیے ہیں جن کے حوالے بھی ہم نے دے دیے ہیں۔

ان واقعات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے، دنیا میں بھی اچھائی اور برائی کا اثر ہوتا ہے، بلکہ اس کا نتیجہ مل جاتا ہے۔ آخرت کے اندر تو جزا و سزا ہے، اسی لیے اسے "یوم الدین" کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اچھائی اور بھلائی کرنے والوں کی مدد کرتا ہے، ان کی عزت و توقیر میں اضافہ کرتا ہے، جو غلط کام کرتے ہیں انھیں دنیا میں ذلیل و خوار کرتا ہے، خواہ کتنے با اثر کیوں نہ ہوں، جب اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آتے ہیں تو پھر نکل نہیں سکتے، وہ جال میں پھنس جاتے ہیں، پھڑ پھڑانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر کر کچھ نہیں سکتے۔

ہمارا ایمان ہے، آدمی جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سوچنے، سمجھنے، عبرت حاصل کرنے کی توفیق دے۔

اپنے لڑکوں کا اگر شکریہ نہ ادا کروں تو بخیلی ہوگی، خصوصاً کتابوں کے چھپوانے میں عزیزم سمیع اللہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا صلہ اسے دنیا اور آخرت میں دے۔

اللہ اپنے پیغمبر کو بھی فرماتے ہیں:

﴿وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ

Marfat.com

ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ [الأعراف: ١٧٦]

''اور اگر ہم چاہتے تو ان (آیتوں) کے ذریعے سے اسے بلند درجہ دیتے، لیکن وہ زمین کی طرف جھک پڑا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا، چنانچہ اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو بھی ہانپتا ہے اور اگر تو اسے چھوڑ دے تو بھی ہانپتا ہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، چنانچہ (اے نبی!) آپ (یہود سے) یہ قصہ بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

ثناء اللہ سیالکوٹی

چیئر مین ثمر ٹرسٹ، برطانیہ۔ پاکستان

19-03-2014

Marfat.com

باب ۱

جزاے اعمال

(نیکی اور بدی، اچھائی اور برائی، جو بھی کی جاتی ہے، اس کا بدلہ انسان کو ضرور ملے گا۔ آخرت میں تو ملتا ہے، خصوصاً برائی کرنے والے کو اس کی سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے، کسی نہ کسی شکل میں اس کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں، بیماری کی شکل میں، لڑائی جھگڑا کرنے، اولاد کے نافرمان ہونے، مقدمات میں ملوث ہونے، گھر میں خاندان میں نااتفاقی کی صورت میں، کاروبار میں نقصان ہونے کے لحاظ سے، قدرت کا کوڑا اسے ضرور اپنی گرفت میں لیتا ہے، وہ اس کی وجوہات دوسری چیزوں میں دیکھتا ہے، حالاں کہ اس کی بداعمالیاں ہی اس کا سبب ہیں۔

میں اگر سوختہ سامان ہوں تو یہ روزِ سیاہ
خود دکھایا ہے مرے گھر کے چراغاں نے مجھے

اچھائی اور برائی اپنے اثرات بھی چھوڑتی ہیں، نیکی اور بدی کرنے والے کے گھر، اولاد کو دیکھ کر معلوم ہو سکتا ہے، یہ اس کے والدین یا گھر کے کس فرد کے کام کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔)

اس کے اثرات ختم نہیں ہوتے، حتیٰ کہ نیکی کرنے والے کے اثرات نہ صرف اس مقام پر، بلکہ فضا میں بھی ہوتے ہیں۔ جس جگہ اذان کی آواز جاتی

Marfat.com

ہے، وہ زمین بھی اس موذن کے لیے گواہی دے گی۔ جس جگہ پر سجدہ کیا جاتا ہے، وہ جگہ بھی گواہی دے گی، اسی طرح نیکی کرنے والے کے گھر، جسم، اولاد پر بھی اس کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ کاش کوئی دیکھنے والا ہو!

بعینہٖ برائی کرنے والے کے اثرات اس کے جسم، اس کے گھر، اس کی اولاد، بلکہ اس زمین پر بھی ہوتے ہیں جہاں وہ چلتا پھرتا ہے، جہاں وہ ظلم و زیادتی کرتا ہے۔ یہ مقامات اس کے خلاف گواہی دیں گے، بلکہ انسان کے اعضا اس کے خلاف گواہی دیں گے، ہم سے یہ برائیاں کرتا رہا ہے۔ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ تمام کا تمام محفوظ ہے۔ ہر ایک کے جسم میں چپ لگا دی گئی ہے، جو اس کا تمام ریکارڈ محفوظ رکھے ہوئے ہے۔ قیامت کے دن وہ سارا ریکارڈ سامنے کر دیا جائے گا۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ [یٰسٓ: ۱۲]

”بلاشبہہ ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور جو اعمال وہ آگے بھیج چکے ہیں، انھیں ہم لکھ رہے ہیں اور ان کے آثار ”نشاناتِ قدم“ کو بھی، اور ہم نے ہر شے کو واضح کتاب میں محفوظ کر رکھا ہے۔“

اس آیت کے تحت علامہ ابن کثیر نے جو تحریر فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایے:

”اور ہم لکھ رہے جو کچھ وہ آگے بھیج چکے ہیں اور ان کے آثار ”نشاناتِ قدم“ کو بھی، یعنی ہم ان کے اعمال کو بھی لکھ لیتے ہیں، جو انھوں نے خود سر انجام دیے اور ان کے ان نشانات کو بھی جو انھوں نے اپنے بعد پیچھے چھوڑے۔ ہم انھیں ان کا بدلہ دیں گے۔ اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ اور اگر برے ہوئے تو برا بدلہ۔ جیسا

Marfat.com

کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اسی کے مطابق عمل کریں گے، لیکن عمل کرنے والوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا تو اسے اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جو اس کے بعد اس کے مطابق عمل کریں گے، لیکن ان کے گناہ میں کمی نہیں کی جائے گی۔''

امام مسلم نے انھیں کئی طریقوں سے بیان کیا ہے:

''﴿وَ اٰثَارَهُمْ﴾ سے مراد قدموں کے نشانات ہیں، یہ نشانات محفوظ کر لیے جاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اٹھایا یا اس کی نافرمانی میں، کوشش ہونی چاہیے کہ قدم اللہ کی اطاعت میں لکھا جائے۔''[1]

امام احمد نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

''مسجد نبوی ﷺ کے اردگرد کے کچھ علاقے خالی ہوئے تو بنو سلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ وہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

''مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارا ارادہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنو سلمہ! تم اپنے گھروں میں ہی رہو، تمھارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں، تم اپنے گھروں ہی

[1] تفسیر ابن کثیر (۹۸/۵) (اردو دار السلام)

Marfat.com

میں رہو! تمھارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔‘‘[1]

امام احمد نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مدینے میں ایک شخص فوت ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا:

’’کاش! یہ اپنی جائے پیدایش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا۔‘‘ ایک آدمی نے عرض کی: کیوں اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب اپنی جائے پیدایش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا ہے تو جنت میں اس کی جائے پیدایش سے لے کر اس کے قدم کے آخری نشان تک کی جگہ کی پیمایش کی جاتی ہے۔‘‘[2]

اسی آیت کے تحت ’’تفہیم القرآن‘‘ میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے، وہ بھی ملاحظہ کریں:

’’اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا نامہ اعمال تین قسم کے اندراجات پر مشتمل ہے: ایک یہ کہ ہر شخص جو کچھ بھی، اچھا ہو یا برا، عمل کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے۔ دوسرے اپنے گرد و پیش کی اشیا اور خود اپنے جسم کے اعضا پر جو نقوش بھی انسان مرتسم کرتا ہے، وہ سب کے سب ثبت ہو جاتے ہیں اور اس کے اپنے خیالات اور نیتوں اور ارادوں کی پوری داستان اس کی لوحِ ذہن پر لکھی نظر آئے گی اور اس کے ایک ایک اچھے اور برے فعل اور اس کی تمام حرکات و سکنات کی تصویریں سامنے آجائیں گی۔

[1] مسند أحمد (۳ / ۳۳۲، ۳۳۳)

[2] مسند أحمد (۲/ ۱۷۷)

Marfat.com

"تیسرے اپنے مرنے کے بعد اپنی آیندہ نسل پر اپنے پورے معاشرے اور پوری انسانیت پر اپنے اچھے اور برے اعمال کے جو اثرات وہ چھوڑ گیا ہے، وہ جس وقت تک اور جہاں جہاں تک کارفرما رہیں گے، وہ سب اس حساب میں لکھے جاتے رہیں گے۔ اپنی اولاد کو جو بھی ہو اچھی یا بری تربیت اس نے دی ہے، اپنے معاشرے میں جو بھلائیاں یا برائیاں بھی اس نے پھیلائی ہیں اور انسانیت کے حق میں جو پھول کانٹے وہ بو گیا ہے، ان سب کا پورا ریکارڈ کیا جاتا رہے گا، جب تک اس کی لگائی ہوئی یہ فصل دنیا میں اچھے یا برے پھل لاتی رہے گی۔"[1]

جزائے اعمال کے سلسلے میں قرآنی آیات

(1) ﴿وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ [الكهف: ٤٩]

"اور (ہر ایک کا) اعمال نامہ (سامنے) رکھ دیا جائے گا، پھر آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس کے مندرجات (تحریر) سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی! کیسا ہے یہ اعمال نامہ جو نہیں چھوڑ رہا کسی چھوٹے اور نہ بڑے (عمل) کو مگر اس نے اسے شمار کر رکھا ہے اور انھوں نے جو عمل کیے تھے حاضر پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔"

[1] تفہیم القرآن (٤/٢٤٨)

Marfat.com

2 ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾
[الطور: ۲۱]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی۔ ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال کا گروی ہے۔''

یہ عام آیت ہے، مومن ہو یا کافر، ہر آدمی اپنے عمل کا گروی ہوگا، اچھا یا برا عمل کرے گا، اس کے مطابق وہ جزا پائے گا۔

اس سے مراد اگر نیک آدمی کی اولاد بھی نیک ہوگی، ان کی اولاد کو بھی وہی کچھ ملے گا جو ان کو ملا ہے۔ اللہ کے خزانے میں کمی نہیں ہے کہ وہ کسی کی جزا کو کم کرے۔

3 ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾ [المدثر: ۳۸]

''ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے۔''

اگر نیک ہے تو اس کے عمل کی اچھی جزا ملے گی، اگر برا ہے تو اس کا عمل اسے ہلاک کر دے گا۔

4 ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [التحریم: ۷]

''اے کافرو آج تم عذر بہانے مت کرو، تمھیں صرف تمھارے کرتوت کا بدلہ دیا جائے گا۔''

5 ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ [النجم: ۳۹]

''اور یہ کہ انسان کے لیے بس وہی کچھ ہے جس کی اس نے سعی کی۔''

یعنی انسان جس چیز کے لیے تگ و دو، دوڑ دھوپ کرتا ہے، اس کا صلہ

Marfat.com

ہی اسے ملے گا۔

6 ﴿وَ اتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ [البقرة: ۲۸۱]

''اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص نے جو کچھ کیا ہو گا اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہو گا۔''

7 ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا﴾ [الشورىٰ: ۲۰]

''جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کرتے ہیں اور جو شخص دنیا کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اسے اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اتنا کچھ دیتا ہے جتنی اس کی مشیت اور تقدیر ہوتی ہے۔ دنیا دار کو دنیا مل جاتی ہے۔ آخرت کا ارادہ کرنے والے، اس کے لیے نیکیاں کرنے والے کو اس کی اچھائی کی فصل بونے سے زیادہ دے گا۔

طالب دنیا کو دنیا مل جاتی ہے، جتنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اعمال ضائع نہیں ہوتے

1 ﴿يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [آل عمران: ۱۷۱]

''وہ خوش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا۔''

Marfat.com

2 ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [الأعراف: ٤٢]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے تو ہم کسی شخص کو اس کی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، وہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

برائی کرنے والے جہنم میں اپنے لیے جگہ تیار کر رہے ہیں۔ اچھائی کرنے والے اپنے لیے جنت میں اعلیٰ منازل حاصل کرنے کے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔

3 ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ [الجاثية: ١٥]

''جس نے نیک عمل کیا تو اپنے (فائدے کے) لیے ہی کیا اور جس نے برا کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

اگر کسی نے اچھے اعمال کیے تو وہ اپنی ذات کے لیے ہیں، اگر کوئی برائی کرتا ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا، اس کا بدلہ بھی اسے ملے گا۔

4 ﴿قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَ مَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ﴾ [الأنعام: ١٠٤]

''تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں آ چکی ہیں، چنانچہ جس نے بصیرت سے کام لیا تو اس کے اپنے فائدے کے لیے ہے اور جو اندھا بنا رہا اس کا (وبال) اسی پر ہے اور (کہہ دیجیے) میں تم پر محافظ نہیں ہوں۔''

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ کا کام راہ دکھانا ہے۔ راہ پر چلانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو اچھائی اور برائی کی، نیکی اور بدی کی پہچان کرا دی ہے، آگے یہ کس کو اختیار کرتے ہیں؟ یہ ان کی اپنی مرضی ہے۔

5 ﴿اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَ نَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَ اٰثَارَہُمۡ ؕ وَ کُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ﴾ [یٰس: ۱۲]

"بلاشبہ ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور جو (اعمال) وہ آگے بھیج چکے انھیں ہم لکھ رہے ہیں اور ان کے آثار (نشاناتِ قدم) کو بھی، اور ہم نے ہر شے کو واضح کتاب میں محفوظ کر رکھا ہے۔"

انسان نے جو اعمال اپنی زندگی میں کیے، وہ تمام لکھ لیے جاتے ہیں، جن اعمال کے عملی نمونے وہ دنیا میں چھوڑ گیا تھا، مرنے کے بعد بھی لوگ بجا لاتے ہیں۔ اس کے اثرات کا ثمر اس آدمی کو ملتا ہے جس نے ان اچھے اعمال کا آغاز کیا تھا۔

جس طرح حدیث میں آتا ہے، جس نے اسلام میں کوئی نیک طریقہ جاری کیا، اس کے لیے ان کا اجر بھی ہے اور جو بھی اس کے بعد کرے گا، بغیر اس کے کہ ان میں سے کسی کے اجر میں کمی ہو اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا، اس پر اس کے گناہ کا بھی بوجھ ہوگا اور اس کا بھی جو اس کے بعد کرے گا بغیر اس کے کہ ان میں سے کسی کے بوجھ میں کمی ہو۔[1]

[1] صحیح مسلم کتاب الوصیة.

Marfat.com

باب 2

نیکوں کی اولاد

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ [الطور: ٢١]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، تو ہم ان کی اولاد کو (جنت میں) ان سے ملا دیں گے اور ہم ان کے عمل میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے۔ ہر شخص اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی اولاد کو بھی ان نعمتوں سے نوازتا ہے جن سے ان کو نوازا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اولاد پر آبا کے عملوں کی وجہ سے ہو گا، بشرطیکہ وہ بھی ایمان دار ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ نے صلہ دیا

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو ''احسن القصص'' کہا گیا ہے، یہ سب سے اچھی کہانی ہے۔ ایک بچہ جو والدین کا بڑا چہیتا ہوتا ہے، جسے والد اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں کرتا، اس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ والد

Marfat.com

نے نورِ نبوت کی آنکھ سے تلاش کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے خاص صلاحیتوں سے نوازے گا۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب نے سونے پر سہاگے کا کام دیا، ناز ونعمت میں پلنے والا بچہ، والدین کا نورِ نظر، محبت اور شفقت سے پلنے والا بچہ اچانک اپنے بھائیوں کے جور وظلم کا نشانہ بنتا ہے، اچانک فراق و جدائی کا غم، غلامی کی سختیوں، خرید وفروخت کے کٹھن مرحلات سے گزرنا پڑتا ہے، وہ کنویں میں بھی پریشان نہیں ہوتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت وکردار کا نمونہ ہر جگہ موجود ہے، اگر کسی کی سیرت بے داغ ہو، اس کے راستے میں کامرانیاں حائل نہیں ہوتیں، اس کے راستے میں بیابان اور سمندر رکاوٹ نہیں بن سکتے، اپنے اور بیگانے، افراد اور جماعتیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں، ان کی زندگی کے ہر گوشے میں بلندی اور فتح مندی ہوتی ہے۔ سترہ سال کا لڑکا کیا کچھ ہوتا ہے؟ اپنے ظلم کرتے ہیں، چند سکوں کی خاطر اسے بیچ دیتے ہیں۔ قافلے والے اسے مصر بیچنے کے لیے لے جاتے ہیں۔ عزیزِ مصر اسے خرید لیتا ہے، کنویں سے نکل کر شاہی محل میں چلا جاتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام ہر منزل میں عظیم کردار کا مظاہرہ کرتے ہیں، حالات سے سمجھوتہ کر کے ترقی کی راہیں وہاں سے نکالتے ہیں۔ مصر کے اندر غلاموں کے ساتھ جیسے آقا سلوک کرتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے جانوروں سے بھی بدتر ہوتا تھا، وہاں بھی اپنے کردار وعمل سے اپنا مقام بنا لیتے ہیں۔ وہ اپنی امانت داری، وفاداری، دیانت داری اور امانت شعاری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ عزیرِ مصر کی بیوی اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہتی ہے، حضرت یوسف علیہ السلام اپنی جوانی کے جذبات کو قابو رکھتے ہیں۔

بقول مولانا ابوالکلام آزاد:

Marfat.com

"وہ سمندر کی موجود سے ہراساں نہیں ہوتا، بہاؤ کی چٹانوں سے نہیں گھبراتا، تلواروں کے سائے میں کھیلنے لگتا ہے، نفس کی چھوٹی سی خواہش کے آگے جھک جاتا ہے، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام چٹان کی طرح جم جاتے ہیں، ان پر نفس انسانی کا معمولی سا اثر بھی نہیں ہوتا۔"

پھر یہ ترغیبات وتوجیہات کا موقع آتا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے کردار عفت وطہارت کے سامنے ان کی حیثیت رائی کے دانے برابر بھی نہیں ہوتی۔ شاہی محلات کی سربراہ خود گناہ کی دعوت دیتی ہے۔ وہاں معاذ اللہ کی صدائیں بلند کرتے ہیں، عام طور پر لوگ جیلوں کی تکلیفیں اس لیے جھیلتے ہیں کہ انھوں نے گناہ کیا ہوتا ہے، مگر یہ عجیب قسم کا قیدی ہے، جسے سزا اس لیے دی جا رہی ہے کہ یہ گناہ کیوں نہیں کرتا؟

پھر جیل میں جاتے ہیں، جیل کے قیدیوں کے دل جیت لیتے ہیں، قید خانے کی تاریک کوٹھڑی کے اندر بھی اپنے کردار کی شمع فروزاں کیے ہوئے ہیں۔ جیل کے ساتھی ان کے کردار کی وجہ سے ان سے محبت وعقیدت کرنے لگتے ہیں۔ اپنے خواب ان کے سامنے بیان کرتے ہیں، پھر وہاں جا کر بھی دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھتے ہیں، پھر رہائی کا پروانہ آتا ہے، کہتے ہیں: مجھے اس الزام سے بری کیا جائے، جو میری سیرت کو داغ دار کرتا ہے۔ جب براءت کا پروانہ ملتا ہے، وہ عورتیں اپنی غلطی کا اعتراف کرتی ہیں، پھر نکلتے ہی کہتے ہیں: اب باہر آؤ۔ عزیزِ مصر فوراً انھیں بہت بڑی ذمہ داری سے نوازتا ہے، وہ اسے احسن انداز سے نبھاتے ہیں۔

پھر برادران کا مرحلہ آتا ہے، غلہ تقسیم کرتے ہیں، اپنے فرائضِ منصبی احسن طریقے سے ادا کرتے ہیں، صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں، رحم دلی،

Marfat.com

محبت کا چشمہ ان کے دل سے پھوٹتا ہے، وسعتِ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ والد کو بلا کر ان کی عزت وتکریم کرتے ہیں، ان کے خواب کی تکمیل ہوتی ہے، کوئی اتراتے نہیں، کوئی انتقامی جذبہ نہیں ہے، بلکہ عجز وانکساری کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہیں:

﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِىْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِىْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ﴾

[یوسف: ۱۰۱]

''اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ حکومت دی ہے اور مجھے باتوں (خوابوں) کی تعبیر سکھائی ہے، اے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے۔''

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو ان کی پاکیزہ سیرت، صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنے، حالات کے ساتھ سمجھوتہ کرنے، اپنے کردار کو ہر مقام پر محفوظ رکھنے اور ذمے داری کو نبھانے کا صلہ بڑے اچھے انداز میں دیا ہے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک گوشہ مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اچھے اعمال کرنے کا سب سے اچھا ثمر ہے جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اگر انہی صفات کو کوئی اپنانے کی کوشش کرے تو اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتی، وہ پہاڑوں، دریاؤں، جنگلوں کو اخلاق کی بلندی سے مسخر کر سکتا ہے۔ صدائے یوسف آج بھی پکار کر کہتی ہے: ہے کوئی اس کا خریدار؟ ہے کوئی اس کو اپنانے والا؟ ہے کوئی؟ جیل خانے سے آج بھی ندا آرہی ہے، جہاں جاؤ اپنے اخلاق اور کردار کی خوشبو پھیلاتے رہو، دعوت وتبلیغ کے پرچم کو تھامے رکھو، اللہ تعالیٰ کی نصرت تمھارے قدم چومے گی۔

Marfat.com

اقتدار کے ایوانوں میں بسیرا کرنے والوں کے لیے پیغام ہے، عیش وعشرت کے بجائے ایمان داری، دیانت داری کو اپناؤ۔ دیکھو کیسے ترقی تمھارے قدم چومتی ہے۔ بھائیوں کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے کردار سے پتا چلتا ہے، وسعتِ ظرف، عفت وکرم کا مظاہرہ کرنے والوں کو اللہ کتنی عزت وتکریم عنایت کرتا ہے۔ اقتدار وایوان کے متوالوں کو خدا یاد نہیں رہتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام شیخی نہیں بگھارتے، اسے اللہ کی احسان مندی، کرم نوازی گردانتے ہیں، یہی ان کے ایمان باللہ اور توکل علیٰ اللہ کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

کاش! اہلِ حکومت اس طرف دھیان دیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام کو یہ مقام کیسے ملا؟

حضرت لقمان علیہ السلام باوجود اس کے کہ ایک غلام، پست قد، پست ناک، حبشی النسل اور نجار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دانائی، معاملہ فہمی، فہم وفراست سے نوازا تھا۔ ان کی عزت، ان کا احترام تمام طبقوں میں تھا۔ پورے عرب میں ان کی حکمت کے چرچے تھے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو ان چیزوں سے نوازتا ہے، اس کے مقام ومرتبے میں اضافہ کرتا ہے تو اس کی کچھ وجوہات ہوتی ہیں۔ ایسی صلاحیتیں، خوبیاں اور عادات ہوتی ہیں، جس وجہ سے اللہ تعالیٰ یہ مقام عنایت کرتا ہے۔

"ان کی دانائی اور حکمت کے بارے میں کسی نے سوال کیا، آپ نے یہ باتیں کہاں سے سیکھی ہیں؟ فرمانے لگے: نابینوں سے۔ پوچھا گیا: وہ کیسے؟ جب تک وہ جگہ کو ڈنڈے سے ٹٹول نہیں لیتے، اتنی دیر

Marfat.com

تک قدم نہیں رکھتے۔ میں بھی جب تک کسی کام کے انجام کے بارے میں غور نہیں کر لیتا، اتنی دیر تک اس کام کو ہاتھ نہیں لگاتا۔‘‘

عربی کا محاورہ بھی ہے:

’’داخل ہونے سے پہلے نکلنے کا راستہ دیکھ لو۔‘‘

لقمان علیہ السلام ایک دفعہ کسی مجلس میں علمی موتی بکھیر رہے تھے، حکمت و دانائی کی باتیں سنا رہے تھے، کسی نے سوال کیا: آپ وہ تھے جو میرے ساتھ فلاں جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے؟ خلقِ خدا آپ کی اتنی تعظیم کیوں کرتی ہے؟ آپ کی باتیں سننے کے لیے لوگ دور دراز کا سفر طے کر کے آتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: میرے اندر دو باتیں ہیں، اگر تم بھی ان باتوں پر عمل کر لو تو تم بھی وہ درجہ حاصل کر لو گے:

1. ہمیشہ سچ بولنا۔
2. فضول باتوں سے احتراز کرنا۔

ایک روایت میں آتا ہے، چند ایسے کام کرتا ہوں جن کی وجہ سے اس مقام پر پہنچا ہوں، تم بھی پہنچ سکتے ہو:

1. اپنی نگاہ کو پست رکھنا۔
2. زبان کو بند رکھنا۔
3. حلال روزی پر قناعت کرنا۔
4. اپنی شرم گاہ کو پست رکھنا۔
5. بات میں سچ بولنا۔
6. عہد کو پورا کرنا۔
7. مہمان کی عزت کرنا۔
8. پڑوسی کی حفاظت کرنا۔
9. فضول کام اور کلام کو چھوڑ دینا۔[1]

[1] تفسیر ابن کثیر سورۃ لقمان۔

Marfat.com

یہی وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے انسان کو عزت ملتی ہے، مقام میں اضافہ ہوتا ہے۔ آج بھی اگر ان باتوں پر عمل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ احترام میں اضافہ کرتا ہے۔ پھر انھوں نے اپنے بچے کو جن باتوں کی تلقین کی ہے، ہر والد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو ان باتوں کی تلقین کرے۔

(1) عقائد کی درستگی:

یعنی شرک سے اجتناب کرنا، کیوں کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ والدین بھی اگر شرک کا حکم دیں تو ان کی اطاعت بھی نہیں کرنی چاہیے:

﴿وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ [لقمان: ١٥]

''اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے، جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں بھلے طریقے سے ان دونوں سے اچھا سلوک کر اور اس شخص کے طریقے کی اتباع کر جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔''

یعنی جہاں خالق کی نافرمانی ہو، وہاں مخلوق کی اطاعت ضروری نہیں۔ زمین و آسمان اور اس کے اندر جو کچھ ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے، کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں۔

(2) اصلاحِ عمل:

سب سے ضروری نماز کا ادا کرنا ہے، اس کے ذریعے انسان کی اصلاح ہو سکتی ہے، اس کی وجہ سے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

Marfat.com

(3) اصلاحِ خلق:

فرد اور جماعت کی اصلاح کرنی ہوگی، نماز کا فرض ادا کرنے کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی ضروری ہے۔

اس کے راستے میں جو مشکلات آئیں، ان پر صبر کرے۔

(4) آدابِ معاشرت:

انسانوں سے رخ نہ پھیرے، ملاقات کرتے وقت، گفتگو کرتے وقت تکبر نہ کرے۔ یہ اخلاقِ عالیہ کے خلاف ہے۔ چال میں میانہ روی کرے، بھاگ دوڑ کر نہ چلے، تکبر اور تصنع نہ کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی شخص کو بہت آہستہ چلتے دیکھا، جیسے ابھی مر جائے گا تو انھوں نے پوچھا: یہ ایسے کیوں چلتا ہے؟ کہا گیا: یہ قراء حضرات میں سے ہے۔ انھوں نے فرمایا: ''حضرت عمر بن خطاب اس سے بڑے قاری تھے، وہ تو ایسے نہیں چلتے تھے۔''

اپنی آواز کو پست رکھنا چاہیے، زیادہ بلند آواز بھدی لگتی ہے۔ بلند آواز تو گدھے کی ہے۔

آدابِ معاشرت میں چار چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے:

1 لوگوں سے گفتگو۔

1 تکبر نہ کرنا۔

3 درمیانی چال چلنا۔

3 زیادہ شور نہیں مچانا چاہیے۔

Marfat.com

نوٹ: یہ باتیں معارف القرآن مفتی محمد شفیع سے لی گئی ہیں۔ کاش ان باتوں پر ہم عمل پیرا ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ویسے نہیں نوازتا، ان کے اندر خوبیاں ہوتی ہیں جو دوسروں سے ان کو ممتاز کرتی ہیں۔

اگر نیت اچھی ہو تو غیبی مدد آ جاتی ہے

اگر نیت اچھی ہو، دل کے اندر اخلاص، قرض ادا کرنے کا ارادہ ہو، ان حالات میں مشکلات آتی ہیں، ظاہری اسباب رکاوٹ بنتے ہیں تو پھر غیبی مدد آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے پھر اسباب بھی مہیا کر دیتا ہے، مشکلات آسان ہو جاتی ہیں: نیت صاف منزل آسان!

بخاری شریف میں ایک واقعہ آتا ہے جس کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے:

''بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا آپ ﷺ نے ذکر کیا، وہ ایک آدمی کے پاس گیا اور کہا کہ اسے ایک ہزار دینار قرض دے۔ اس نے گواہ طلب کیا۔ اس نے کہا: میرے پاس گواہ نہیں، اللہ کی گواہی کافی ہے۔ اس نے اسے ایک مدت تک ایک ہزار دینار قرض دے دیا۔ وقتِ مقرر پر جب وہ قرض دینے کے لیے گیا تو اسے کشتی نہ ملی، اس نے وہ دینار ایک لکڑی میں سوراخ کر کے رکھ دیا ور اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر کہا: ''اے اللہ تجھے ضامن بنایا تھا، اب یہ روپے اس کے حوالے تو نے کرنے ہیں۔ دریا میں پھینک دیے اور قرض دینے والے کا نام رکھ دیا۔ دوسری طرف جس آدمی نے قرض دیا تھا، وہ بھی اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے لکڑی دیکھی، ایندھن بنانے کے

Marfat.com

لیے اس نے پکڑ لی، جب اس نے اسے چیرا تو اپنا مال اور خط پایا،
کچھ دنوں بعد وہ آدمی گیا، بتایا کشتی نہیں ملی تھی، اس نے ایسا کیا تھا،
اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کو ضامن بنایا تھا، وہ مجھ تک پہنچ گئے ہیں۔"[1]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اگر دینے والا وسعتِ ظرف رکھتا ہو اور لینے والا مخلص ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد آ جاتی ہے۔ قرض دینے والا اگر انکار کر دیتا تو قرض واپس لینے والے کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔

یہ عجیب اور منفرد واقعہ ہے۔ اہلِ دانش اور اہلِ ایمان کے لیے اس میں بڑی عبرت کی باتیں ہیں۔ انسان اگر انسان کے کام آئے، انسان کو اپنے مفاد سے بالاتر ہو کر دوسرے کا فائدہ بھی سوچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے، اگر کوئی ضرورت مند آئے، اس کی ضرورت کو اگر ہو سکے ضرور پوری کرو۔

نیز معاملات میں گواہ بنانا، ضامن بنانا شریعت کا حکم ہے، آج کے دور میں بھی یہی رائج ہے۔ اگر حالات ایسے پیدا ہو جائیں دونوں مخلص ہوں تو ایک دوسرے پر اعتبار کر سکتے ہیں۔

قرض وقت پر ادا کرنے کا ارادہ ہو، اللہ تعالیٰ مدد فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتا ہو تو غیبی مدد اس کے لیے آ جاتی ہے۔

کاش اس نفسی نفسی کے دور میں اس واقعے کو پڑھا جائے۔ ایسے دیانت دار اور ایمان دار لوگ موجود ہیں جو ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کے نام پر اعتبار کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی انہونے طریقے سے امداد کرتا ہے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٢٩١)

Marfat.com

اچھی نیت کی برکت

دل صاف، نیت اچھی اور ارادہ نیک ہو تو نیکی کرنے میں اگر غلطی بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک آدمی نے کہا: آج رات میں کچھ اللہ کے راستے میں صدقہ دوں گا۔ وہ صدقے کا مال لے کر نکلا، اس نے صدقے کے مال کو چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو چرچا ہوا، لوگ باتیں کرنے لگے: چور کو صدقہ دیا گیا ہے۔ پھر اس نے کہا: آج رات صدقہ دوں گا۔ وہ رات کو نکلا، ایک فاحشہ عورت کو دے دیا تو لوگ باتیں کرنے لگے: زانیہ کو صدقہ دیا گیا ہے۔ پھر وہ اپنا مال صدقہ لے کر نکلا تو مال دار کو دے دیا۔ لوگوں نے پھر باتیں کیں: مال دار کو دے دیا۔

"اسے کسی نے بتایا: چور کو صدقہ دینے کا فائدہ ہوا، اس نے توبہ کر لی، زانیہ کو صدقہ دینے کا فائدہ ہوا، وہ زنا سے رک گئی۔ مال دار کنجوس تھا، وہ بھی مال میں سے خرچ کرنے لگ گیا۔"[1]

اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں اعتبار نیت کا ہے۔ عملِ صالح وہ ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔ اگر ظاہری صورت میں شریعت کے مطابق نہ ہو مگر نیت اچھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس نیکی کو بھی قبول کر لیتا ہے اور اس کا عمل قبول بھی ہو جاتا ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٤٢١)

Marfat.com

باب 3

نیکی کے اثرات...... اولاد کی زندگی پر

نیکی کی برکت سے اولاد پر کوئی مصیبت اور بلا آئے تو اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعے میں بیان کیا ہے:

﴿وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا﴾ [الکهف: ۸۲]

''اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں۔ اس دیوار کے نیچے ان بچوں کے لیے ایک خزانہ مدفون ہے اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا، اس لیے تمھارے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں، یہ تمھارے رب کی رحمت کی بنا پر کیا گیا ہے، میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کر دیا ہے، یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے۔''

مقروضوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا

قرض دار کے ساتھ نرمی کرنا، اسے مہلت دینا، درگزر کرنا اور اسے قرض

Marfat.com

معاف کر دینا ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی تھا، ملک الموت اس کی روح قبض کرنے کے لیے آئے۔ اسے کہا گیا: کیا تجھے کسی اپنی نیکی کا علم ہے۔ وہ کہنے لگا: مجھے اپنی کسی نیکی کا علم نہیں۔ اسے کہا گیا: ذرا غور کرو۔ کہنے لگا: مجھے اپنی کوئی نیکی معلوم نہیں سوائے اس کے کہ میں دنیا میں لوگوں سے کاروبار کیا کرتا تھا اور ان سے درگزر کرتا تھا۔ میں مال دار کو تو مہلت دیتا تھا اور تنگ دست کو معاف کر دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔''[1]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے ہر آدمی کو اپنا حق وصول کرنے کا اگرچہ مکمل اختیار ہے، لیکن افضل اور مناسب یہی ہے قرض داروں سے نرمی کا برتاؤ کرے، شاید اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ عام طور پر کاروبار میں دین دار لوگ بڑی سختی کرتے ہیں، کسی سے رعایت نہیں کرتے۔ دراصل انھیں آخرت کی فکر نہیں ہوتی، نیز کسی کی غربت اور افلاس کا احساس نہیں ہوتا، کاروبار میں اونچ نیچ ہو جاتی ہے، بڑے کاروباری لوگوں کو اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے، چھوٹے کاروبار کرنے والوں کو اتنا مجبور نہ کرے وہ اپنے کاروبار بند کر دیں یا عموماً بڑے کاروباری حضرات اس طرح بھی تنگ کرتے ہیں کہ چیزیں اتنی سستی لگا دیتے ہیں چھوٹے کاروباری لوگ برداشت نہیں کر سکتے، چوں کہ یہاں نظام سودی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٤٥١)

Marfat.com

ہے، ان قرض داروں کو تنگ اتنا کیا جاتا ہے کہ دیوالیہ ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ہر معاملے میں نرمی کرنا، اللہ تعالیٰ کی صفات کی جھلک اس آدمی میں نظر آتی ہے جو یہ کام کرتا ہے:

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر
خدا مہربان ہو گا عرشِ بریں پر

اسی مضمون کی ایک حدیث صحیح مسلم میں آئی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک تاجر تھا جو لوگوں کو قرضے وغیرہ دیا کرتا تھا جب کسی کو تنگ دست دیکھتا تو اپنے ملازم لڑکوں سے کہتا کہ اس کو معاف کر دو شاید اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔''[1]

کاش اس دور کے تاجر حضرات اس بات پر غور کریں، اپنے غریب قرض داروں کو تنگ نہ کریں، ایسے غریب لوگوں کی دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں برکت ڈالتا ہے۔

نارتھ یارکشائر میں 15 سال

جمعیت اہلِ حدیث برطانیہ کے جنرل سیکرٹری مولانا محمود احمد میر پوری جب ہم گوجرانوالہ جامعہ اسلامیہ میں دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے، یہ ہمارے سینئر ساتھیوں میں سے تھے۔ یہ مختلف مقامات پر ہدایت دیتے رہے، دورانِ تعلیم

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٤٠٤٢)

Marfat.com

یہ کہتے: سکولوں کے امتحانات بھی دیں۔ ہم مذاق کرتے: دین حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں، دنیاوی تعلیم نہیں۔ یہ کہتے: بعد میں پتا چلے گا، اس تعلیم کا کیا فائدہ ہے! دینی تعلیم سے فراغت کے بعد واقعی بڑی پریشانی ہوئی، اب کیا کریں؟ پھر مختلف امتحانات دینے شروع کر دیے۔ گورنمنٹ کے سکولوں میں ملازمت شروع کر دی، ملازمت کے ساتھ مختلف امتحانات بھی دیتے رہے۔

مولانا محمود احمد میر پوری سعودی عرب سے برطانیہ آ گئے، ان سے رابطہ بھی رہا، بلکہ جب پاکستان آتے، ہمارے گاؤں ضرور آتے، ان کے ساتھ تعلقات قائم رہے۔ انھوں نے اصرار کیا، برطانیہ ہم دعوتِ تبلیغ کا کام کرتے ہیں، میں چاہتا ہوں پرانے ساتھی جن کو میں جانتا ہوں، انھیں برطانیہ کام کے لیے لاؤں، ان کے سپانسر بھیجنے ہم پر آ گئے۔ نارتھ یارکشائر کی ایک چھوٹی سی برانچ میں ہم نے ڈیرہ ڈال دیا، اپنے بچے بھی منگوا لیے، وہ یہاں کے سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے یہاں کے گرائمر سکول میں اپنی قابلیت کی بنا پر داخلہ مل گیا، تین بیٹے ڈاکٹرز ہیں، مختلف ہسپتالوں میں کام کر رہے ہیں۔

یہاں سکپٹن کے ساتھی مولانا محمود احمد میر پوری کے فیملی افراد ہیں، اس لیے مولانا گاہے گاہے ملاقات کے لیے آتے رہتے۔ یہاں ساتھی 1960ء کے قریب آئے، خوب انھوں نے یہاں فیکٹریوں میں کام کر کے پیسے بنائے۔ آزاد کشمیر انھوں نے بڑی بڑی کوٹھیاں بنائیں، زمینیں خریدیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا اکثر بچے تعلیم سے محروم رہے، یہ خود چوں کہ تعلیم یافتہ نہیں تھے، انھیں تعلیم کی قدر نہیں تھی، بچوں کو کیا تعلیم دلاتے؟ اس لیے یہاں کے اکثر بچے محنت مزدوری کرنے لگ گئے۔

Marfat.com

ہاں چند خاندان ایسے تھے جنھوں نے اپنے بچوں پر توجہ دی، جس کا نتیجہ یہ نکلا ان کے بچے ڈاکٹرز ہیں۔ دبئی اور دوسرے ممالک میں جا کر کام کر رہے ہیں، ان کے ہمارے بچوں کے ساتھ روابط ہیں، خوشی اور غمی کے موقع پر آتے جاتے ہیں، وہاں کچھ ایسے خاندان ہیں جن کے آپس میں بڑے روابط ہیں، جب بھی ان کے ہاں کوئی مسئلہ پیش آتا ہے بڑے بیٹھ کر اس کا حل تلاش کرتے ہیں۔ ان خاندانوں میں ابھی تک سکون ہے، جن میں پیش پیش حاجی منظور احمد اور حاجی شبیر ہیں۔ بحیثیت ایک مسلمان اور انسان ہونے کے ان کے اندر انسانیت کی قدر کرنا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اخلاقیات، عزت و احترام کرنا، مہمان نوازی جیسی صفات سے متصف ہیں، ان کے بڑوں کے بارے میں سنا تھا، وہ بڑے اچھے لوگ تھے۔ جو پاکستان سے نیا آتا اسے اپنے گھر میں رکھتے، جب تک اسے کام نہیں ملتا، اسے مفت رہایش اور خوراک مہیا کرتے۔

سکپٹن کے لوگ اکثر ملتے جلتے تعلقات بڑھانے میں مشہور ہیں، وہاں سے آئے ہوئے ہمیں لندن میں 15 سال کا عرصہ ہو چکا ہے، پھر بھی خوشی اور غمی میں آتے جاتے ہیں، بلکہ ہمارے لڑکے بھی سمجھتے ہیں یہی ہماری فیملی والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس پہاڑی دیہاتی اور سیاحتی علاقے میں رہ کر ہم نے اپنے بچوں کو پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو صلہ دیا، یہ وہاں خدمت کرنے کا صلہ دیا، اگرچہ ہم یہاں لندن آگئے ہیں، ہماری ہمدردیاں، ہمارے دل ان لوگوں کے ساتھ ہیں، ہمیں ان کی اچھی چیزیں اپنی ساری زندگی کی حسین گھڑیاں یاد آتی ہیں۔ آدمی جہاں رہے وہاں کے لوگوں کی خوش حالی کے لیے دعا کرنا اور ان کے لیے امن وسکون چاہنا ہے، سنتِ ابراہیمی ہے۔

Marfat.com

قبر سے خوشبو آنے لگی

ہماری ہمشیرہ کا نام زیتون بی بی تھا۔ چار بہنوں سے تیسرے نمبر پر تھی۔ تمام بھائیوں اور بہنوں میں یہی ہر دل عزیز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بڑا حوصلہ دیا تھا۔ والدین اور بھائیوں کی بڑی عزت کرتی تھی، گھر میں جب بھی کبھی اونچ اور نیچ ہو جاتی، ہمیشہ والد صاحب کی طرف داری کرتی تھی، ان کی شادی اپنے چچا زاد بھائی محمد ادریس سے ہوئی، وہ پورے دیہات میں انتہائی شریف نوجوان تھا، فوج میں بھرتی ہو گیا، بیوی کو ادھر لے گیا، ان کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی، وہ ہمارے ایک بچے کو ساتھ لے گئی، میں اس کی تربیت کروں گی۔ والدہ، بہنوں نے مجھ پر دباؤ ڈالا، ان کے سامنے انکار نہ کر سکا، اگرچہ بچے کی والدہ ناخوش تھی۔ بچے کی تربیت جس انداز سے کر رہی تھی ہم سب خوش تھے، اللہ تعالیٰ نے چار بچے اور ایک بچی سے نوازا ہے۔

ہماری بہن میں یہ خوبی تھی کہ اپنے ہمسائیوں کا بہت خیال رکھتی تھی، عموماً گاؤں میں جس جگہ رہتی، ان کے قرب و جوار میں ان کے گھر تھے جو محنت مزدوری کرتے تھے، ہمسائے اپنی بچیاں ان کے گھر چھوڑ کر باہر چلی جاتیں، انھیں اعتماد تھا، ان کی حفاظت کریں گی، جو بھی غریب عورت آتی اسے استعمال کی چیزیں مانگنے پر ضرور دیتیں، وہ کبھی انکار نہ کرتیں، حتی کہ سالن لینے کے لیے کبھی کوئی عورت بھی آ جاتی، اسے ضرور دیتی۔ ایک عورت گوشت کی ہنڈیا دینے گئی تو دیکھا کہ کونڈی میں نمک ڈال کر لسی کے ساتھ کھانا کھا رہی ہے، پوچھنے پر بتایا: ہم نے کبھی ہنڈیا ظہر کے وقت پکائی ہی نہیں، گوشت تو عید پر کھاتے ہیں۔ اس نے ہمیں بتایا شرم دلائی محلے داروں کی یہ حالت ہے، آپ انگلینڈ میں رہتے

Marfat.com

ہیں، کچھ تعاون کرنے کے بارے میں کہا۔

مجھے جب برطانیہ میں پتا چلا، ان کو کینسر ہے، حالت اس کی ٹھیک نہیں ہے، ملاقات کے لیے گیا۔ واقعی اب پورے جسم میں پھیل چکا تھا۔ میرے ساتھ اور میرے بچوں کے ساتھ ان کے تعلقات دوسرے بھائیوں کے بجائے زیادہ تھے، وہ میرے بچے کو لے کر گئی تھیں۔ جب بچوں کو برطانیہ منگوانے کا پروگرام بنا، وہ ایبٹ آباد میں تھی، اسے پتا چلا اپنے بچے کو میں لے جاؤں گا، کہنے لگی: میرے جس بچے کو چاہیں لے جائیں، اسے رہنے دیں۔ اس کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد سے نوازا ہے۔ بہرحال اسے سمجھایا، بعد میں حالات کیا ہوں گے؟ پھر بچے کو پتا چلے گا وہ کیا تاثر لے گا، وہ سمجھ گئی، بات ذہن میں آ گئی۔ واقعی ماشاء اللہ بچہ کافی برکت والا ہے۔ یہ اب خود سرجن ہے اس نے اپنے تینوں بھائیوں کو بھی ڈاکٹر بنایا ہے، اسی نے راستہ دکھایا ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

بات بہن کی بیماری کی کر رہا تھا، بہن نے مجھے بلایا کہنے لگی: مجھے وہ لالہ کہتی تھی، میری بیماری خطرناک حد تک پہنچ چکی ہے، بچنے کے کوئی امکانات نہیں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ان کی حفاظت کون کرے گا؟ انھیں کھانا کون پکا کر دے گا؟ میرے بچے عبدالحنان کی شادی کر دیں۔ ہم نے شادی کے لیے ایک ہفتہ رکھا، کہنے لگی: آپ کو پتا ہے، ایک ہفتہ زندہ رہوں گی؟ جلدی کیوں نہیں کر دیتے۔ ہم نے دو تین روز بعد اس کی شادی کر دی، نئے کپڑے اس نے پہنے تھے۔ میں مبارک دینے کے لیے آیا عورتیں شادی کے موقع پر کچھ پڑھتی ہیں یا گاتی ہیں۔ میں اسے دیکھ کر ہنسا، کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، کچھ قرآن مجید پڑھیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے بچے کی شادی کر دی ہے۔ کہنے لگی:

Marfat.com

لالہ شادی کے موقع پر تو نبی کریم ﷺ کچھ خوشی کرنے کی اجازت دیتے ہیں، آپ کیوں روکتے ہیں؟ میں خاموش ہو کر چلا گیا۔ تیسرے دن وہ فوت ہو گئی، اس کا جنازہ بھی پڑھایا، بہت زیادہ لوگ جنازے میں شرکت کے لیے آئے۔

ایک بزرگ مانگنے والا ہمشیرہ کے گھر آیا، دروازہ کھٹکھٹایا، آواز نہ آئی، محلے داروں سے پوچھا وہ پٹھانی کہاں ہے! محلے داروں نے بتایا: پٹھانی نہیں، ہماری بہن تھی، وہ فوت ہو گئی ہے۔ وہ بزرگ رونے لگے، پوچھنے پر اس نے بتایا: میں جب اس گاؤں مانگنے کے لیے آتا، پہلے یہاں دستک دیتا، یہ مجھے کھانا دیتی پھر حسبِ استطاعت میری امداد کرتی۔ اللہ تعالیٰ اس میں بہت برکت ڈالتا، اب کیا کروں گا؟ کون مجھے کھانا کھلائے گی؟ کون میری امداد کرے گا؟

ہماری برادری کی ایک عورت فوت ہو گئی، اس کی قبر کھودنے کے لیے گئے۔ قبر کھودتے کھودتے قریب کی قبر کا کچھ حصہ کھودا گیا، وہ ہماری ہمشیرہ کی قبر تھی، قبر کھودنے والوں کو خوشبو آنے لگی، ایسی خوشبو جسے انھوں نے آج تک سونگھا نہیں تھا، پھر کفن کا کچھ حصہ انھوں نے دیکھا، بالکل اسی طرح تھا، جس طرح دفناتے وقت تھا۔ یہ خبر آناً فاناً پورے گاؤں میں مشہور ہو گئی۔ یہ نیک عورت تھی، جس بنا پر اس کی قبر سے خوشبو آئی ہے، اس کا کفن میلا نہیں ہوا۔

جو آدمی اللہ کے راستے میں مال خرچ کرتا ہے، غریبوں کی امداد کرتا ہے، فلاحی کام کرتا ہے، نیکی کے راستے بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کا صلہ دیتا ہے، آخرت میں تو اس نے دینا ہی ہے دنیا میں اس کا پھل اسے مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دکھایا، اس کی قبر سے خوشبو آنے لگی ہے۔

اس کے بچے بڑے ذہین ہیں، بڑا بچہ جس کی شادی کی تھی، وہ اکاؤنٹنٹ

Marfat.com

ہے، اب سعودی عرب (ریاض) میں ہے۔ اس کا چھوٹا بھائی راولپنڈی میں ملازم ہے، اس نے بھی ایم اے کر لیا ہے، وہ بھی سعودی عرب چلا گیا ہے۔ اس سے چھوٹا سب سے ذہین ہے، اس نے میٹرک میں سیالکوٹ تحصیل میں ٹاپ کیا تھا، پھر کالج میں پہلے نمبر پر آیا۔ اب راولپنڈی میں چارٹرا اکاؤنٹنٹ کا کورس کر لیا ہے۔ باقی چھوٹے بچے بھی ماشاء اللہ اچھے ہیں، چھوٹی بچی ماریہ تھی، اس کی اسے بڑی فکر تھی، وہ راولپنڈی میں اپنی ہمشیرہ کے پاس پڑھ رہی ہے۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نیکیوں کے ثمرات دنیا میں دیے ہیں، وہ نیک اولاد کی شکل میں دے دیتا ہے۔ گھر کے اندر امن وسکون دیتا ہے، کاروبار میں برکت ڈال کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کو کبھی ضائع نہیں کرتا، اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے:

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى﴾ [اللیل: ۵-۷]

”جس نے راہِ خدا میں مال دیا اور خدا کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور بھلائی کو سچ مانا، اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔“

﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ﴾ [المؤمن: ٤٠]

”اور جس نے کوئی نیک کام کیا وہ مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مومن ہو، تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔“

نیکی کا بدلہ

ہماری ایک بہن چاروں بہنوں میں سب سے زیادہ اللہ کے راستے میں

Marfat.com

خرچ کرنے والی تھی، خصوصاً اپنے محلے کی غریب عورتوں کا بہت خیال رکھتی تھی، گھر کے سامنے راستہ خراب ہو، مٹی کی ٹرالیاں وہاں ڈلوا دیتی، تا کہ لوگوں کو آرام رہے۔ اب دنیا سے چلی گئی ہے، لوگ ان کی نیکیاں یاد رکھتے ہیں، ان کا سب سے چھوٹا لڑکا پیدا ہوا تو نابینا تھا، مہینا ڈیڑھ بعد پتا چلا وہ تو دیکھ نہیں سکتا، بہن کو پتا چلا، مختلف ڈاکٹروں کے پاس گئے، سب نے جواب دے دیا۔ یہ پیدائشی نابینا ہے ہم اس کا کچھ نہیں کر سکتے، بہن کو چین نہیں آتا تھا، کہتی تھی: میرا بچہ ساری زندگی نابینا رہے گا، اس کی حفاظت کون کرے گا؟ آخر سیالکوٹ فوجی ہسپتال میں چلی گئی، ایک کرنل صاحب تھے انھوں نے چیک کیا، کہنے لگے: امید کی کچھ کرن نظر آتی ہے۔ آنکھوں میں ڈالنے کے لیے دوائی دی اور کہا: ایک ماہ بعد آنا، اس کا ایک آنکھ کا آپریشن کر کے دیکھوں گا۔

آپریشن کیا، ایک آنکھ سے نظر آنے لگا، پھر چھے ماہ بعد دوسری آنکھ کا آپریشن کیا، اس سے بھی نظر آنے لگا۔ اب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، وہ بچہ دسویں کلاس میں پڑھتا ہے، ذہین بچوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اسے جب دیکھتے ہیں تو بہن کی نیکیاں یاد آجاتی ہے وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتی تھی، جس کا اللہ تعالیٰ نے صلہ دیا، بچے کی بینائی واپس آگئی۔

بہن کہتی تھی: مجھے تسلی نہیں ہوتی تھی، میرا دل کہتا تھا کہ بچہ ٹھیک ہو جائے گا، اس لیے میں چین سے نہیں بیٹھتی تھی۔ کرنل صاحب سے پوچھا: آپ کو کیسے پتا چلا یہ ٹھیک ہو جائے گا؟ وہ کہنے لگے: ایک تو یہ تھا میرے دل میں آیا یہ بچہ ساری زندگی ایسے ہی رہے گا، کیوں نہ کوشش کر کے دیکھ لوں۔ پھر انھوں نے بتایا: دایہ نے زیادہ زور سے دبا دیا تھا، جس کی وجہ سے اس کی آگے سے بینائی

Marfat.com

چلی گئی، پیچھے روشنی ٹھیک تھی۔ پھر جب بچے کی بینائی ٹھیک ہوگئی، کرنل صاحب کے پاس بچے کو لے کر گئے، مٹھائی کا ڈبا دیا، ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے، کہنے لگے: میری کوشش سے ایک بچے کی بینائی واپس آ گئی ہے۔ میرا دل کرتا ہے اس کی ویڈیو بناؤں، لوگوں کو دکھاؤں، کوشش کرو اللہ تعالیٰ پھل دیتا ہے۔ آنکھیں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں ان کی قدر کرنی چاہیے۔

﴿اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ﴾ [البلد: ۷]

''کیا وہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا؟''

قناعت پسندی کا صلہ

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے، اس پر صابر و شاکر رہنا چاہیے، اپنی محنت اور کوشش جاری رکھنا چاہیے، پھر اس کے بعد اللہ پر توکل اور بھروسا رکھے، لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہنا، ہر وقت گلہ شکوہ کرتے رہنا، کبھی مہنگائی کا رونا، کبھی گھریلو حالات کا ذکر، کبھی دوستوں کے خلاف لب کشائی کرتے رہنا، یہ اچھی عادت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو یہ نعمت دے، اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوتا ہے۔

ہمارے والدِ محترم باجود درس کے زمین دارہ کرتے، امامت و خطابت بھی کرتے، پھر بھی سفید پوش تھے۔ گھریلو حالات بڑے کمزور تھے، اس کے باوجود کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے نہ کسی کی طرف للچائی نظروں سے دیکھا، اللہ تعالیٰ نے انھیں نہ صرف اپنے دیہات بلکہ قریب کے دیہات میں بھی بڑی عزت دی تھی۔

اللہ کا شکر ہے ان کی قناعت پسندی کا کچھ حصہ ہمیں بھی عنایت ہوا ہے۔ طالب علمی کے دوران جب دیگر طلبا خوب خرچ کرتے، لباس خوراک ان کی

Marfat.com

قابلِ رشک ہوتی، ہم نے کبھی اپنے آپ کو کوسا نہیں، بلکہ سفید پوشی کا بھرم رکھا۔ کلاس فیلو یہ خیال کرتے رہے، ہم بڑے امیر ہیں۔ مولانا محمود احمد میر پوری ہمارے سینئر ساتھیوں میں سے تھے، ان کے معاشی حالات کافی اچھے تھے۔ حافظ مسعود عالم صاحب بھی کافی امیر تھے جو مجھ سے جونیئر کلاس میں تھے۔ ان کو بھی کبھی ہم نے محسوس نہیں ہونے دیا، حتیٰ کہ جب دینی تعلیم سے فارغ ہوا، گھر جانے کے لیے کرایہ تک نہیں تھا، مولانا میر پوری صاحب نے کرایہ دیا۔

جب سکول میں ملازمت کی تو او، ٹی عربی ٹیچر بھرتی ہوا۔ اکثر اساتذہ کی تنخواہیں ہم سے زیادہ ہوتیں، پھر بڑے زمین دار بھی تھے، جب بھی ان کو دیکھا مہنگائی کا رونا روتے۔ پندرہ تاریخ کے بعد قرض مانگنا شروع کر دیتے، ہم نے کبھی مہنگائی کے بارے میں بات نہیں کی نہ کبھی کسی سے قرض مانگا۔ ایک دن اساتذہ نے پوچھا: آپ کی تنخواہ بھی تھوڑی ہے، آپ نے کبھی شکوہ نہیں کیا نہ ہی کبھی قرض مانگا ہے۔ انھیں بتایا: اپنا پیٹ ننگا کروں تو آپ ڈھانپ دیں گے، آپ میری مدد کریں گے؟ جب یہ کام آپ کرتے نہیں، آپ کو کیوں بتاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے جو بھی دیا اس پر صابر وشاکر ہیں، ہاں محنت جاری رکھیں گے، اللہ تعالیٰ اس کا صلہ ضرور دے گا۔ ہمارے پاس رہنے کے لیے اپنا گھر نہیں تھا، والدِ محترم میرے بارے میں پریشان رہتے تھے، یہ مکان کیسے بنائے گا، اللہ تعالیٰ نے تین مکان دیے ہیں۔

پھر برطانیہ آ گیا، مجھے صرف پچاس پونڈ ہفتے کے ملتے تھے، ان میں سے بھی تیس پونڈ مقامی جماعت والے دیتے تھے، بیس پونڈ مرکز سے مولانا محمود احمد میر پوری دیتے، وہ بھی کئی ماہ کے بعد۔ بچے بھی برطانیہ آ گئے تنخواہ پندرہ سال پچاس پونڈ ہی رہی، جماعت سے تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کبھی نہیں کیا۔

Marfat.com

جماعت والے خود بھی حیران تھے۔ مولوی صاحب نے کبھی ہم سے کچھ نہیں مانگا، پھر انھوں نے خود ہی بیس پونڈ زیادہ کر دیے۔ کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ضروریات پوری کیں، اسے احساس ہے اس کی ضروریات کو پورا کرنا ہے مثلاً مکان سکپٹن میں لینا تھا، رفقا بتاتے تھے سود کے بغیر نہیں لے سکتے تھے، اللہ نے وہ بھی دے دیا۔ پھر لڑکے گرائمر سکول میں پڑھنے لگے، پھر یونیورسٹیوں میں گئے، اب ماشاء اللہ تین ڈاکٹر ہیں، ان کے اخراجات کیسے پورے ہوئے؟ یہ میرا اور میرے اللہ کا معاملہ ہے، اس راز کا افشا نہیں چاہتا۔

پھر جماعت نے امیر کی ذمہ داری سونپی تو آٹھ سال اپنے کرائے پر آتے رہے، کبھی تنخواہ نہیں لی، کبھی ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا، حالاں کہ رفقا نے بڑا کچھ کیا، بڑے مفادات اٹھائے، اقربا پروری کی انتہا کر دی۔ کئی رفقا نے مشورہ بھی دیا، فائدہ اٹھا لو آخر میں سوائے بدنامی کے کچھ نہیں ملے گا۔ یہ اتنا بدنام کریں گے۔ آپ کو اپنی ایمان داری، قناعت پسندی پر ترس آئے گا اور اپنے آپ کو کوسنے لگا، واقعی یہ جو لوٹنے والے خوش ہیں، جنھوں نے چوری کے سراغوں کو قید بند کیا وہ بدنام ہیں۔

جماعت کی ذمہ داری جتنی دیر تک رہی اللہ کا شکر کبھی دھوکا فراڈ نہیں کیا۔ جماعت کا پیسا نہ خود کھایا نہ کسی کو کھانے دیا۔ کاروباری حضرات کی نظروں میں کھٹکنے لگا۔ انھوں نے یہ حربہ اختیار کیا، بدنام کیا جائے، اللہ کا شکر ہے اس نے ہر موقع پر امداد کی۔ آج اللہ تعالیٰ نے یہ کچھ دیا ہوا ہے، اولاد نیک ہے، کسی چیز کی کمی نہیں، پھر اپنے طور پر بڑے بڑے پراجیکٹ شروع کیے ہیں، جن میں فری ڈسپنسریاں ہیں، وہ چل رہی ہیں، مسجد کی توسیع کا کام ہے، اس کے علاوہ تین

Marfat.com

شہروں میں ہسپتال بنانے کا منصوبہ ہے۔ ٹرسٹ بن چکا ہے، جگہ خریدی جا چکی ہے، اس پر بھی کام شروع ہو چکا ہے۔

اپنے بچوں کو بتاتا ہوں: اللہ تعالیٰ نے قناعت پسندی کا صلہ دیا ہے، اخلاص سے کام کرنے کا پھل دیا۔ صرف مثبت کام کرنے کا پھل ملا ہے، وگرنہ ہم کیا؟ ہماری اوقات کیا؟ ہم اس قابل کہاں تھے؟ اس کے ساتھ اپنے لڑکوں کو کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں سے بہت بڑا کام لینا ہے، اس کے لیے تیار رہیں۔ صرف مثبت کام کریں، حلال روزی کمائیں اور کھائیں، کسی کا کبھی برا نہ سوچیں، اللہ تعالیٰ ہر نعمت سے نوازے گا۔

آپ اتنے پیسے کیوں نہیں لیتے؟

یہ الفاظ ایک حادثات کا کیس لڑنے والے ایک ایجنٹ نے کہے۔ ہمارے لڑکے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، کچھ عرصہ پہلے جس کے ساتھ ہوا، وہ ایک غریب لڑکا تھا، ہاتھ جوڑنے لگا: میرے حالات اچھے نہیں ہیں اور میں ایک طالب علم ہوں، میری انشورنس مہنگی ہو جائے گی، میں اتنی ادا نہیں کر سکوں گا۔ پولیس آئی، رپورٹ وغیرہ درج ہوئی۔ پولیس نے کہا: اسے آپ خود ہی نپٹا لیں۔ گاڑی مرمت کرنے والوں کے پاس گئے انھوں نے بتایا: سو دو سو پونڈ لگیں گے۔ میرے ساتھ لڑکے نے بات کی، میں نے کہا: غریب لڑکا ہے، پھر طالب علم بھی، اسے چھوڑ دیں، گاڑی مرمت کرا لیں گے، معاملہ رفع دفع ہو گیا، اس نے شکریہ ادا کیا۔

کچھ عرصے بعد ایک ایجنٹ کا ٹیلی فون آیا، جو اردو روانی سے بولتا تھا۔ پاکستانی معلوم ہوتا تھا، کہنے لگا: آپ کا حادثہ ہوا تھا۔ اگر آپ ایک فارم پر دستخط

Marfat.com

کر دیں، باقی کام ہم سارے خود کریں گے۔ آپ کو گھر بیٹھے اتنے ہزار پونڈ مل جائیں گے۔ فارم لکھا ہوا تھا، آپ کہہ دیں، کمر میں درد ہوتی ہے، رات نیند نہیں آتی، بچے خوف سے رات جاگ پڑتے ہیں پریشان ہو جاتے ہیں، کیس سارا ہم نے لڑنا ہے، آپ کو کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔

میرے ساتھ جب لڑکے نے بات کی، میں نے کہا: یہ تو سب جھوٹ ہے ہم کیسے جھوٹ بولیں؟ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے رات کو سوتے بھی ہیں، بچوں کو کوئی مسئلہ نہیں ہے، ہم ایسی باتیں کیوں کریں؟ ہم یہ کام نہیں کریں گے۔ ایجنٹ کو صاف بتا دیا ہم جھوٹ بولنے کے لیے تیار نہیں ہیں، نہ ہی ہمیں پونڈ چاہئیں۔ اس نے جب یہ جواب سنا، وہ حیران رہ گیا۔ کہنے لگا: اتنے ہزار پونڈ مل رہے ہیں، یہ انکار کر رہے ہیں، آخر کیوں؟ لوگ تو چند سو پونڈ کی خاطر جھوٹ بولتے ہیں، ہر قسم کے پاپڑ بیلتے ہیں، تاکہ چند پونڈ مل جائیں۔ یہ عجیب قسم کے انسان ہیں، انھیں اتنے ہزار پونڈ لے کر ہم دلاتے ہیں، یہ کہتے ہیں: ہمیں نہیں چاہئیں۔ آخر اس نے ایک دن پیغام بھیجا، میں آپ کے والد صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، نیز ان سے پوچھنا چاہتا ہوں: آخر یہ پونڈ کیوں نہیں لیتے؟

مجھے بتایا گیا: فلاں ایجنٹ آپ سے ملاقات کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ میں نے کہا ایسے افراد جو جھوٹ بول کر غلط بیانی کر کے پیسے دلاتے ہیں، میں ان سے ملاقات بھی نہیں کرنا چاہتا۔ آخر انسان ہیں وہ لالچ دلائے گا، باتونی تو یہ بہت ہوتے ہیں، شیطان ہے انسان کے ذہن میں ڈال سکتا ہے۔ کیا حرج ہے، اگر اتنے ہزار پونڈ مل جائیں، پھر بغیر کسی حیل و حجت کے لینے میں کیا مضائقہ ہے؟ پھر جھوٹ اگر بولنا ہے تو یہ ایجنٹ نے بولنا ہے، آپ کو کیا ہے؟

Marfat.com

غرض یہ کہ اس قسم کے خدشات ذہن میں آئے تھے اس لیے انکار کر دیا، میں ملاقات بھی نہیں کرنا چاہتا۔ پھر اسے اور زیادہ تعجب ہوا، یہ کیسے انسان ہیں، بات بھی سننا نہیں چاہتے، نہ ہی ملاقات کرنا چاہتے، عجیب قسم کے یہ لوگ ہیں؟

آپ ٹی وی پر اشتہارات دیکھتے ہوں گے، وہ مشہوری کرتے ہیں، سات ہزار پونڈ تک آپ کو پیشکش کرتے ہیں، قانون کے مطابق آپ کو پیسے دلوائیں گے۔ ہوسکتا ہے قانون میں گنجایش بھی ہو۔ غلط بیانی کیوں کرے؟ جو لوگ اس قسم کے پیسے لیتے ہیں، ذرا ان کے حالات کا جائزہ لیں، ان کے گھروں کے مسائل کیا ہیں؟ وہ کن حالات سے دوچار ہوتے ہیں، حلال کی روزی تھوڑی بھی ہو، اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالتا ہے۔

توحید وسنت کی دعوت دینے کا صلہ

والدِ محترم ہندوستان سے پاکستان آئے، انھیں پاکستان کے ساتھ بڑی محبت اور عقیدت تھی۔ باوجود اس کے ہجرت کرتے وقت بڑے کٹھن حالات سے گزرنا پڑا، تمام مشکلات کو بھول گئے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، پاکستان پہنچ گئے ہیں۔ ابھی گورداسپور کے ایک کیمپ میں تھے، ایک سردار جی سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا: اگر جانا ہے، سیالکوٹ کے گاؤں لدھڑ میں جانا، ہم بڑی اچھیں زمینیں، طرح طرح کے باغات چھوڑ کر آئے ہیں۔ سیالکوٹ پہنچے، شہر کے لوگوں نے برادری کے افراد کو پیشکش کی، اگر شہر ٹھہر جائیں، آپ کو اچھے مکانات، دکانیں الاٹ کر دیں گے۔ برادری کے تمام افراد نے کہا: نہیں، جہاں سردار جی نے کہا، اس گاؤں جائیں گے، واقعی اس گاؤں میں آ کر ڈیرا ڈال دیا۔ جیسے سردار جی نے کہا تھا، ہر چیز ایسی ہی تھی، بلکہ اس نے جس ڈیرے کی نشاندہی کی

Marfat.com

تھی، اتفاق سے وہی ہمیں ملا۔

گاؤں میں سکھوں کا زور تھا۔ زمینوں کے مالک عموماً یہی تھے، ان کا بڑا رعب اور دبدبہ تھا۔ کسی کو ان کے سامنے بات کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ مسلمانوں نے سُکھ کا سانس لیا، اچھا ہوا چلے گئے۔ ان کے بارے میں بتانے کا مقصد یہ ہے یہاں کے لوگوں کی عادات بھی ان لوگوں جیسی تھیں۔ مذہبی طور پر ایک ہی مسجد تھی، وہاں جمعے کی نماز بھی نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت دیہات میں جمعہ ادا کرنے کا رواج نہیں تھا۔ سیالکوٹ جا کر جمعے کی نماز ادا کرتے۔ پیدل سات میل کا فاصلہ طے کر کے جاتے، پھر پیدل آتے۔ سارا دن جمعہ کی نماز ادا کرتے گزر جاتا۔ گاؤں میں نماز کبھی کبھار ہو جاتی تھی۔ گاؤں کے امام جنھیں میاں صاحب کہا جاتا تھا، یہ خود نماز نہیں ادا کرتے تھے، فوتیدگی پر نظر آتے تھے یا جمعرات کے دن۔ یا پھر عیدین کے موقع پر۔ آگے پیچھے پتا نہیں کہاں ہوتے تھے؟ مسجد کے نام کچھ زمین تھی، پٹواری نے ملی بھگت کر کے میاں صاحب کے نام لگوا دی تھی۔

والد صاحب مذہبی آدمی تھے، انھوں نے آہستہ آہستہ نماز پڑھانا شروع کر دی، دو بڑے زمین داروں کو ساتھ ملایا، جمعہ کی نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ زمین دارہ کرتے، نمازیں مفت پڑھا دیتے۔ پھر جلسے وغیرہ کرانے شروع کر دیے، جس کا نتیجہ یہ نکلا لوگ آہستہ آہستہ توحید وسنت کے پیروکار ہو گئے۔ شرک و بدعت اور پیر پرستی سے نفرت کرنے لگ گئے۔ چند سالوں کے اندر قرب و جوار کے دیہات میں یہ مذہبی لحاظ سے مشہور ہو گیا۔ گاؤں کا جتنا پڑھا لکھا طبقہ تھا سب ساتھی بن گئے، جو مخالفین تھے وہ بھی ممد و معاون بن گئے۔

مخالفین نے روڑے اٹکائے، دھمکیاں بھی دیں، کسی کی پروا نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے انھیں خود داری، دینی حمیت، استغنا کی دولت سے نوازا تھا۔ خوشی، غم کے اندر کبھی کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ غربت کے باوجود کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے، سفید پوشی کا بھرم قائم رکھا۔ ہماری راجپوت برادری ماشاء اللہ کافی بڑی تھی۔ لوگ والد صاحب سے لڑائی جھگڑے سے کتراتے تھے، جب حالات ایسے ہوں برادری والے اکٹھے ہو جاتے تھے۔

باوجود اس کے معاشی طور پر حالات کمزور تھے، دل غنی تھا، اللہ تعالیٰ نے بڑی عزت دی، جماعت کے ہر فرد کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آتے، اپنے عزیزوں، رشتے داروں کے ساتھ بہت زیادہ تعاون کرتے، سب بہن بھائی ان کی عزت و احترام کرتے، ان کے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے، بلکہ گاؤں کی اکثریت توحید پر تھی، سب ان سے صلاح و مشورہ کرتے تھے۔ زبان کی طرح دل بھی صاف تھا کسی کے بارے کبھی غلط چیز سوچتے نہیں تھے۔ کام کاج سے فرصت ملتی تو دعوت و تبلیغ کرتے۔ اپنی ہمت کے مطابق لوگوں کی خاطر تواضع کرتے، جماعت کے مذہبی حلقوں میں کافی جانے پہچانے جاتے تھے۔

والد صاحب اپنے بھائی بہنوں میں سب سے بڑے تھے، ان کی عزت کرتے، ان کے مشورے کے بغیر اپنے بچوں کے رشتے نہیں کرتے تھے۔ اگر کسی مجلس میں بیٹھے ہوتے، دیگر بھائی احترام کی وجہ سے بیٹھتے نہیں تھے۔ یہ بھی اپنے سے بڑھ کر ان کے حقوق کا خیال رکھتے۔ خوشی غم کے موقع پر سب سے پہلے شریک ہوتے۔ انھوں نے اپنی فیملی کا بہت خیال رکھا، حتیٰ کہ کئی یتیم بچوں کی انھوں نے تربیت و پرورش کی، بلکہ ہندوستان سے انھیں لائے، اپنے بچوں کی طرح پالا، ان کی شادیاں کیں۔

Marfat.com

اپنے خاندان کے لوگ ان کی ہر بات پر لبیک کہتے۔ ہمیشہ دوسروں کا بھلا سوچتے تھے۔ یہی چیز تھی جس کی وجہ سے انھیں خاندان میں سب سے زیادہ عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ مذہبی معاملات میں اپنے قریبیوں سے بھی نرمی نہیں کرتے تھے۔ سنتِ رسول ﷺ کی پابندی بہت زیادہ کرتے، سنت کے خلاف کوئی کام ہوتا اس میں شرکت نہیں کرتے تھے، خصوصاً باجے گانے والوں کی شادی میں قطعاً شریک نہیں ہوتے۔ ان کا کھانا تک نہیں کھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دینی کاموں کی وجہ سے تمام خاندان والوں میں اللہ تعالیٰ نے ان پر احسانات بھی کیے۔ ان کی اولاد سب سے زیادہ خوش حال ہے، سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی تھی: ''اے اللہ اس کے مال اور اولاد میں برکت ڈال۔'' یہ دعا صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے نہیں تھی، بلکہ جو بھی وہ کام کرے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کیے، ان کے خاندان اور مال میں ایسی برکت عطا فرمائے گا۔ برادری میں کوئی لڑائی جھگڑا ہوتا، کوئی مسئلہ درپیش ہوتا، انھیں ضرور بلایا جاتا۔

والدِ محترم کے ساتھ زیادہ مجھے رہنے کا موقع ملا۔ آخری ایام تھے، ڈیرے پر بیٹھے ہوئے تھے، مولی کھالی، اس سے انھیں افاقہ نہ ہوا، مختلف ڈاکٹروں کے پاس لے کر گئے، کچھ افاقہ نہ ہوا، بلکہ کہتے تھے: اب مجھے کہیں نہ لے جاؤ، مجھے معلوم ہوتا ہے میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ گھر سے ہسپتال لے جانے لگے، گھر پر نظر دوڑائی، کہنے لگے: آخری دفعہ گھر کو دیکھ رہا ہوں۔ ہسپتال سیالکوٹ گئے، کہنے لگے: اب میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ بس میری جان نکلنے لگی ہے، یہاں تک پہنچ گئی ہے، پھر وہ اشعار پڑھنے لگے:

Marfat.com

جدوں چابی عمر کی مک جانی
گھڑی چلدی چلدی رک جانی

چند نصیحتیں کیں، بہن بھائیوں کا خیال رکھنا، مجھے پھل لانے رات کے دو بجے بھیجا، پھل نہ ملا، کہنے لگے: جنت میں جا کر کھاؤں گا۔ ان کی نیکیوں، تبلیغ اور توحید و سنت پھیلانے کے اثرات آج بھی موجود ہیں۔ ان کی دعاؤں اور نیک خواہشات کا نتیجہ ہے۔ راقم الحروف برطانیہ آیا، جماعت کا امیر بنا، اپنی طاقت کے مطابق دعوت وتبلیغ کا کام دیارِ غیر میں کر رہے ہیں۔ یہ والد صاحب کی نیکیوں کے ثمرات ہیں، جن سے فائدہ ان کے بچے اور پوتے اٹھا رہے ہیں۔

نیکی کا صلہ...... نیک اولاد کی صورت میں

اپنے رفقا، عزیزوں، مہربانوں پر نظر دوڑائیں، ایسی کہانیاں مل جاتی ہیں جنھیں دیکھ کر ذہنی سکون بھی ملتا ہے۔ اگر ایک طرف برائی کرنے والا انجام دیکھتے ہیں تو دوسری طرف اچھائی، نیکی کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات کی بارش کے واقعات بھی بہت ملتے ہیں۔ اچھائی اور برائی، نیکی اور بدی کی ٹکر بھی ہمیشہ سے رہی ہے۔ آخر غلبہ اچھائی کا ہوتا ہے، آخر کامیابی نیکو کاروں کو ملتی ہے۔

ہمارے ایک دوست جن کا نام چوہدری محمد اقبال تھا۔ سکول اور ملازمت سے ہمارے ساتھی چلے آرہے ہیں، تکلفات پہلے سے زیادہ ہوتے رہے ہیں۔ کبھی ایسا وقت نہیں آیا، ہماری کبھی ناراضی ہوئی ہو۔ اگر ایک دوسرے سے تعلق محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہو، محبت اور تعلقات میں اخلاص ہو تو اللہ تعالیٰ برکت بھی ڈالتا ہے۔ دوستی اور محبت کے رشتے میں کبھی دراڑیں نہیں پڑتیں۔

Marfat.com

یہ انتہائی ایماندار، دیانت دار اور دین دار ساتھی تھے۔ یہ ایس وی ٹیچر سے ہیڈ ماسٹر کے عہدے تک پہنچے۔ یہ کمیشن کے امتحان میں پاس ہوئے، انھوں نے تعلیم کی لائن اختیار کی، ہیڈ ماسٹر ہی ریٹائرڈ ہوئے۔ ریٹائرڈمنٹ کے بعد اپنا پرائیویٹ سکول بنا لیا، جس کی نگرانی خود کرتے۔ گھر کے افراد محکمہ تعلیم میں تھے، وہی سکول چلا رہے ہیں۔

چوہدری صاحب کے تین لڑکوں اور ایک لڑکی نے قرآنِ مجید حفظ کیا ہے۔ میں برطانیہ آیا، انھوں نے پہلے بچے کے حافظ بننے پر خط لکھا، خوش خبری سنائی۔ انھیں جواب دیا، مبارک باد دی، ساتھ یہ بھی بتایا کہ اس قرآن مجید کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کے گھر والوں پر بڑی برکت نازل کرے گا، دین و دنیا کی دولت سے نوازے گا۔ آخرت میں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا اعزاز بخشا ہے۔ دنیا میں بھی اس کی برکات کی جھلک دکھائے گا۔

برطانیہ سے پاکستان گیا، انھوں نے بتایا، میں نے آپ کا خط سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نعمت سے نوازا ہوا ہے۔ برادری میں عزت و احترام سے انھیں دیکھا جاتا ہے۔ اکثر معاملات میں لوگ ان کے پاس آتے ہیں۔ ان کے بھائی اور بچے بیرونِ ملک گئے ہوئے ہیں، ان کا ایک بچہ پروفیسر ہے۔ اب دولت کی کمی نہیں، ہر لحاظ سے خوش ہیں۔

دورانِ ملازمت میں کبھی انھیں غلط بیانی کرتے نہیں دیکھا، ہمیشہ حق بات کہتے تھے، ہر ایک کی عزت کرتے، حتیٰ کہ سکول کے ملازمین کا بڑا احترام کرتے تھے، وہ ان سے بڑے خوش ہوتے، ہمیشہ کمزوروں کا خیال رکھتے، ان کی درپردہ امداد بھی کرتے رہتے۔ کئی دفعہ ان کے ساتھ سفر کیے، سفر میں بہت

Marfat.com

اچھے رہے۔ میں نے ان کے ساتھ رہ کر کئی سال دیکھا، اپنے والدین کی بڑی عزت و احترام کرتے تھے، ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ ہمارے ساتھ رہنے کی وجہ سے عقیدے کے لحاظ سے بہت اچھے ہو گئے۔ بدعات و رسومات کے خلاف تھے۔ ان کے گھر والے کہتے تھے: مولوی صاحب نے آپ کو ''وہابی'' کر دیا ہے، وہ ہنستے اور کہتے: میں مسلمان ہی ہوں، کچھ نہیں بدلا۔ ایک دو دفعہ ان کے ساتھ بھی اساتذہ اور ہیڈ ماسٹر صاحب نے زیادتی کی، اللہ کا شکر ہے، اس موقع پر بھی ان کا ساتھ دیا تھا۔ انھیں یاد ہے، وہ شکریہ ادا کرتے تھے۔ کہنے لگے: زیادتی کرنے والے آج آتے ہیں، شرم سار ہوتے ہیں، میں نے کبھی انھیں یاد نہیں دلایا۔ آپ لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا تھا۔ ہم سیالکوٹ، ڈسکہ خرید و فروخت کے لیے جاتے، خصوصاً ہمارے سیالکوٹ میں واقف کار سنار تھے، ان کے پاس زیورات کے لیے جاتے، خوب ان سے بحث و مباحثہ کرتے، پیسے بچانے پر اچھے ہوٹل میں کھانا کھاتے۔ کہتے: بجائے اس کے وہ ہمارے پیسے کھائے، ہم اچھا کھانا کیوں نہ کھائیں؟!

غرض کہ دیانت داری، وعدے کی پاسداری، والدین کی خدمت، غریبوں کی امداد اور غلط کاموں سے نفرت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ آج بھی یہ اپنا سکول اور کالج چلا رہے ہیں۔ ان کے بچے اونچے عہدوں پر فائز ہیں۔ جب بھی ان سے ملاقات ہوتی ہے، پرانی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔

دو تولے سونا دینے کا صلہ

اپنے بہت قریبی عزیز ہیں، جنھیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ باوجود اس

Marfat.com

کے ان کے معاشی حالات اتنے اچھے نہیں تھے، صرف سفید پوش تھے۔ اس کے باوجود جتنا بھی ہوسکتا اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہتے تھے، بلکہ ان کی گھر والی پوشیدہ طور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتی رہتیں، حتی کہ اپنے خاوند کو بھی نہیں بتاتی تھیں، کیا کچھ دیا ہے۔ اتنا کہہ دیتی تھیں: اگر میں اللہ کے راستے میں خرچ کروں، اس کی مجھے اجازت ہونی چاہیے، ہاں اتنی بات ضرور ہے دیگر کسی چیز میں خیانت نہیں کروں گی۔

ایک دفعہ مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی، چھت ڈالنے کے لیے سرمایہ ختم ہو گیا۔ اعلان کیا گیا یہ حالات ہیں۔ ایک عورت نے اپنے زیورات لا کر دے دیے۔ اس کے گھر والوں، حتی کہ ساس نے بھی روکا: ایسا نہ کر، حالات اجازت نہیں دیتے، اتنی سخاوت نہ کر۔ اس نے اپنے خاوند سے بات کی اس نے اجازت دے دی۔ یہ تمھارا مال ہے، اگر تم خوشی سے اللہ کے راستے میں دینا چاہتی ہو، مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟!

یاد رہے اس کے پاس صرف دو تولے زیور تھا۔ بہرحال اس نے مسجد میں دے دیا۔ یہ 1980ء کے قریب کا واقعہ ہے۔ شہر (گوجرانوالا) گئے، جا کر سنار کو دیا۔ اسے ساری صورتِ حال بھی بتائی، کہنے لگا: آپ گھبرائیے نہیں، ہم بھی خدا کو ماننے والے ہیں۔ آپ جا کر اس کی قیمت لگوا لیں، سب سے زیادہ میں اس کی قیمت ادا کروں گا۔ واقعی کئی جگہ سے پتا کیا، اس نے پیسے دے دیے۔ اس کے پیسوں سے مسجد کی چھت مکمل ہوگئی۔

اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

”میرے راستے میں جو خرچ کرتا ہے، کئی گنا اس کے بدلے دیتا

Marfat.com

ہوں، حتی کہ بڑھاتے بڑھاتے سات سو گنا تک ہو جاتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو (وہ امریکا چلی گئی) اس کے بدلے ساٹھ تولے سونا دیا، باقی اللہ تعالیٰ کی عنایات اس کے علاوہ ہیں۔ اس نے اللہ کے گھر کی تعمیر کے لیے پیسے دیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے اسے دو تین بڑے بڑے گھر دیے ہیں۔ امریکا میں بھی اس کا اپنا گھر ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے خاوند کے کاروبار میں بڑی برکت ڈالی، اس کے بچے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، اعلیٰ یونیورسٹیوں میں انھوں نے تعلیم حاصل کی ہے۔

وہ عورت جب بھی بات کرتی ہے تو بتاتی ہے اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کا یہ فائدہ ہوا ہے۔ اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے مال میں کمی کبھی نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے اس میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔ اسے ان ذرائع سے رزق ملتا ہے، ایسے دروازے کھول دیتا ہے جسے کوئی بند نہیں کر سکتا، بشرطیکہ آدمی خرچ کر کے تو دیکھے۔ عام معزز آدمی کوئی دعویٰ کرے تو آدمی کو اعتماد ہوتا ہے وہ کبھی خلاف ورزی نہیں کرے گا، وہ بات کا پکا اور سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کیسے کر سکتا ہے، جب کہ اس نے یقین دلایا ہے، وہ مال میں اضافہ اس طرح کرتا ہے، جیسے ایک زمیندار ایک دانہ بوتا ہے، اس سے سات بالیاں لگتی ہیں، ہر بالی میں سو دانہ ہوتا ہے۔

نوٹ: نام اور جگہ نہیں لکھی گئی، کیوں کہ یہ بہت قریبی کا واقعہ ہے۔

دیانت دار، ایمان دار نوجوان

برطانیہ میں کئی نوجوان ایسے دیکھے ہیں، جو ایمانداری، دیانتداری،

Marfat.com

شرافت کے لحاظ سے عام مسلمانوں سے ممتاز ہیں۔ ایسے نوجوانوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے:

''قیامت کے دن انھیں عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔''

ذیل میں ایک نوجوان کا واقعہ تحریر کیا جاتا ہے:

''ڈیوز بری میں برطانیہ کے لڑکوں کے درمیان جشنِ قراءت کا مقابلہ تھا۔ ہم دیکھنے کے لیے گئے۔ بڑا اچھا مقابلہ ہوا، جن نوجوانوں نے حسنِ قراءت کا مقابلہ جیتا، ان کی قراءت سن کر ہر آدمی عش عش کر اٹھا۔ برطانیہ میں اتنے اچھے لڑکے حسنِ قراءت کر لیتے ہیں، پھر غیر عربی طلبا!

پروگرام جس وقت ختم ہوا، جانے کی تیاری کرنے لگے، ہمارے ایک ساتھی کو دس پونڈ کا نوٹ ملا۔ انھوں نے مجھے کہا: اس کا کیا کریں۔ میں نے کئی رضا کار تھے، جو حسنِ قراءت کے مقابلے میں کام کر رہے تھے۔ ایک رضا کار کو کہا: یہ ہمیں دس پونڈ کا نوٹ ملا ہے، یہ اپنے استاد کو دے دینا وہ کہیں خرچ کر لیں گے۔ کہنے لگے: میں اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گا یہ میرا نہیں ہے، میں اسے کیوں پکڑوں؟

ہم کوشش کرتے رہے، اسے دیں، وہ انکار کرتا رہا۔ آخر اسے کہا: اللہ کے بندے اگر نہیں ہمارا بھی تو نہیں ہے۔ ہم مسافر ہیں یہاں سے کوئی تلاش کرنے والا آجائے گا تو آپ کو مل جائے گا ہمیں کیسے ملے گا؟ آپ انتظامیہ کے کسی ذمے دار کو دے دینا۔ آخر اصرار کرنے پر اس نے وہ نوٹ اپنے کوٹ کے ساتھ پکڑا، کہنے لگا: میں اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گا، شیطان نیت خراب بھی کر سکتا ہے۔

ہم تمام ساتھی اس نوجوان کی دیانت داری دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس ملک میں ایسے گئے گزرے دور میں ایسے ایمان دار نوجوان بھی ہیں جو یہ

Marfat.com

ذہنیت رکھتے ہیں، گری ہوئی چیز کو اٹھانا ہمارے لیے جائز نہیں ہے۔ ایسے نوجوان قوم کا ایک سرمایہ ہیں۔ یہ مٹی میں چھپے ہوئے گوہر ہیں، جو یورپ کے اندھیرے میں چمک رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرنے کا صلہ

یہ سچا واقعہ ہے جو ایک اردو ویب سائٹ سے لیا گیا ہے۔

لاہور سے ایک لڑکے نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ اسے کوئی ملازمت نہیں مل رہی تھی۔ معاشی حالات اچھے نہیں تھے۔ اس نے ملازمت کے لیے بڑی کوشش کی، مگر سفارش اور رشوت کے بغیر ملازمت نہیں ملتی تھی۔ حالات سے تنگ آ کر اس نے بھائی کے پروفیسر دوست سے بات کی: یہ میرا مسئلہ ہے، کیا کروں؟ انھوں نے کہا کہ راولپنڈی میں ایک نیک آدمی ہے اس کے پاس جاتے ہیں، اس سے مسئلے کا حل پوچھتے ہیں۔

چنانچہ بزرگ کو ملے، انھوں نے کہا: طریقہ میں بتاتا ہوں، وعدہ کرو، جو عہد کرو گے اسے پورا کریں گے۔ انھوں نے بتایا: اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرو جتنا آپ کو منافع ہوگا اس سے پانچ فی صد اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے۔ یہ وعدہ ابتدا میں نبھانا تو آسان ہوتا ہے، لیکن جب کاروبار میں اضافہ ہو جاتا ہے، پھر کاروباری انفاق فی سبیل اللہ کرنا بھول جاتے ہیں۔ دعا مانگی، ساتھ انھوں نے تاکید بھی کی کہ وعدہ ایفا کرنا، کبھی اپنے آپ کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔

پروفیسر صاحب کہنے لگے: چند سالوں کے بعد اس نوجوان نے مجھے ٹیلی فون کیا، میں نے انارکلی مین تین کروڑ کی دکان خریدی ہے، فلاں تاریخ کو اس کا

Marfat.com

افتتاح کرنا ہے، آپ اس میں ضرور شریک ہوں۔ کہنے لگے: میں نے پوچھا: وعدے کا پاس کیا؟ کہنے لگا: کیا ہے، ابھی تک اس پر قائم دائم ہوں، اسی کا صلہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ پھر اس نے خود ہی بتایا:

میں نے ایک ہزار کے کپڑے خریدے، چھوٹا سا سٹال لگایا۔ مجھے اس سے تین سو روپے کا منافع ہوا۔ 15 روپے میں نے نکال دیے، پھر اور کپڑے خریدے، غرض کہ میرا کاروبار چمکنے لگا، کئی سو سے ہزاروں روپے تک نوبت آ گئی، حتیٰ کہ ایک ایک دن دس دس ہزار روپے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کاروبار میں ترقی کرتا گیا، آج میں اس مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ انارکلی بازار میں اپنی دکان خرید لی ہے، اس کا افتتاح کرنے کے لیے آپ کو بلایا ہے۔ اگرچہ جب لاکھوں روپے آدمی کے پاس ہوں، پھر وہ سوچتا ہے: اتنا پیسا کیسے خرچ کروں؟ کسے اللہ کی راہ میں دوں؟ بڑے بڑے حوصلہ ہار جاتے ہیں۔ ان میں استقامت نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کے بارے میں کہا ہے:

﴿وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنۡ اٰتٰنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ بَخِلُوۡا بِهٖ وَ تَوَلَّوۡا وَّ هُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ﴾ [التوبة: ٧٥،٧٦]

”اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں عطا کیا تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے اور ہم ضرور صالحین میں سے ہو جائیں گے، پھر جب اللہ نے اپنے فضل سے انھیں عطا کیا تو انھوں نے اس میں بخل کیا اور انھوں

Marfat.com

نے (حق سے) منہ موڑ لیا اور وہ (اپنے عہد سے) منحرف ہو گئے۔''

مسلمان ہو یا غیر مسلم اگر وہ اپنی کمائی میں سے غریبوں کا حق نکالے، فلاحی کاموں کے لیے خرچ کرے، اس کے کاروبار میں برکت ہوتی ہے، اس کا مال بڑھتا رہتا ہے۔ آج تک کبھی مسلمانوں نے اس بات پر غور کیا؟ دنیا کی دولت کا ساٹھ فی صد یہودیوں کے پاس ہے۔ بڑے بڑے ادارے، بینک، نیوز ایجنسیاں ان کے پاس ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کاروبار کی وجہ سے دنیا میں چھائے ہوئے ہیں۔

یہود قوم میں یہ صفت ابھی تک چلتی آرہی ہے کہ اپنی آمدنی کا بیس فی صد اپنی قوم کے غریبوں کے لیے خرچ کرتے ہیں، فلاحی کاموں میں دیتے ہیں، ابھی تک دیتے آرہے ہیں۔ ٹیکسو، ایسڈ، موریسن اور دیگر بڑے شاپنگ سنٹر، یہ آمدنی کا مقررہ حصہ ضرور اسرائیل بھیجتے ہیں، ضرور اپنے لوگوں کو دیتے ہیں جس کا نتیجہ ہے، آج دنیا کے اندر سب سے زیادہ دولت ان کے پاس ہے۔ جب تک یہ خرچ کرتے رہیں گے، یہیں چھائے رہے گے۔

ہر مسلمان یہ تہیا کر لے کہ وہ اپنی آمدنی کا کچھ حصہ غریبوں پر خرچ کرے گا، آزما کر دیکھ لے، اللہ تعالیٰ اس کے کاروبار میں اضافہ کرے گا، بشرطیکہ وہ اس میں اخلاص رکھے، کبھی خیانت کرے نہ ڈنڈی مارنے کی کوشش کرے اور نہ کبھی اپنا ہاتھ روکے۔

مال و دولت سے بے رغبتی کا واقعہ

دنیا کی خوب صورتی دنیا کا حسن، مال و دولت، ہیرے جواہرات، سونا چاندی ہے۔ جب کہ ارشادِ باری ہے:

Marfat.com

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾

[آل عمران: ١٤]

''لوگوں کے لیے خواہشاتِ نفس کی محبت مزین (پرکشش) کر دی گئی ہے، یعنی عورتوں سے، بیٹوں سے، سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے ڈھیروں سے، نشان لگے (عمدہ) گھوڑوں سے، مویشیوں سے اور کھیتی سے؛ یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور اچھا ٹھکانا اللہ ہی کے پاس ہے۔''

اگر مال و دولت کی محبت اللہ کی محبت سے ٹکرائے یا ناجائز ذرائع سے دولت کمائی جائے تو اس دولت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس سے لڑائی جھگڑا، باہمی رقابت، حسد، کینہ، بغض وعناد پیدا ہوتا ہے۔ مال و دولت کے پجاریوں کے لیے اس مادیت کے دور میں ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے جس سے مال سے بے رغبتی اور عدمِ محبت واضح ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے اس کی کوئی جائیداد خریدی، خریدنے والے نے اس زمینی جائیداد میں ایک مٹکا مدفون پایا، جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ خریدار نے فروخت کنند سے کہا: اپنا سونا مجھ سے لے لو، میں نے زمین تم سے خریدی ہے، سونا تو نہیں خریدا۔ جائیداد فروخت کرنے والے نے کہا: میں نے تو تمھارے ہاتھ زمین ہی نہیں بیچی، بلکہ اس میں جو کچھ ہے وہ بھی تمھارے ہاتھ فروخت کر

Marfat.com

دیا تھا۔ دونوں اپنا مقدمہ ایک دوسرے شخص کے پاس لے گئے اور اسے ثالث بنایا۔ اس نے کہا: کیا تم میں سے کسی کی اولاد ہے؟ ایک نے کہا: ہاں میرا ایک لڑکا ہے، دوسرے نے کہا: ہاں میری ایک لڑکی ہے۔ ثالث نے کہا: اس لڑکے کا نکاح لڑکی سے کر دو، اس سونے میں سے ان دونوں پر خرچ کرو اور صدقہ دو۔"[1]

چونکہ یہ آدمی بڑے ایمان دار، دیانت دار، مال سے محبت کرنے والے نہیں تھے، اگر ایسے باپ ہوں تو ان کی اولاد بھی نیک ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر و برکت ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے ذرائع سے خزانے دیتا ہے جس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

کاش! کوئی ایسا بن کر تو دکھائے! کوئی اپنے آپ کو اس سانچے میں تو ڈھالے!

نماز میں سستی نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کیا صلہ دیا؟

وقار الملک نواب مشتاق حسین کی پوری زندگی خیر کے حوالے سے مکافاتِ عمل میں بہت ایمان افروز مثال ہے۔

موصوف 1841ء میں بھارت کے علاقے سنبھل میں پیدا ہوئے، ان کی عمر صرف چھے ماہ کی تھی، جب ان کے والد وفات پا گئے اور ان کی والدہ انھیں لے کر اپنے والدین کے پاس امروہہ چلی گئیں اور یہیں انھوں نے پرورش پائی۔

چھے سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کیا، عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی اور 1859ء میں یعنی 19 سال کی عمر میں دس روپے ماہانہ پر مدرس کی حیثیت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٤٧٢)

Marfat.com

سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ بعد ازاں محکمہ عدالت میں میر منشی یا ہیڈ کلرک بن گئے۔ اس زمانے میں سرسید احمد خان علی گڑھ میں صدر الصدور تھے اور مشتاق حسین کو ان کی ماتحتی میں کام کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ سرسید ان کی لیاقت اور امانت و دیانت سے بے حد متاثر ہوئے، ان کا یہ تاثر مشتاق حسین صاحب کی ترقی کا زینہ بن گیا۔

ہوا یوں کہ 1875ء میں موصوف ایک انگریز کلکٹر مسٹر کالون کے ماتحت کام کر رہے تھے۔ نماز کا وقت آتا تو مشتاق حسین صاحب معمول کے مطابق دفتر سے اٹھ کر مسجد میں چلے جاتے، کالون اعتراض کرتا، نماز پڑھنے سے منع کرتا۔ مشتاق حسین نے جواب دیا: نماز مذہباً مجھ پر فرض ہے، میں اسے چھوڑ نہیں سکتا، لیکن کالون بڑا ہی متعصب تھا۔ کٹر عیسائی تھا، اسے نماز ہی سے بغض تھا، اس لیے نماز کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر مشتاق حسین صاحب نے تحریری درخواست دی کہ ادائے نماز کے لیے تھوڑی سی غیر حاضری معاف کر دی جائے یا غیر حاضری کے وقت کی تنخواہ کاٹ لی جائے یا چھ ماہ کی رخصت دی جائے اور اگر ان میں کوئی بھی صورت منظور نہ ہو تو اس درخواست کو میرا استعفیٰ سمجھ لیا جائے۔

اس طرح موصوف محترم بڑی بے تکلفی کے ساتھ پندرہ سال کی ملازمت سے دستبردار ہونے پر تیار ہو گئے، لیکن نماز میں تاخیر گوارا نہ کی۔ قصہ کوتاہ یہ کہ ظالم کالون نے یہ تینوں صورتیں قبول نہ کیں اور مشتاق حسین صاحب نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ اس وقت وہ اس محکمے سے ڈیڑھ سو روپے ماہوار تنخواہ پا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندے کے اس اخلاص اور جذبے کی قدر یوں کی کہ سرسید احمد خان کی سفارش پر حیدر آباد دکن

Marfat.com

کے وزیرِ اعظم اور سالارِ جنگ نے مشتاق حسین کو چار سو روپے ماہانہ کی تنخواہ پر محکمہ عدالت و پولیس میں باوقار ملازمت عطا کر دی۔

جہاں وہ اپنی ایمان داری اور حق گوئی کی بنا پر ترقی کرتے کرتے صوبہ وارنگل کے گورنر بنا دیے گئے۔ سر آسمان جاہ بہادر کی وزارتِ عظمیٰ کے دوران میں تو وہ پوری ریاست کے انتظامی امور کے کرتا دھرتا تھے۔ اس دور میں قدرتِ خداوندی نے انھیں وقار الدولہ وقار الملک مشتاق حسین خان بہادر انتصار جنگ بنا دیا اور بے پناہ عزت و توقیر ان کے حصے میں آ گئی۔

1892ء میں نواب وقار الملک نے حیدر آباد کی ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لی اور باقی عمر قوم کے تعلیمی و سیاسی، رفاہی امور کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔ نواب محسن الملک کی وفات کے بعد علی گڑھ کے سیکرٹری بن گئے اور انہی کے عہدِ نظامت میں اس کالج نے مسلم یونیورسٹی کی صورت اختیار کی، آخر وقت تک بھرپور خدمات انجام دیتے ہوئے جنوری 1917ء میں وفات پائی۔

نواب صاحب اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے۔ یہ بے حد غریب پرور تھے، ملازموں کا بہت خیال رکھتے۔ یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کے وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ غیر شادی شدہ لڑکیوں کی شادی کا انتظام کرتے اور مقروض لوگوں کے قرض ادا کرتے۔ اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کے باوجود آپ نے محبت اور انکسار کا رویہ برقرار رکھا۔ دوسروں کو مصیبت اور مشکل میں دیکھ کر اشک بار ہو جاتے۔

کردار کی ان اعلیٰ خصوصیات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا تھا۔ چنانچہ بڑا ہی ایمان افروز واقعہ ہے کہ وہ ایک بار بیمار ہوئے تو رخصت لے کر آرام اور علاج کی خاطر کسی پہاڑی مقام پر چلے گئے۔

Marfat.com

وہاں انھیں پتا چلا کہ خشک سالی کی وجہ سے ان کے صوبے میں صورتِ حال بہت نازک ہوگئی ہے اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے فصلیں سوکھ رہی ہیں اور مویشی مر رہے ہیں، چنانچہ فوراً رخصت ختم کر کے اپنے صوبے میں آئے، سارے علاقے کا دورہ کیا اور پھر ایک جگہ جھونپڑے میں بیٹھ کر دعائیں کرنے لگے اور زار و قطار رونے لگے، مشکل سے دو گھنٹے گزرے تھے کہ گھٹائیں امنڈ آئیں اور موسلا دھار بارش ہونے لگی، حتیٰ کہ جس جھونپڑے میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ٹپکنے لگا اور آپ کا سارا لباس تر بتر ہوگیا۔

رزقِ حلال کی برکت

متشرع صورت کے خوش اخلاق اور معصوم پیکر محمد انیس سے میری ملاقات محمد یونس مغل صاحب کی معیت میں 06/03/2006 میں ہوئی۔ وہ عوامی روڈ ڈسکہ میں رہتے تھے اور پراپرٹی کا کاروبار کرتے۔ غلہ منڈی میں ان کی آڑھت کی دکان تھی۔ ان کی کہانی رزقِ حلال کی ایک ایمان افروز کہانی ہے۔ انھوں نے بتایا:

میں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز 1985ء میں پولیس کی ملازمت سے کیا۔ معمولی کانسٹیبل بھرتی ہوا، 1995ء میں ترقی کر کے اے ایس آئی بن گیا، لیکن 1999ء میں ملازمت ترک کر دی اور پراپرٹی کا کاروبار شروع کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں ملازمت کے دوران میں رشوت نہیں لیتا تھا، لوگوں کے جائز کام کرا دیتا تھا، تاہم کوئی خوشی سے کچھ دیتا تو انکار نہیں کرتا تھا۔ میں نے 1989ء میں شادی اپنے قریبی رشتے داروں میں کی، میں نے عزم کر رکھا تھا اپنے سسرال کے لیے کسی پریشانی کا سبب نہیں بنوں گا، چنانچہ میں نے ان سے کوئی معمولی چیز

Marfat.com

بھی طلب نہیں کی۔ اس کا صلہ خدا نے یہ دیا کہ شادی کے پہلے ہی مہینے میں سیالکوٹ میں بگ سٹی الاوئنس کا اجرا ہوگیا اور میری تنخواہ ڈیڑھ سو روپے بڑھ گئی۔

پولیس کی ملازمت چھوڑنے کا سبب ارد گرد کا یہ مشاہدہ تھا کہ تقریباً سارے پولیس افسروں کے گھریلو حالات بہت ہی خراب نظر آتے تھے۔ انسپکٹر، ڈی ایس پی وغیرہ سب کی اولاد خراب تھی، نالائق تھی، ان کے لڑکے چوری ڈاکے میں ملوث تھے اور ماں باپ کی طرح، کئی طرح کی بیماریوں میں مبتلا تھے، اس کا سبب مالِ حرام اور رشوت کی کمائی تھی۔ میں سوچا کرتا تھا کہ اگر میں بھی ملازمت پر اکتفا کرتا ہوں تو گزارہ مشکل ہوگا۔ اگر رشوت لوں گا تو میرے گھر کا اور اولاد کا وہی حشر ہوگا جو ان لوگوں کا ہو رہا ہے، چنانچہ میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ نوکری چھوڑ دوں گا اور کاروبار کروں گا۔

اس مقصد کی خاطر میں اپنی تنخواہ میں سے ہر ماہ ایک ہزار کی بچت کرنے لگا، چونکہ ہم پانچوں بھائی والدین کے ساتھ اکٹھے رہتے تھے، اس لیے یہ بچت آسانی سے ہوگئی اور میں نے 1995ء میں ایک بیگھہ زمین 90 ہزار میں خرید لی۔ 20 ہزار ایڈوانس دیے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور وہ زمین میں نے جلد ہی ایک لاکھ بیس ہزار میں فروخت کر دی۔ میرا حوصلہ بڑھنے لگا، کاروبار چل نکلا۔ 1999ء میں، میں نے ملازمت ترک کر دی اور ساری توجہ کاروبار پر مرکوز کر دی۔ میں ایک ہاؤسنگ کالونی میں حصے دار بن گیا اور وہاں سے پندرہ سولہ لاکھ کا منافع ہوگیا، چنانچہ اب تک میں تین ہاؤسنگ کالونیاں بنا چکا ہوں۔ اللہ کا مجھ پر بے حد و حساب کرم ہے اور اب غلہ منڈی میں آڑھت کا کاروبار بھی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ ڈیڑھ سال سے تبلیغ سے وابستہ ہوں، پہلے نیند نہیں آتی تھی، روپے پیسے ہی کے خیالات ذہن میں چھائے رہتے تھے۔

Marfat.com

اب سکون سے سوتا ہوں اور اللہ کی بے حد و حساب نعمتوں پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے، بحمد اللہ سب فرماں بردار اور نیک ہیں۔[1]

دیانت دار ٹیکسی ڈرائیور

کراچی سے تعلق رکھنے والا ایک اکیس سالہ نوجوان سید قرب احمد نیو یارک کے ایک تعلیمی ادارے جیالوجیکل نیوف آف امریکہ میں ایک خصوصی کورس کر رہا تھا اور ویک اینڈ پر ٹیکسی چلاتا تھا۔ ٹیکسی چلاتے ہوئے اسے صرف تین ہفتے گزرے تھے کہ جولائی 1998ء کی ایک رات کو ساڑھے نو بجے اس نے اپنی شیور لیٹ ٹیکسی پر ایک حبشی بڑھیا کو اس کے سٹاپ پر اتارا۔ کچھ دور آگے جا کر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پچھلی سیٹ پر ایک بیگ نظر آیا جو وہ بڑھیا ٹیکسی سے اترتے ہوئے بھول گئی تھی۔ اس نے ٹیکسی روکی، بیگ کھول کر دیکھا تو وہ سو سو ڈالروں کے نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ قرب احمد نے فوری طور پر پولیس سے رابطہ کیا، اسے تھانے میں بلایا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد پولیس اس بڑھیا کو تلاش کر کے تھانے لے آئی۔ وہ اپنا بیگ دیکھ کر بے حد خوش ہوئی اور اس نے قرب احمد کو ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔ اس بیگ میں 32,859 ڈالر کی رقم تھی اور یہ اس کی عمر بھر کی کمائی تھی۔ چونکہ امریکا میں بینک دیوالیہ ہوتے رہتے ہیں، اس لیے لوگوں کا اعتماد بینکوں سے اٹھ گیا ہے اور یہ بڑھیا بھی اسی خوف سے اپنی جمع پونجی ایک بیگ میں ڈال کر ہر وقت اپنے پاس رکھتی تھی۔

قرب احمد نے اتنی بڑی رقم واپس کر کے بڑھیا پر جو عظیم احسان کیا تھا، اس کے شکریے کے طور پر اس نے قرب احمد کو کچھ رقم کی صورت میں اصرار کر

[1] ڈاکٹر عبدالغنی فاروق (مکافاتِ عمل)

Marfat.com

کے نقد رقم دینا چاہی، مگر قرب احمد نے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا۔ امریکا کے ماحول اور معاشرے میں جہاں کسی کو دس ڈالر بھی مل جائیں تو وہ واپس نہیں کرتا۔ قرب احمد کی یہ مثال منفرد اور یکتا نوعیت کی تھی۔ چنانچہ مختلف سرکاری اداروں اور اخبارات اور عام میڈیا نے اس کی خصوصی حوصلہ افزائی کی اور دوسرے ہی روز اخبارات کے کتنے رپورٹر اور ٹی وی نمایندے آگئے اور سب نے اس سے انٹرویو کیے، اس نوجوان کی دیانت اور ایثار کی بہت تعریف و توصیف کی۔

یہی نہیں، بلکہ نیویارک کے میئر مسٹر جولیانی نے قرب احمد کو ملاقات کے لیے بلایا، اسے شیلڈ دی اور اس کی خاص حوصلہ افزائی کی، پھر پولیس کمشنر نے اسے بلایا اور شیلڈ دی۔ انہی دنوں پاکستان کے ایک وزیر شیخ رشید وہاں گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے نوجوان کو بلایا اور 14 اگست کی پریڈ میں اسے شامل کیا اور شیلڈ بھی عطا کی۔

پاکستانی کمیونٹی نے بھی اس کی عزت افزائی کی اور شیلڈ دی۔ وزیرِ اعظم پاکستان میاں نواز شریف نے قرب احمد کو والدین اور بھائیوں سمیت سرکاری خرچ پر اسلام آباد بلایا اور اس کی خاص عزت افزائی کی۔

قرب احمد مرسیڈیز گاڑی چلایا کرتا تھا، چنانچہ مرسیڈیز والوں نے اسے 98 ماڈل کی کار کا انعام میں دے دی اور دو سال کی انشورنس بھی کرا دی۔ بہت سے افراد اور اداروں نے بھی اسے انعامات سے نوازا، چنانچہ مجموعی طور پر اسے گاڑی وغیرہ ملا کر تقریباً ستر ہزار ڈالر کے انعامات حاصل ہوئے۔ اس طرح مکافاتِ عمل کے تحت اس نے 32,859 کی رقم واپس کی تھی اور 70 ہزار ڈالر کے قیمتی انعامات اور عزت و شہرت اسے حاصل ہوگئی اس طرح دیانت داری کا اسے نقد انعام مل گیا۔

Marfat.com

باب 4

برائی کے اثرات اور اس کا انجام

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ [الزلزال: ۸]

"اور جس نے ذرہ بھر برائی کی، وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔"

برائی کے اثرات نہ صرف برائی کرنے والے پر مرتب ہوتے ہیں، بلکہ اس کی اولاد، اس کے خاندان، بلکہ اس علاقے کے رہنے والوں پر بھی ہوتے ہیں۔ جن لوگوں نے یہ غلط کام کیے ان کا انجام کیا ہوا؟ اس سلسلے میں چند واقعات تحریر کیے جاتے ہیں۔

اپنی حقیقت کو نہ بھولیں

انسان پر جب مصیبت آتی ہے، برے حالات آتے ہیں، پھر وہ بڑا اللہ کو یاد کرتا ہے۔ عاجزی انکساری کا مظاہرہ کرتا ہے، اس کی ایک ایک بات سے مسکنت ٹپکتی ہے۔ تواضع کا اظہار کرتا ہے۔ جب حالات اچھے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات، احسانات کی بارش ہوتی ہے۔ اس کی ذہنیت اسی وقت بدل جاتی ہے۔ مسکنت کی جگہ امارت، عاجزی کی جگہ تکبر، اخلاص کی جگہ ریا کاری آجاتی ہے۔ فرعونیت او رنمرودیت جنم لے لیتی ہے۔ وہ اپنی اصلیت کو بھول جاتا ہے، ماضی کو فراموش کر کے مستقبل کی دنیا میں مگن ہو جاتا ہے، وہ

Marfat.com

بھول جاتا ہے کہ حالات پھر بھی پلٹا کھا سکتے ہیں۔

صحیح بخاری میں تین آدمیوں کا واقعہ آتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے۔ ایک کوڑھی، دوسرا گنجا اور تیسرا نابینا۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ انھیں آزمائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو بھیجا وہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے کہا: تم کیا پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: خوب صورت رنگ، خوب صورت جلد، لوگوں نے مجھے اس مرض کی وجہ سے دھتکار دیا ہے۔ فرشتے نے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس کا مرض جاتا رہا۔ اسے خوب صورت رنگ اور خوب صورت جلد عطا کر دی گئی، پھر اس سے کہا: تجھے کون سا مال پسند ہے؟ کہنے لگا: اونٹ۔ اسے دس گابھن اونٹنیاں عطا کر دی گئیں۔ فرشتے نے اسے دعا دی: تمھارے لیے اس میں برکت ہو۔

''پھر وہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا خوب صورت بال چاہتا ہوں، تاکہ مجھ سے یہ مرض زائل ہو جائے۔ اس کی وجہ سے لوگوں نے مجھے دھتکار دیا ہے۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا مرض زائل ہو گیا اور اسے خوب صورت بال عطا ہو گئے۔

''پھر اس نے کہا کہ تجھے کون سا مال پسند ہے؟ کہنے لگا: گائیں۔ اس نے ایک حاملہ گائے دے دی اور کہا: تمھارے لیے اس میں برکت ہو۔

پھر وہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگا میں چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ میرے لیے بصارت لوٹا دے اور میں لوگوں کو

Marfat.com

دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔ پھر اس نے پوچھا کہ مال کون سا پسند ہے؟ کہنے لگا: بھیڑ بکریاں، چنانچہ اسے ایک بچہ جننے والی بکری دے دی گئی۔

''پہلے دونوں کے جانوروں نے بھی بچے دیے اور اس اندھے کی بکری کے ہاں بھی بچے پیدا ہوئے اور اتنی برکت ہوئی کہ پہلے کے پاس اونٹوں سے بھری ایک پوری وادی ہوگئی۔ دوسرے کے پاس گائیوں سے وادی بھر گئی اور تیسرے کے پاس بھیڑ بکریوں کی وادی ہوگئی۔

''پھر کچھ عرصے بعد وہ فرشتہ کوڑھی کے پاس، اس کی سابقہ شکل و صورت میں کوڑھی بن کر آیا اور اس سے کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سارا مال و اسباب سفر میں ختم ہو گیا، آج اللہ تعالیٰ کے سوا اور تمھارے سوا کوئی منزل پر پہنچانے والا نہیں ہے۔ تمھیں اس ذات کا واسطہ جس نے تمھیں خوب صورت رنگ اور حسین جلد عطا کی ہے اور تمھیں مال بھی دیا۔ میں تم سے صرف ایک اونٹ مانگتا ہوں، تاکہ میرا سفر پورا ہو جائے۔ وہ کہنے لگا: مجھ پر بہت ذمے داریاں ہیں، میں مدد نہیں کر سکتا۔ فرشتے نے کہا: شاید میں تمھیں پہچان رہا ہوں، کیا تم کبھی کوڑھی نہ تھے؟ تمھیں لوگوں نے دھتکار دیا تھا؟ تم فقیر نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں مال عطا فرمایا۔ کہنے لگا: میں تو اس کا باپ دادا سے وارث ہوں۔ فرشتے نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی کر دے گا، جیسا کہ تو تھا۔

''پھر گنجے کے پاس آیا، اس کی سابقہ صورت و ہیئت بنا کر اس سے

Marfat.com

وہی بات کہی جو کوڑھی سے کہی تھی اور اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ اس نے اسے بھی بدعا دی اور کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے تیری سابقہ حالت پر لوٹا دے۔

''اس کے بعد وہ نابینا کے پاس اس کی سابقہ صورت میں آیا اور اس سے کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں جس کا سارا اسباب و سامان سفر میں ختم ہو گیا ہے۔ آج اللہ کے سوا اور آپ کے سوا کوئی مجھے منزل تک پہنچانے والا نہیں ہے، میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمھاری بینائی لوٹائی ہے، ایک بکری کا سوال کرتا ہوں، تاکہ اپنا سفر پورا کرسکوں۔ اس نے کہا: بلاشبہہ میں اندھا تھا، اللہ نے میری بصارت لوٹا دی، میں فقیر و مفلس تھا اللہ نے مجھے غنی کر دیا۔ یہ مال اس نے دیا ہے، تم جتنا چاہو لے لو۔ اللہ کی قسم! آج میں تم سے کسی چیز کے بارے میں تنگی اور سختی نہ کروں گا، جو تم اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے لے لو گے۔ فرشتے نے کہا: اپنا مال اپنے ہی پاس رکھو۔ بلاشبہہ تم سب کا امتحان لیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو گیا اور تیرے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔''[1]

آج غور کریں! اکثر لوگوں کا یہی حال ہے ان کا حال بھی بنی اسرائیل کے ان دو افراد کی طرح ہے۔ خصوصاً وہ لوگ جو ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے، ان کے پاس کیا تھا؟ ان کی حالت کیسی تھی؟ اب حالات ذرا بدل گئے ہیں وہ سب چیزیں بھول گئے ہیں، اب نہ خدا یاد رہا نہ رشتے دار یاد، ہر ایک کو بھلا

[1] صحيح البخاري رقم الحديث (٣٤٦٤)

Marfat.com

دیا۔ ہر ایک نواب بن گیا۔ مہاجرین کو اپنی حالت پر غور کرنا چاہیے۔

اسی طرح وہ لوگ جو یورپین ممالک میں بس رہے ہیں، خصوصاً ایشائی ممالک سے آئے ہوئے ان کی کیا حالت تھی؟ کیسے کام کرتے؟ کیسے محنت مزدوریاں کرتے تھے؟ اب اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے اب اپنی اصلیت نہ بھولیں، اپنی امارت کے ڈھول نہ بجائیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، یہ کیا تھے؟ اب کیا بنے ہوئے ہیں؟ تکبر اور فخر نہ کریں۔ حالات پھر بدل سکتے ہیں، اللہ پھر گرفت میں لے سکتا ہے۔ یہاں کے لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

اَن پڑھ خاندان

ہمارے والد صاحب مرحوم چار بھائی تھے، تین ان کی بہنیں تھیں۔ سوائے والد صاحب کے یہ دینی تعلیم بھی واجبی پڑھے ہوئے تھے۔ اردو عربی پڑھ سکتے تھے، اس کے علاوہ باقی کوئی تعلیم کے قریب بھی نہیں گیا تھا۔ دراصل یہ ہندوستان سے جب ہجرت کر کے آئے تو جس گاؤں سے آئے تھے وہاں پڑھنے لکھنے کا رواج نہیں تھا، خصوصاً مسلمانوں میں، کیوں کہ وہ معاشی طور پر اتنے پست تھے کہ ان کو کھانے کے لیے بڑی مشکل سے ملتا تھا، تعلیم کیسے حاصل کرتے؟ پھر ان کا گاؤں بھی ہندوؤں کی ملکیت تھا، وہ تعلیم کی طرف مسلمانوں کو آنے نہیں دیتے تھے۔ پرائمری سکول بھی دیہات سے کئی میل دور تھا، وہاں کیسے جاتے؟ دیہات کے 90 فی صد والدین ان پڑھ تھے، آگے ان کے بچے بھی ان پڑھ تھے۔ جب ہجرت کر کے سیالکوٹ آئے، والد صاحب اور ان کے بھائیوں کے بچے پڑھ لکھ گئے، مختلف ملازمتیں انھوں نے حاصل کر لیں، زیادہ تر فوج میں چلے گئے، ائیر فورس میں بھرتی ہو گئے۔ اللہ کا شکر ہے آگے ان کے سب بچے

Marfat.com

تعلیم یافتہ اور دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔

والد صاحب کے رشتے داروں میں ایک فیملی ہے، جس کا ذکر کرنے لگے ہیں۔ یہ ان پڑھ ہے، کئی پشتوں سے ان پڑھ چلی آ رہی ہے۔ ان کی فیملی کے آج بھی ساٹھ ستر افراد ہیں، کوئی ایک بھی پڑھا لکھا نہیں۔ صرف ایک نے پرائمری پاس کی تھی اسے بھی لکھنا پڑھنا نہیں آتا، ان کا کوئی بچہ سکول نہیں جاتا۔ اگر کسی کو بھیجنے کی کوشش کرتے ہیں وہ پڑھتا نہیں، راستے میں بیٹھ کر آ جاتا ہے، بستہ گم کر دیتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ پوری فیملی میں کوئی نمازی نہیں، کسی ایک کو بھی نماز نہیں آتی، نہ قرآن مجید کسی کو پڑھنا آتا ہے۔

ہم نے انھیں کئی دفعہ نماز کی تلقین کی، بلکہ ان کے بڑے کو زبردستی پکڑ کر مسجد میں لے آئے، لوگوں نے مٹھائی تقسیم کی، ان کی فیملی کا کوئی فرد نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آ گیا ہے۔ نہ انھیں رمضان کا پتا، آیا ہے کہ نہیں۔ سارا دن گھر اور ڈیرے میں حقہ چلتا رہتا ہے، کھانا پکتا رہتا ہے، ان کے اندر یہ حس ہی نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے؟ اللہ کا ڈر تو دور کی بات ہے۔ ان کے گھر جائیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے سو سال پہلے کے لوگ ہیں، گالی گلوچ کرنا، لڑائی جھگڑا کرنا، گانے سننا ان کا عام معمول ہے، بلکہ بھائی آپس میں گالی گلوچ کرتے رہتے ہیں، ساتھ حقہ پیتے رہتے ہیں، ان کی عورتوں کی حالت بھی یہی ہے۔ نماز روزے کا پتا نہیں، بچوں کو گالیاں نکالنا ان کا عام معمول ہے۔ بچے اس ماحول میں کیا پڑھیں؟ کیسے مسجد میں جائیں؟

چھوٹے بڑوں کو گالیاں نکال رہے ہیں، والدین کے ساتھ حقہ پی رہے ہیں، سگریٹ نوشی کر رہے ہیں، نہ انھیں کوئی ڈانٹتا ہے نہ انھیں خیال آتا ہے۔

Marfat.com

بچے سارا دن جانوروں کا چارہ کاٹتے رہتے، ان کی خدمت کرتے ہیں۔ کبوتر انھوں نے رکھے ہوئے ہیں، سارا دن انھیں اڑاتے رہتے ہیں، کبوتروں کے مقابلے کراتے ہیں، اس سلسلے میں ان کا لڑائی جھگڑا بھی رہتا ہے، یہی ان کا معمول ہے۔

ہمارے ہمسائے ہیں، بڑی عزت و احترام کرتے ہیں۔ ملاقات کے لیے آتے ہیں، گھر جائیں، سارے بڑی عزت کرتے ہیں، بلکہ ان کے چھوٹے بڑے کہتے ہیں: چاچا ہم بھی آپ کے خاندان میں سے ہیں، ہمارا بھی آپ کے ساتھ تعلق ہے، ہم بھی آپ کے کچھ ''لگتے'' ہیں، ہمارا بھی کچھ خیال کرلیا کریں۔

جب ذرا گہرائی سے اس کا جائزہ لیں، ایسا کیوں ہے؟ آخر ان کے خاندان میں کوئی ایسی چیز ہوگی جس بنا پر ان کو یہ سزا ملی ہے۔ ہمارے چچا بھی لگتے تھے، وہ سودی کاروبار کرتے تھے، لوگوں کو کچھ قرض دیتے، گندم دیتے، پھر اس پر سود لگاتے۔ اس کا وبال اب اس پورے خاندان پر ہے۔ انھوں نے گھر کی ہر چیز اپنے کنٹرول میں رکھی ہوئی تھی، حتی کہ آٹا، چاول انھوں نے تالے میں رکھے ہوئے تھے۔ عورتوں نے کھانا پکانا ہوتا، ان سے چابی لیتیں، پھر وہ کھانا پکاتیں۔ ان کو گھر کے کسی فرد پر اعتماد نہیں تھا۔ کہتا: سب چوری کرتے ہیں، گھر سے اشیا لے کر دکان میں فروخت کر دیتے ہیں۔ انھوں نے اپنے جتنے بچوں کی شادیاں کی ہیں، سب پیسے دے کر عورتوں کو لائے ہیں، بلکہ انھوں نے کسی کو مفت رشتہ دیا نہ انھیں کسی نے مفت رشتہ دیا۔ یہ ابھی تک ان کے خاندان میں چیز چلتی آرہی ہے، حتی کہ اگر بھائی اپنے بھائی کو یا بہن کو اپنے بچے یا بچی کا رشتہ دیتا ہے، خوب پیسے وصول کرتا ہے۔ کہتے ہیں: غریب ہیں شادی کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

ان کے چچا تھے جس کی کوئی اولاد نہیں تھی، ساری زندگی اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ان پڑھ اور غریب تھا، کون رشتہ دیتا؟ ساری زندگی کام کرتے گزر گئی۔ ان کے سونے کی جگہ جانوروں کا باڑا تھا، جہاں وہ سوتے تھے۔ ہم نے دیکھا جانوروں کی گُڑ میں سوتے، حتیٰ کہ بیمار بھی ہوتے تو وہاں ہی رہتے۔ وہ بیمار تھے قریب سے گزر رہا تھا، مجھے آواز دی: ''مولوی صاحب! ذرا میری بات سننا'' (مولوی میری گل سن لے) ان کو کہیں مجھے دوائی لا کر دیں، مجھے یہاں سے نکالیں۔

میں نے ان کے بھتیجوں کو شرم دلائی، آخر تمھارا چچا ہے، اس کی زمین تم کھا رہے ہو، اس کا علاج کیوں نہیں کراتے؟ کہنے لگے: اسپرو کی گولیاں لا کر دیں تھیں، ایسے ہی شور کرتا رہتا ہے، پھر جس چارپائی پر وہ سوتا تھا وہ ٹوٹی ہوئی تھی۔ اتفاق کی بات ہے رات کسی وقت وہ فوت ہو گیا، اس کی لاش کبڑی ہو گئی، بڑی مشکل سے اسے سیدھا کیا، تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ انھوں نے چچا کے ساتھ زیادتی کی۔ میرے پاس آئے، چچا کے نام پر کچھ دینا ہے، کیا مسجد میں پیسے دے دیں؟ یہ بن رہی تھی۔ پھر انھوں نے صلاح مشورہ کیا، اپنے چچا کا چالیسواں کیا، خوب رشتے دار آئے، کھانا پکایا، ان کو کھلایا، پوری فیملی نے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے، شادی سے زیادہ انھوں نے خوشی کی۔

انھوں نے اپنی بچی کی شادی پر خوب خرچ کیا، بارات میں خوب گایا بجایا، حتیٰ کہ ان کے لڑکوں نے شادی کی خوشی میں شراب پی، وہ زہریلی تھی۔ ایک شراب پی کر فوت ہو گیا، تین اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، جوانی کی حالت میں فوت ہو گیا، یہ تو اس فیملی کی داستان ہے۔

Marfat.com

جہاں تک ہمسائیگی کا تعلق ہے، ہم نے ہر طرح انھیں راہِ راست پر لانے کی کوشش کی، آخر ہم ناکام ہو گئے۔ انھیں مسجد میں لاتے، بچوں کو قرآن پڑھانے کی ترغیب دلائی، کچھ اثر نہیں ہوتا۔ دنیاوی تعلیم تو تھی نہیں دینی بھی نہیں۔ نماز روزے کا نہ آدمیوں کو پتا نہ ان کی عورتوں کو نہ بچے بچیوں کو، اس طرف ان کا ذہن جاتا ہی نہیں۔ جب بڑوں کو کہیں، کہتے ہیں: مسلمان ہی آئیں گے، کپڑے پلید ہیں، صاف کریں گے، پھر نماز پڑھیں گے۔ ہم دوسرے لوگوں خصوصاً اپنے خاندان والوں کو بتاتے ہیں، تعلیم حاصل نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ بڑوں کے گناہوں کا اثر ان کے خاندان پر بھی ہوتا پڑتا ہے۔

بے جاسختی کا نتیجہ

برطانیہ میں تقریباً ہر گھر کا مسئلہ ہے۔ نئی نسل کے اندر والدین سے بغاوت کا رجحان دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ سیلاب آیا ہوا ہے، جس کے آگے بند باندھنا مشکل ہو رہا ہے، جو بند باندھا جاتا ہے حکومت اس کو توڑ دیتی ہے۔ نئی نسل اسے خود گرا دیتی ہے یا اس میں ایسا سوراخ کر دیتی ہے جس سے پانی رِستا رہتا ہے۔ والدین پرانی سوچ کے ہیں وہ سیلاب کو روکنے کی اپنے طریقے سے کوشش کرتے ہیں، وہ ناکام ہو جاتے ہیں۔ کونسل کے مکانوں میں رہنے لگ جاتے ہیں یا پھر کسی انگریز کے ساتھ ان کے گھروں میں چلے جاتے ہیں۔ یہاں کی حکومت ان کی سرپرستی کرتی ہے۔ ذرا شکایت کر دیں فوراً پولیس پہنچ جاتی ہے، والدین کو پکڑ کر لے جاتی ہے یا پھر اس علاقے میں ان کا داخلہ بند کر دیا جاتا ہے۔

دو طرح کے خاندانوں میں یہ بیماری دن بدن پھیلتی جا رہی ہے۔ ایک تو

Marfat.com

وہ جو بے دین ہیں، جن کے ہاں دین نام کی کوئی چیز نہیں، بچے جہاں مرضی جائیں، جس کے ساتھ مرضی پھریں، اسے آزادی کے نام سے گردانتے ہیں، کیوں کہ بڑے خود یہ کرتے رہے ہیں۔ دوسرے وہ جو بظاہر اپنے آپ کو دین دار کہلاتے ہیں، لیکن ہوتے نہیں۔ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں، نمازیں بھی ادا کرتے رہتے ہیں، انگریز عورتوں کے پیچھے پھرتے رہتے ہیں، چوری چھپے تمام وہ کام کرتے ہیں جو عام آدمی کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے ان کی ان کرتوتوں کے اثرات ان کی اولادوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

اب ہم ایسی فیملی کا ذکر کرتے ہیں، جو امریکہ میں رہتی ہے۔ سیالکوٹ کے رہنے والے جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ دین دار کہلاتے تھے اپنے بچوں پر بے جا سختی کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے بچے باغی ہو گئے۔ ایک بڑا لڑکا اس نے اپنے کمرے میں گانے بجانے کا پورا انتظام کیا ہوا ہے۔ اکیلا اپنے کمرے میں گندے گانے سنتا ہے، گانے لگا کر خود ناچتا کودتا رہتا ہے، اپنی وضع قطع بھی اپنے ہیرو کی طرح بناتا، کپڑے بھی اسی طرح کے پہنتا۔ بعض دفعہ وہ کارٹون سا لگتا۔ لڑکے اسے مذاق کرتے وہ کوئی اہمیت نہ دیتا۔

گھروں سے اکثر باہر رہنے لگا، سکول کے دوران ہی اس کے ایک انگریز لڑکی کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم ہو گئے۔ جس نے ایک بچی بھی پیدا ہو گئی، اس نے باہر جا کر اس سے نکاح بھی کر لیا، والدین کو جب پتا چلا انھوں نے گھر بلا کر اسے وارننگ دی، اگر ہمارے ساتھ رہنا ہے تو اس لڑکی کو چھوڑنا ہو گا۔ اس نے والدین کو صاف جواب دے دیا، اب وہ مسلمان ہو گئی ہے، اب جائز طریقے سے اس سے میں نے نکاح کر لیا ہے، اب آپ کو کیا اعتراض ہے؟ پھر

Marfat.com

وہ مسلمان ہوگئی ہے، اس سے میری ایک بچی بھی ہے، اب اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ والدین نے کہا: پھر ہمیں چھوڑ دے، گھر سے نکل جا۔ وہ گھر سے چلا گیا۔ کئی سالوں کے بعد اس نے والدین سے رابطہ کیا، ملنے جلنے، تعلقات قائم رکھنے کے بارے میں کہا۔ والدین نے انکار کیا۔ اس نے کہا: جو آدمی ان سے بات کرتا ہے، تعلقات ختم کرنا اچھی بات نہیں، اگر وہ ملنا چاہتا ہے تو انکار کیوں کرتے ہیں؟

اس دوران وہ لڑکا امریکا کی یونیورسٹی میں پڑھتا تھا، ساتھ کام بھی کرنے لگا، اس کی بیوی بھی کام کرنے لگی، تین خوب صورت ان کے بچے بھی ہو گئے۔ ان کے نام انھوں نے انبیائے کرام کے نام رکھے۔ پھر لڑکا بڑا مذہبی ہوگیا، اس کی بیوی بھی حجاب کرنے لگ گئی۔ اس لڑکی نے اپنے بھائیوں، اپنی والدہ کو بھی مسلمان کرلیا۔ ماشاء اللہ سارا گھرانہ بڑا مذہبی ہوگیا۔ اس سے ایک دفعہ ملاقات ہوئی، کہنے لگا: والدین کو سمجھائیں، جب برا تھا اس وقت بھی نفرت کرتے تھے، اب جب کہ تائب ہو چکا ہے۔ میری اپنی فیملی بن گئی ہے، کئی افراد کو مسلمان کر چکا ہوں، اپنی پوری فیملی کو لے کر حج پر بھی گیا ہے۔ اب والدین کا رویہ کچھ بدلا ہے۔ اب انھوں نے حالات سے سمجھوتہ کرلیا ہے، اب ایک دوسرے کو ملتے جلتے ہیں۔ اب وہ انگریز لڑکی بھی آتی جاتی ہے، بلکہ ان کی بڑی عزت کرتی ہے۔ بچے ماشاء اللہ خوب صورت ہیں، اب والدین انھیں بڑا پسند کرتے ہیں، بلکہ اب ان بچوں کو پاکستان بھی لے کر گئے ہیں۔

ان کے گھر کا ماحول عورتوں کے کٹرپن کی وجہ سے کافی کشیدہ رہتا ہے۔ ان پڑھ ہونے کے باوجود بحث مباحثہ، مسئلے مسائل بتانے میں سب سے آگے ہوتی ہیں۔ پورے محلے میں کوئی عورت ان سے کھل کر بات نہیں کرتی، انھیں یہ گھمنڈ ہوتا

Marfat.com

ہے ہم خاندانی توحید پرست ہیں۔ پاکستان میں ہم دین کا بڑا کام کر رہے ہیں، ہر وقت شیخی بگارتی رہتی ہیں، اپنے بچوں اور بچیوں کو تنقید کا نشانہ بناتی رہتی ہیں۔

ایک بھائی جس کا ایک ہی بچہ تھا اس کا پروگرام بتا رہے تھے پاکستان (فیصل آباد) میں شادی کرنی ہے، اس کا سامان تیار کر رہے تھے، پاکستان چند دنوں کے بعد جانا تھا۔ اچانک وہ لڑکا غائب ہو گیا، کئی سال ہونے کو ہیں کوئی پتا نہیں وہ کدھر گیا۔ کبھی کبھار وہ ٹیلی فون کر کے بتا دیتا ہے وہ خیریت سے ہے۔ اب والدین تڑپ رہے ہیں، کسی طرح وہ گھر آ جائے گا، جو کہے گا وہ کریں گے۔ وہ بات سننے کے لیے تیار نہیں، وہ اپنے گھر والوں سے ملنا نہیں چاہتا۔ یہ راز اب تک راز ہی ہے، وہ کیوں بھاگ گیا ہے؟

وہ پاکستان شادی نہیں کرنا چاہتا تھا یا اور کوئی سبب تھا اس کا ابھی تک پتا نہیں چل سکا۔ لوگ مختلف چہ میگوئیاں کرتے ہیں جب تک کسی چیز کا ثبوت نہ ہو آدمی کیا کہہ سکتا ہے۔ اتنی بات ضرور ہے گھر کا ماحول بڑا سخت تھا، ہر وقت تنقید کی جاتی تھی، بچوں بچیوں پر سختی کرنے کے بجائے انھیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں، انھیں احساس ہو وہ کون ہیں؟ اسلامی احکامات کا مقصد کیا ہے، اگر ان کے ذہن میں یہ چیز پیوست ہو جائے تو پھر سختی کرنے کی ضرورت نہیں۔ جن گھروں کا ماحول گھٹن والا ہو، بچے بچیاں والدین سے کھل کر بات نہ کر سکتے ہوں وہاں حالات ایسے ہی ہوتے ہیں۔

بچیاں بھی بغاوت پر اتر آتی ہیں، پھر ان یورپین ممالک میں آدمی کچھ کر بھی نہیں سکتا۔ آخر مجبور ہو کر ہتھیار پھینک دیتے ہیں۔ کاش سر سے پانی گزرنے سے پہلے وہ سوچیں بچوں سے اس طرح پیش آئیں کہ وہ اپنے دل کی ہر بات

Marfat.com

آپ سے بیان کریں، نیز ہر چیز میں میانہ روی بہتر ہے۔ نہ ہی ان کو کھلی آزادی دینی چاہیے جس کے ساتھ مرضی پھریں، جو چاہیں کریں، جب چاہیں گھر آئیں جائیں، نہ ہی اتنی مذہبی طور پر پابندی لگائیں وہ اپنے طور پر کچھ کر ہی نہ سکیں، پھر اسلام کا ایسا تصور ان کے سامنے پیش نہ کریں کہ وہ آزادانہ طور پر کچھ کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ اس کا ردِ عمل یہ ہوتا ہے جب کہ انھیں آزادی ملتی ہے یونیورسٹیوں میں جاتے ہیں، پھر ہر چیز سے وہ آزاد ہو جاتے ہیں، پھر جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو، قرآنی تعلیمات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پکوڑے بیچنے لگے

ایک وقت تھا، دیہات میں سب سے زیادہ ان کی زمین تھی، ان ہی کے نوکر چاکر زیادہ تھے، یہی زیادہ فضول خرچ تھے، ان کے گھروں میں مرغن غذائیں پکتی تھیں۔ ان کے بچے سب سے زیادہ خرچ کرتے تھے، لباس ان کا سب سے اچھا ہوتا تھا۔ سگریٹ سب سے اچھے پیتے تھے، شراب و کباب کے بھی رسیا تھے، شہر سیالکوٹ۔ جاتے سپیشل تانگہ کرا کر جاتے، کئی کئی کھانے پینے کی اشیا کے بیگ لاتے۔ ان کی عورتیں بھی بڑی ٹھاٹھ باٹھ سے رہتی تھیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے: اتنا پیسہ خرچ کرتے تھے تو ان کی آمدن کا ذریعہ کیا تھا؟ ان کی زمین کافی تھی اس لیے رانا صاحب کے نام سے پورا خاندان مشہور تھا، سب بھائیوں کی زمینیں کافی تھیں۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے آئے تو گاؤں میں سب سے اچھی زرخیز زمینیں انھیں الاٹ ہوئی تھیں۔ انھیں زمین بیچنے کا چسکا لگ گیا، جب

Marfat.com

بھی پیسوں کی ضرورت پڑتی، تھوڑی سی زمین بیچ لیتے۔ ایک دوسری فیملی کافی پیسے والے تھے، اتنے ہی وہ مسکین بنے رہتے، رانا صاحب کے آگے جی جی کرتے رہتے، انھیں تحفے تحائف دیتے رہتے۔ رانا صاحب نے ان کے ہاتھوں زمین فروخت کرنی شروع کر دی، آہستہ آہستہ ساری زمین ان کے ہاتھوں بیچ دی، اب بالکل کنگال ہو گئے۔

اب قدرت کی طرف سے ان کے کرتوتوں کی سزا ملنے لگی، ان کے گھروں میں اچانک آگ بھڑک اٹھتی، صندوق کے اندر رکھے کپڑے جل جاتے، اگر ہمیں کوئی بتاتا تو اس پر اعتبار نہ کرتے، ہم نے اپنی آنکھوں سے کمبل رضائیاں جلتے دیکھیں، پھر انھوں نے پیروں فقیروں، دم درود کرنے والوں کو بلانا شروع کر دیا، کسی طور پر آگ پر قابو نہ پایا جاتا۔ مشہور ہو گیا اس گھر میں جنات نے بسیرا کر لیا ہے، اس لیے وہ آگ لگاتے ہیں۔ سوچنے کی بات تھی آخر پورے گاؤں میں ان کے ہاں جنات نے بسیرا کیوں کیا ہے؟ یہ قدرت کی طرف سے اسے سزا برے اعمال کا نتیجہ نہیں سمجھتے تھے۔ ایک تو یہ کمزور عقیدے کے تھے، تعویذ دھاگے پر یقین رکھتے تھے، دوسری چیز اگر مال و دولت اور عیاشی کی فراوانی ہو پھر بھی زمین دار تو کو زنا عادت پڑ جاتی تھی۔

ایک دفعہ اس کی اپنے رقیب سے لڑائی ہو گئی، اس کا سر پھاڑ دیا کسی نے کچھ نہیں کہا، کیوں کہ وہ حقیر قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ عورتوں پر دولت لٹاتا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے سزا مل رہی تھی وہ سمجھتا نہیں تھا۔ ہمارا گھرانہ مذہبی تھا، ہم دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مختلف مدارس میں گئے ہمیں بھی مذاق کرتا۔ تم راجپوت ہو کر دینی تعلیم حاصل کرتے ہو، راجپوت والے تو مرغ، کتے

Marfat.com

اور بٹیرے لڑاتے ہیں، تم کن چیزوں میں پڑ گئے ہو؟ بہر حال مذاق اڑاتا تھا۔

حالات ایسے برے کہ بدحالی نے ڈیرے ڈال دیے۔ اس کی بیوی کبھی سالن اور دیگر اشیا مانگنے کے لیے گھر آ جاتی۔ والدہ صاحبہ انھیں چیزیں دے دیتیں، کہتیں: دیکھا اللہ تعالیٰ نے انھیں کیسی سزا دی ہے؟ زمین فروخت ہوگئی، بچے جوان ہو گئے، گاؤں کے اندر عزت ختم ہوگئی۔ ساہیوال کے کسی گاؤں میں چلے گئے، پتا چلا ان کے سسرال کی چھوٹی سی گدی تھی، وہاں انھوں نے جا کر ڈیرے ڈال دیے ہیں۔ ایک ساتھی جو وہاں رہتے تھے، انھوں نے رانا صاحب کے بارے میں بتایا، اب ان کے لڑکے سائیکلوں کو پنکچر لگاتے ہیں۔ انھوں نے پکوڑے بیچنے کا چھوٹا سا کھوکھا رکھا ہوا، پکوڑے بیچ کر گزارہ کرتے ہیں۔

ایک دفعہ تشریف لائے، ان سے بچوں کے بارے میں پوچھا، کہنے لگے: محنت مزدوری کرتے ہیں، اپنی روزی کما رہے ہیں۔ ان کی بات سن کر بڑا افسوس ہوا، کہاں شاہانہ زندگی، کہاں فقیرانہ زندگی، کہاں وہ ٹھاٹھ باٹھ، کہاں یہ مسکینی اور غربت۔ اگر اچھے حالات میں انسان اللہ کو یاد رکھے، غریبوں کا خیال رکھے، اللہ تعالیٰ تھوڑی سی حلال روزی ہو اس میں برکت ڈالتا ہے۔ آج جب بھی ان کے چوبارے کے قریب سے گزرتے ہیں تو وہ یاد تازہ ہو جاتی ہے، کہاں بادشاہی سے فقیری میں آ گئے!!

زمیندار اپنی زمین میں گوڈی کرنے لگا

ہمارے گاؤں کے قریب ایک گاؤں گھوڑوڑا ہے۔ پہلے کافی پسماندہ تھا، شہر سے دور تھا، کوئی راستہ وغیرہ نہیں تھا۔ پرائمری سکول تک نہیں تھا۔

Marfat.com

ہمارے گاؤں پرائمری سکول میں پڑھنے کے لیے لڑکے آتے تھے۔ وہاں زمین دار اکثر راجپوت فیملی کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ جتنی زیادہ ان کی زمینیں تھیں وہ دین سے اتنے دور تھے کہ مساجد کا شاید ہی رخ کرتے تھے۔ زمینیں ان کی بڑی زرخیز تھیں، گندم اور چاول کی فصل بہت زیادہ ہوتی تھی۔ اکثر ان کی زمینیں بڑی سڑک کے قریب تھیں، انھیں شاید ان کی اہمیت کا احساس نہیں تھا، شہر کے لوگ ان کی اہمیت کو جانتے تھے۔

یہ زمین دار اکثر سیالکوٹ آتے جاتے تھے، زمین کی خرید وفروخت کے سلسلے یا ہوٹلوں میں کھانا وغیرہ کھانے کے لیے۔ جب یہ شہر جاتے مشہور ہوتا رانا صاحب آ گئے ہیں۔ پانچ سات ان کے نوکر چاکر ہوتے جو ان کی ہاں میں ہاں ملاتے، شراب کباب کے کئی ساتھی جو انھیں ہر وقت ان چیزوں میں مشغول رکھتے۔ ان زمین داروں میں ایک کا نام رانا گولی تھا، اصل نام کا تو علم نہیں، رانا گولی کے نام سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ اس نے اپنی زمین کا کچھ حصہ بیچنا شروع کر دیا۔ شہر کے حاجی صاحب تھے جو زمین خریدتے جاتے تھے، ان کے لڑکے بڑے عہدوں پر فائز تھے، بڑی سادہ طبیعت کے مالک تھے روزانہ ہم نے دیکھا شہر سے سائیکل پر آتے، اپنی زمین میں باغ لگاتے، انھیں پانی دیتے تھے، سارا دن یہی کام کرتے تھے۔ انھوں نے زمین خریدنا شروع کر دی۔ چند سالوں کے اندر ان کی 75 ایکڑ زمین تھی، ساری انھوں نے عیاشی میں پھونک دی۔ زمین دار اگر شراب و کباب کے رسیا ہو جائیں تو دیمک کی طرح زمینوں کو کھا جاتا ہے۔ اس طرح رانا صاحب کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ میلوں ٹھیلوں میں جاتے، دھوم مچ جاتی رانا گولی صاحب تشریف لائے ہیں، چند بدمعاش ہر وقت ان کے

Marfat.com

ساتھ ہوتے تھے، جو دوسروں کو گالیاں نکالتے، خوب ان کے ساتھ عیاشی کرتے۔ پھر انھوں نے شہر کے بڑے بڑے ہوٹل تاڑ رکھے تھے، جب جاتے ان ہوٹلوں میں کھانا کھاتے۔ ہوٹل کے مالک اور ملازم ان کے آگے پیچھے پھرتے رہتے۔ شہر اکثر زمین فروخت کرنے، رجسٹری کرانے کے لیے جاتے رہتے، جانے والوں کو خوب عیاشی کراتے۔

چند سالوں کے اندر ہی ان کی ساری زمین حاجی صاحب نے خرید لی، جو سائیکل پر سیالکوٹ سے آتے تھے۔ انھوں نے اس زمین پر مختلف قسم کے باغات لگانے شروع کر دیے۔ ان باغات میں محنت مزدوری کرنے کے لیے کئی افراد آتے، حیرانی کی بات ہے جن کی زمین تھی دونوں بھائی اپنی زمین میں باغات کو پانی دینے کے لیے آتے، حاجی صاحب نے ان پر احسان کیا زمین خرید کر ان سے محنت کراتے، اب معلوم نہیں انھیں اور ذلیل کرنے کے لیے یا ان پر احسان کرنے کے لیے انھیں مزدوری دیتے تھے۔

ہماری برادری کے لوگ انھیں ملتے، ان کے ساتھ افسوس کا اظہار کرتے۔ رانا صاحب! یہ آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ کہتے: یہ دنیا چند روز ہے، جتنی عیاشی کرنی ہے کر لے، پھر یہ وقت کب ملے گا۔ ہم نے جتنی کرنی تھی کر لی، اب دل میں کوئی حسرت نہیں رہی۔ ایک تو شرم کے مارے اس علاقے کو چھوڑ کر بجوات کی طرف چلے گئے، شاید ان کی بیوی کی ادھر زمین تھی، اس کو ٹھکانے لگانے کے لیے گئے تھے۔ پھر اپنی بچیوں کی شادی کر کے فراڈ کرتے، یہ ان کا کاروبار تھا۔ آنکھوں کے سامنے اللہ تعالیٰ نے یہ حالات دکھائے، ابھی وہ لوگ موجود ہیں جنھوں نے رانا کولی کی جھوٹی شان و شوکت دیکھی، پھر انھیں باغات کو گوڈی کرتے دیکھا، پھر بھی حالات سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

Marfat.com

ظلم اور بے حیائی کی سزا

صرف اگر ظلم و زیادتی کی جائے تو اس کا انجام برا ہوتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ زنا، بے حیائی بھی کوئی کرنے لگے تو بہت جلدی اللہ کی پکڑ میں آجاتا ہے۔ ہمارے علاقے کے ایک چوہدری صاحب جس کا نام چوہدری عبدالکریم تھا۔ لڑائی جھگڑا کراتا، دوسروں کی زمینوں پر قبضہ کرتا، غریبوں اور کمزور لوگوں کی بہو بیٹیوں پر ہاتھ اٹھاتا، ایک گروپ کا یہ عام معمول تھا۔ کوئی ان کے سامنے بات نہیں کر سکتا تھا۔ پولیس کے یہ ٹاؤٹ تھے، بلکہ ان کے اپنی فیملی کے افراد پولیس میں بھرتی تھے۔ ایک مربعے سے زیادہ ان کی زمین تھی، جو مختلف حربے اختیار کر کے انھوں نے بنائی تھی۔

ایک بیوہ عورت کی زمین کا کسی نہ کسی طریقے سے انھوں نے مختار نامہ لے لیا، پھر ان کو مختلف بہانوں سے ہتھیانے کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ انھوں نے بوڑھی عورت کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا، مجبوراً وہ گاؤں چھوڑنے پر مجبور ہو گئی، پھر مختلف حیلے بہانے کر کے اس کی زمین فروخت کر دی۔

بے حیائی اور بے غیرتی کا یہ عالم تھا گاؤں میں جس غریب کی عورت، بچی خوب صورت ہوتی اس سے تعلقات قائم کر لیتے، بلکہ اپنی زمین اسے زراعت کرنے کے لیے دے دیتے، پھر بے حیائی کا کھیل کھیلتے، حتی کہ اتنی منہ زوری تھی بغیر کسی رکاوٹ کے گھروں میں چلے جاتے، اکثر آدمی بھجوا کر عورتوں اور بچیوں کو منگوا لیتے۔ یہ ان کا عام طریقہ تھا۔ کبھی کبھار کہتے ہم شادی کریں گے۔ اسی طرح یہ کھیل کھیلتے رہتے۔

قدرت کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے، پھر وہ حرکت میں آ گئی، پہلے تو ان کا آپس میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا، اس گروپ کے اندر پھوٹ پڑ گئی۔ ایک

Marfat.com

دوسرے پر گولیاں چلانے سے باز نہیں آتے تھے، خوب ان کی آپس میں دھینگا مشتی ہوئی۔ پھر اپنے ڈیرے پر بدمعاشوں کے گروپ رکھنے شروع کر دیے۔ ایک دوسرے کے ڈیرے پر جانا ممنوع ہو گیا۔ بھائیوں کی آپس میں مار دھاڑ ہوتی، سارا گاؤں ان کا تماشا دیکھتا رہتا۔

عورتیں تک آپس میں گتھم گتھا ہوتیں، حتی کہ ان کی اپنی زمین کا بٹوارہ ہو گیا۔ ایک بھائی مجبور ہو کر شہر منتقل ہو گیا، ایک دوسرے کو دیکھنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ان کا ایک بھائی جو بینک میں ملازم تھا، اسے کسی نے قتل کر دیا۔ یہ خود بیماری کے اندر مبتلا ہو گیا۔ شوگر اور دیگر بیماریوں نے آ گھیرا۔ یہ گاؤں سے الگ تھلگ اپنے ڈیرے میں رہتا تھا، کئی ماہ تک اس کی جان نہیں نکلتی تھی۔ اس کے چیخنے چلانے کے آوازیں دور دور تک سنائی دیتیں۔ عزیز رشتے دار آ گئے، آج فوت ہوا کل فوت ہوا۔ کئی روز تک یہی حالت تھی، حتی کہ رشتے دار، گھر والے بھی دعائیں کرنے لگے اس کی کسی نہ کسی طریقے سے جان نکل جائے، ہماری خلاصی ہو جائے۔ اپنے اپنے گھروں کو جائیں، عزیز رشتے دار بھی اس کی حالت کو دیکھ کر گھبرانے لگے اور کہنے لگے اس کو کیے کی سزا مل رہی ہے۔ دنیا کے اندر ہی اسے دوسروں کے لے باعثِ عبرت بنا دیا گیا۔ کئی دن تک اس کی یہی حالت رہی اور بڑی سختی سے اس کی جان نکلی۔ اب عزیز رشتے دار اس کی بڑی تعریف کرتے ہیں، آخری دنوں میں بڑا نیک ہو گیا تھا، تہجد کی نماز باقاعدگی سے ادا کرتا تھا، دن رات ذکر و اذکار ہی کرتا رہتا تھا۔ کبھی کوئی آدمی اس کی قبر پر دعا مانگنے کے لیے نہیں گیا۔ اس قماش کے لوگوں کے ذہن مین یہ بھوت سوار ہوتا ہے۔ وہ سپیشل ہیں ان کی قبر بھی اپنی زمین میں ہونی چاہیے۔ اگر قبرستان

Marfat.com

مین دفنائے جائیں، ہوسکتا ہے کوئی دعا بھی مانگ لے۔ یہ دعائے مغفرت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عبرت کا نمونہ بنا تا ہے۔

یہ وہ آدمی ہے جس نے اتنی زمین ہڑپ کی تھی، چند فٹ کے لے اسے جگہ ملی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے لڑکے عبرت حاصل کرتے، وہ بھی اسی نہج میں جا رہے ہیں۔ وہی گروپ بندی، وہی لڑائی جھگڑا، وہی مقدمہ بازی شروع کر دی ہے۔ عبرت صرف عقل والے پکڑتے ہیں۔ انسان کی عقل پر پردہ پڑ جائے تو اسے نظر نہیں آتا وہ کیا کر رہا ہے؟ وہ سمجھتا ہے میں بڑا داتا ہوں، میری بڑی عزت و تکریم ہے، لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں، حالاں کہ اکثر پشت پیچھے گالیاں نکالتے ہوتے ہیں۔

بدعمل پیر کا انجام

جب ہم انگلینڈ 1987ء میں آئے تو کئی پیروں کا چرچا تھا، روزانہ ان کے بیانات، ان کی تصاویر اخبارات میں آتیں، جو بھی کوئی مذہبی، سیاسی جلسہ جلوس ہوتا ان میں وہ نمایاں ہوتے تھے، بلکہ مقابلے میں دوسروں سے بازی لے جاتے۔ کسی کو اقتدار، اختیار اور پیسے کے ساتھ ساتھ اگر ان کے مرید بھی ہزاروں کی تعداد میں ہوں تو پھر انسان ''صراطِ مستقیم'' سے بھٹک جاتا ہے۔ ان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ معلوم نہیں یہ گھناؤنا کاروبار کتنی دیر سے کر رہے تھے، آخر اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے پکڑے گئے۔ تمام اخبارات حتیٰ کہ ٹی وی پر بھی اس کی تصاویر آئیں۔ پھر کیس چلا، کئی سال تک جیل میں رہے، شاید ابھی تک رہائی نہیں ہوئی، اگر ہوئی بھی ہے تو گمنامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ان کا نام علامہ کمال الدین تھا۔ کارڈف میں رہتے تھے، خوب کانفرنسیں کراتے، مذہبی جلوسوں کی قیادت کرتے۔ عربی، اردو، انگریزی میں خوب تقریر

Marfat.com

کرتے تھے۔ مرید ان کے کافی تھے اس لیے پونڈوں کی فراوانی بھی تھی، مریدوں کو تعویذ دھاگا بھی دیتے تھے۔ ان کے گھریلو مسائل بھی حل کرتے تھے۔ ایک نوجوان لڑکی ان کے پاس آئی، اس کے ساتھ انھوں نے روابط قائم کر لیے، گاہے بگاہے آنے لگی، تنہائی میں ملاقاتیں ہونے لگیں، آخر شیطان نے اپنا رنگ دکھایا۔ بے حیائی، فحاشی پر اتر آئے، زنا کرنے لگ گئے۔ پھر اس لڑکی نے جو انکشاف بیان کیے، وہ ناقابلِ بیان تھا۔ وہ کچھ اور کیسے کرتا رہا، پھر ساتھ ساتھ بلیک میلنگ کے لیے فلمیں بناتا رہا۔ آخر کار ایک دن اس کا بانڈھا پھوڑ دیا، پولیس کو اطلاع کر دی گئی، وہ سارا ریکارڈ لے کر گئی۔ ایک کے ساتھ نہیں کئی نوجوان لڑکیوں کے ساتھ اس کے ناجائز تعلقات تھے۔ وہ سارے منظرِ عام پر آ گئے، پھر وہ سب لڑکیاں بولنے لگ گئیں، کیس چلا، مسلمانوں کی اتنی بدنامی ہوئی، آدمی سوچ نہیں سکتا۔ پھر جج نے جو ریمارکس دیے: دین کا نام لے کر عورتوں کے ساتھ یہ گھناؤنا کاروبار کرتے ہو، مذہب کی آڑ میں عورتوں کی عزتیں لوٹتے ہو۔ شاید اسے عمر قید کی سزا ہوئی تھی۔ اب معلوم نہیں رہا ہو گئے ہیں کہ نہیں یا پاکستان چلے گئے ہیں۔ یہ ایک کی کہانی نہیں، اکثریت ان جیسے جعلی پیروں کی ہے جو ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ ویسے جب پکڑا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے: یہ جعلی پیر تھا۔ جعلی اصلی کی پہچان کیا ہے، اصلیوں کے پاس کون سی ولایت کی ڈگریاں ہوتی ہیں؟!

اس سلسلے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی تعلیمات ہیں کہ کوئی مرد کسی غیر عورت کے ساتھ تخلیے میں نہ ہو، ان کے ساتھ شیطان آ جاتا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے تو کبھی کسی عورت کا ہاتھ چھوا نہیں تھا۔ یہ عورتوں سے بیعت لیتے پھرتے

Marfat.com

ہیں، آدمیوں کی موجودگی میں ان کے گھروں میں بیٹھ کر تعویذ دھاگے کرتے ہیں، جنات نکالتے پھرتے ہیں، جن تو شاید نہ نکالیں، عورتوں کو گھروں سے نکال کر لے جاتے ہیں۔

دین کی آڑ میں ایسے کام کرنے والوں کا انجام ایسے ہی ہوتا ہے۔ اب حج کے نام پر جو کاروباری مولوی اور پیر کرتے ہیں، کتنے گھر انھوں نے اجاڑے ہیں۔ حرمین اور شریفین میں کیسے جرائم کرتے ہیں۔ ان کی رپورٹیں بھی اخبارات میں آ چکی ہیں۔ مقدس فریضے کے نام پر جس طرح لوٹا جا رہا ہے، پھر جیسے بے حیائی پھیلائی جا رہی ہے۔ اس کی تحقیق بھی کی جائے تو پتا چلے گا کہ حج کے نام پر کیا کچھ کیا جا رہا ہے۔ ہر ایک اسی کام کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اگر ایک سال چند افراد لے جاتے ہیں، اگلے سال بڑے بڑے گروپ لے کر جاتے ہیں۔ پاکستان میں تو مذہبی امور کے وزیر بدنام ہوئے تھے۔ یہاں بھی ایسے کئی افراد ہیں جو ایسے کاموں کے اندر ملوث ہیں۔

نوٹ: اس کہانی میں فرضی نام اور فرضی جگہ لکھی گئی ہے۔

تکبر کی سزا

ایک عالمِ دین بلجیم میں رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں علم، دولت اور مالی لحاظ سے خوب نوازا ہے۔ جہاں ان کے علم کا بڑا شہرہ ہے وہاں ان کے پاس مال و دولت کی بھی بڑی فراوانی ہے۔ مختلف ممالک میں ان کی جائیدادیں ہیں، مکانات اور شاپنگ سنٹر ہیں۔ اس کے ساتھ علمی لحاظ سے بھی بڑے عالم ہیں، کئی کتب کے مصنف ہیں، مختلف ممالک میں دعوت و تبلیغ کے لیے بھی جاتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ نے ان پر بڑا احسان کیا، کئی پشتوں سے مال و دولت اور علم کی دولت سے مالا مال ہیں۔ اس چیز نے انھیں غرور وفخر میں مبتلا کر دیا اور دوسری چیز ان کے اندر حسد کی بیماری پیدا ہوگئی۔

جہاں تک تکبر اور فخر کا تعلق ہے، وہ کسی نہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ بہت بڑا اسکول وہ چلا رہے تھے، دینی رسائل بھی نکال رہے تھے۔ اس چیز نے ان کو خودنمائی میں بھی مبتلا کر دیا۔ عام آدمیوں سے بات کرنا اپنی توہین خیال کرتے تھے۔ جس آدمی کو چاہا جھڑک دیا، کوئی ان کے سامنے اُف نہیں کرتا تھا۔ ان کے معتقدین اتنے تھے اگر کوئی بولنے کی جسارت کرتا اس کی مرمت کرا دیتے۔ جہاں تک علمائے کرام کا تعلق ہے وہ ان کے علم کی وجہ سے ان سے ڈرتے تھے، کچھ حکومتی حلقوں میں ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا، اگر کوئی عالمِ دین بولنے کی کوشش کرتا، فوراً ان کو مالی لحاظ سے نقصان کرنے کے درپے ہو جاتے، اپنا اثر استعمال کر کے اس کی تنخواہ بند کرا دیتے، ساتھ دھمکی بھی دیتے میرا اثر و رسوخ دیکھا ہے، میرے فلاں لیڈر کے ساتھ تعلقات ہیں، وہ جھوٹا کیس کر کے آپ کو جیل میں بھجوا دے گا۔

ان کے اس رویے کی وجہ سے ان کے گھر کے تمام افراد اپنے آپ کو یہی سمجھتے رہے یہ کوئی خاص مخلوق ہے، انھیں دوسرے لوگوں پر خاندانی علمی برتری حاصل ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا ان کے گھر والے بھی اسی بیماری میں مبتلا ہو گئے، سکول اور ادارے میں جو بولنے کی کوشش کرتا، اسے باہر نکلوا دیتے، اگر کوئی عورت بولتی اسے بھی فوراً ادارے سے نکلوا دیتے، اس کی بے عزتی اتنی کی جاتی وہ خود بخود چھوڑ کر چلی جاتی۔

Marfat.com

ادارے کی جتنی پراپرٹی تھی، آہستہ آہستہ اس پر قابض ہو گئے، مختلف طریقوں سے اپنے خاندان کے نام لگوالی۔ سارا خاندان سیاہ وسفید کا مالک تھا، حسد کی بیماری بھی ان کے اندر موجود تھی، وہ کسی دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، جو ساتھی کوئی سکول بنانا چاہتا، مسجد بنانا چاہتا، دعوتِ تبلیغ کا کام کرتا اس کی مخالفت شروع کر دیتے، جیسے شیر جنگل کا بادشاہ ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی دم نہیں مار سکتا، ان کا حال بھی یہی تھا۔ ان کی اجازت کے بغیر یہ دعوت وتبلیغ کا کام کیسے کر رہا ہے، اسے اتنا بدنام کرتے، بلکہ فتویٰ بازی کرتے، دیگر علما سے فتوے منگوا کر اسے ذلیل وخوار کرتے۔

یہ خیال کرنے لگے اب ہمارے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ قدرت کا کھیل بھی عجیب ہے۔ اب مکافاتِ عمل شروع ہوتا ہے، اب ان کے سامنے اپنے ساتھی ان سے بدظن ہو جاتے ہیں، ان کے نمازی ان سے دور ہوتے گئے، حتیٰ کہ وہ ساتھی جن کے سامنے مل کر انھوں نے بلجیم میں دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا، تھا وہ بکھرنے شروع ہو گئے۔

پہلے تو لوگوں نے ان کے پیچھے جمعے کی نماز ادا کرنا چھوڑ دی، ان کے دروس سے بھاگنے لگے، پھر ادارے کے باقی ارکان نے ان کے خلاف محاذ بنا لیا۔ انھوں نے انھیں نکالنے کی کوشش کی ان تمام نے اتحاد کر کے انھیں ادارے ہی سے نکلوا دیا، جہاں یہ کسی کو بات نہیں کرنے دیتے تھے، اب منبر ومحراب پر ان کا کھڑا ہونا مشکل ہو گیا۔ جو مشکلات دوسروں کے لیے پیدا کرتے تھے، ان کے لیے خود ہونے لگیں، جو کانٹے دوسروں کے راستے میں بکھیرتے تھے، اب دوسرے ان کے راستے میں بکھیرنے لگے، جن لوگوں نے ان کے عروج کا زمانہ

Marfat.com

دیکھا ہے، اب انھیں ان کی حالتِ زار پر ترس آنے لگا ہے۔

ان کو اس مقام پر پہنچانے میں جہاں ان کے سامنے روپے کا اثر، وہاں ان کے گھر والوں کے مختلف قسم کے نظریات ہیں جس چیز کے خلاف یہ تقاریر کرتے تھے، اب وہی نظریات والے ان کے گھر کے افراد کے ہیں ان کی تردید کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے نہ ان کی حمایت سے دستبردار ہوتے ہیں۔ اب کمبل کی طرح یہ نظریات انھیں چمٹ گئے ہیں نہ انھیں تسلیم کر سکتے ہیں نہ ان کی تردید کر سکتے ہیں۔

قدرت کے کھیل سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے، وہ کسی وقت بھی پکڑ سکتا ہے خصوصاً جو مال و دولت اور علم کی بدولت رُعب و دبدبہ قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بقول شاعر:

اے چشمِ بصیرت دیکھ ذرا حالات نے کیا رخ بدلا ہے
جو ہم پر ستم فرماتے تھے اب زیرِ ستم وہ رہتے ہیں

بچیوں کے ساتھ بے انصافی کا واقعہ

علامہ راشد الخیری جنھیں ''مصورِ غم'' کہا جاتا ہے، کی او ٹی کورس کی اردو کتاب سے یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

ہندوستان میں ایک بڑا زمین دار تھا جس کی کئی ایکڑ زمین تھی، بڑی آمدنی آتی، اس کا شمار علاقے کے بڑے امیروں میں ہوتا، اس کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی، وہ اپنی ساری دولت لڑکے کے لیے خرچ کرتا، اس کی تعلیم کا خصوصی لحاظ کرتا، اعلیٰ کالجوں میں اسے تعلیم دلائی، اس کے لباس کا خصوصی خیال

Marfat.com

رکھتا، عیدین کے موقع پر نئے نئے اور مہنگے کپڑے خریدتا۔

جہاں تک اس کی لڑکی کا تعلق تھا، اس کے ساتھ اس کا رویہ بڑا ناروا تھا، بلکہ اسے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا، نفرت تک کرتا تھا، عیدین کے موقع پر اس کے لیے کبھی اس نے نئے کپڑے نہیں خریدے تھے۔ جب اس کی بیوی اس کی توجہ اس کی طرف مبذول کراتی تو کہتا: تو لڑکے سے جلتی ہے، بچی بھی بے چاری روتی خاموش ہو جاتی، حتی کہ اس نے لڑکے کو اعلیٰ تعلیم دلائی، ایک دن اس نے بیوی سے کہا: میں اپنی ساری جائیداد لڑکے کے نام لگانا چاہتا ہوں۔ بیوی نے کہا: یہ زیادتی نہ کریں، جو لڑکی کا حق بنتا ہے اسے ادا کریں، اس نے بیوی کو دھمکی دی اگر تو جائیداد سے دستبردار نہ ہوئی تو تمھیں میں طلاق دے دوں گا۔

اس موقعے پر علامہ راشدی صاحب نے لکھا:

”یہی مردوں کے پاس ہتھیار ہے، عورتوں کو غلط بات منوانی ہو اسے بلیک میل کرنا ہوتو پھر طلاق کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔“

چنانچہ اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ عورت بے چاری مجبور ہو کر جائیداد لڑکے کے نام لگوانے پر تیار ہوگئی۔ اس کے ساتھ عورت نے یہ کیا کہ اپنی بیٹی کی شادی کسی اچھے لڑکے کے ساتھ کر دی۔ والد نے لڑکی کو کچھ جہیز نہ دیا، بلکہ خوش ہوا اسے گھر سے فارغ کر دیا ہے، لڑکی اپنے گھر خوش رہنے لگی، والد کے گھر نہیں آتی تھی، کیوں کہ والد صاحب اسے پسند نہیں کرتے تھے، والدہ اسے گھر جا کر مل لیتی، اس طرح وقت گزرتا گیا۔

اب پوری جائیداد پر لڑکے کا حق تھا، وہ والد کی جائیداد اللے تللوں میں اڑانے لگ گیا۔ اب والدین کی طرف توجہ نہیں دیتا تھا، کئی کئی دنوں کے بعد

Marfat.com

ان کا پتا کرتا۔ والدین کے پاس جتنے روپے پیسے تھے وہ ختم ہو گئے۔ والد بیمار پڑ گیا، ہر چیز اپنے علاج پر لگا دی، حتی کہ زیورات بھی بیچ دیے۔ ڈاکٹروں نے کہا: بیماری خطرناک ہے اس پر ستر ہزار کے قریب خرچ ہو گا، گھر میں اتنے پیسے نہیں تھے۔ والد کی جرأت نہیں تھی لڑکے سے پوچھتا، آخر اس نے اپنی بیوی کو کہا: لڑکے سے علاج کے لیے پیسے مانگے۔ والدہ نے لڑکے کو بلایا، اس کے سامنے تمام صورتِ حال رکھی، نافرمان لڑکے نے جواب دیا: اماں یہ بیماری خطرناک ہے، اس پر جتنے بھی پیسے خرچ کریں گے فضول ہے، کیوں کہ والد صاحب نے تو بچنا نہیں، پیسے برباد کرنے والی بات ہے۔ دوسری بات یہ ہے میرے پاس اتنے پیسے ہیں بھی نہیں، میری زمین کے اخراجات زیادہ ہیں اس کے لیے پیسے نہیں ہیں دوائی کے لیے کہاں سے لاؤں؟

دوسری طرف اس کی بچی کو جب پتا چلا کہ والد صاحب بیمار ہیں، اس نے چوری چھپے والدہ کو دس ہزار روپے بھیجے، ساتھ اس نے نصیحت کی والد صاحب کو نہ بتانا تمھاری بچی نے یہ بھیجا ہے، کیوں کہ وہ مجھ سے ناراض ہیں، ان کی بیماری میں اضافہ نہ ہو۔ میں اور بھی پیسوں کا انتظام کروں گی، نیز میں کسی دن والد صاحب کو چپکے چپکے آ کر دیکھ جاؤں گی، تاکہ میرے دل کو تسلی ہو جائے۔ والدہ محترمہ فکر نہ کرنا والد صاحب کا خیال رکھنا۔

بیوی نے جب پیسے کا اپنے خاوند کو بتایا تمھاری بچی نے یہ بھیجا ہے اور بھی وہ بھیجے گی۔ اس وقت اس آدمی کو یاد آ گیا اس نے اپنی بچی کے ساتھ جو ظلم روا رکھا ہے۔ اسے کبھی نئے کپڑے لے کر نہیں دیے، اس کی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی تھی، پھر ساری جائیداد اس لڑکے کے نام لگوا دی تھی، لڑکی سے ناراض

Marfat.com

تک رہتا تھا، شادی کرنے کے بعد اس سے ملنا گوارا نہیں کیا۔ اسے جب میری بیماری کا پتا چلا اس نے خفیہ طور پر اتنے پیسوں کا انتظام کر دیا ہے اور مزید بھیجنے کا کہہ رہی ہے۔ پھر وہ اپنے ہاتھ کاٹتا ہے جن بچیوں کے ساتھ ہم یہ ظلم کرتے ہیں وہ ہمارے ساتھ ایسا رویہ رکھتی ہیں، ہمارا اتنا خیال کرتی ہیں۔ کاش ہم لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح نہ دیں، ان کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں۔

دوسری طرف جس کی خاطر اتنا کچھ میں نے کیا، اعلیٰ کالجوں میں اسے تعلیم دلائی، اس پر بے انتہا دولت خرچ کی، جائیداد تک ساری اس کے نام لگوا دی، اس کا رویہ میرے ساتھ یہ رہا، اس نے کبھی میرا حال تک نہیں پوچھا، بیماری کے لیے پیسے نہیں دیے، الٹا کہہ رہا ہے والد صاحب مرتے ہیں تو مرنے دیں۔ اب پچھتاتا ہے میں نے کہا: اب نصیحت کرتا ہوں بچوں کو بچیوں پر ترجیح نہ دیں، ان کے حقوق غصب نہ کریں، انھیں جائیداد سے محروم نہ کریں، ان کا حساب دینا ہوگا، حق تلفی کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری ہے:

﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾ [التکویر: ۸،۹]

”اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا: کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی؟“

غیر اسلامی حرکتوں کا وبال

ہمارے ہاں شادیوں میں جو فضول خرچیاں ہوتی ہیں، جھوٹی نمود و نمائش کے لیے جو کچھ کیا جاتا ہے، شریعت کے حدود کو جیسے نظر انداز کیا جاتا ہے، ان شادیوں کا انجام بُرا ہوتا ہے، مختلف مصیبتوں میں پھنس جاتے ہیں، ان کی ایک

Marfat.com

جھلک پیش کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب ہمارے کلاس فیلو تھے، 1967ء میں ڈھاکہ سے ایم بی بی ایس کرنے کے بعد انھیں سعودی عرب میں ملازمت مل گئی اور وہ کئی سال تک وہاں کسی شہزادے کے ذاتی معالج کی حیثیت سے متعین رہے۔ انھوں نے خوب دولت کمائی بالآخر 83-1982ء میں واپس آ گئے اور لاہور میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ یہاں انھوں نے ایک معروف بستی میں مکان خرید لیا، قریب ہی ذاتی ہسپتال بنا لیا اور اس طرح آسودگی کی زندگی گزارنے لگے۔

ڈاکٹر صاحب کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے، انھوں نے بڑی بیٹی کی شادی اپنی بیگم کے سگے بھتیجے سے 1985ء میں کی۔ دولہا میاں نے مطالبہ کیا کہ اس کی بارات ہلٹن ہوٹل میں اترے گی، چنانچہ وزیر آباد سے تین سو باراتیوں کی فوج ظفر موج ہلٹن میں وارد ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے مع خاندان کے شمولیت کی دعوت دی۔

میں نے مختلف ہوٹلوں میں شادی کی کئی تقریبات میں شرکت کی ہے، لیکن یہ تقریب منفرد تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے خوب دل کھول کر پیسہ لٹایا تھا۔ کھانوں کی اتنی انواع اور کثرت کبھی نہیں دیکھی تھی۔ آٹھ قسم کی تو میٹھی چیزیں تھیں، ہر قسم کے گوشت تھے اور پوری محفل رنگ و نور میں نہائی ہوئی تھی، لیکن میرے لیے جو منظر بے حد تعجب اور تکلیف کا سبب بنا وہ ڈاکٹر صاحب اور دلہن، پورے خاندان کی جلوس کی شکل میں آمد تھی۔ انتہائی تیز روشنیوں اور کیمروں کے جلو میں دلہن ہال میں داخل ہوئی۔ میک اپ اور مکمل بے پردگی۔ اس کے پیچھے ڈاکٹر صاحب کی بیگم مکمل میک اپ اور بے پردگی کے ساتھ تھیں۔ ان کے ساتھ

Marfat.com

ان کی چھوٹی بیٹی دوسری دلہن کی طرح خراماں خراماں چل رہی تھی۔ بے پردہ، بال کھلے ہوئے، سیکڑوں لوگوں کو دعوتِ نظارہ دے رہی تھی۔ سب سے پیچھے ڈاکٹر صاحب اپنے لڑکے کے ساتھ شرمندہ شرمندہ سر جھکائے چہل قدمی کے انداز میں محوِ خرام تھے۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں نے ڈاکٹر صاحب سے الوداعی ملاقات کی، ان کا شکریہ ادا کیا اور شکایت کی: ڈاکٹر صاحب اتنا عرصہ سعودی عرب میں رہے ہیں، دینی مزاج بھی رکھتے ہیں، پھر یہ ایسی حرکت کیوں کی ہے؟ بے پردگی، بے حیائی کا مظاہرہ تو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ڈاکٹر صاحب شرمندہ ہوئے، کہنے لگے: محلے والوں نے مجبور کیا، ہمیں تو یہاں کے حالات کا اتنا علم نہیں تھا، اب ان رسومات سے بچنا مشکل ہے۔

میں نے کہا ایک پڑھے لکھے دین دار آدمی کو تو ان رسومات سے احتراز کرنا چاہیے تھا، یہ باتیں اللہ کو پسند نہیں ہیں۔ میں اپنا فرض پورا کر کے واپس آ گیا، بہت دیر تک ڈاکٹر صاحب کو ملنے کا جی نہیں چاہا۔ تقریباً ایک سال بعد ان سے اتفاقاً ملاقات ہو گئی، میں نے خیریت دریافت کی، بیٹی کے بارے میں پوچھا جس کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ وہ بہت پریشان ہوئے، آہ بھر کے بولے: ”کیا پوچھتے ہو، چھ ماہ بعد طلاق ہو گئی تھی۔“

مجھے ڈاکٹر صاحب کی بات سن کر کرنٹ سا لگا، بے اختیار منہ سے نکلا: ”إنا لله و إنا إليه راجعون“ پوچھا: یہ حادثہ کیوں ہوا؟ دولہا تو آپ کا قریبی تھا، آپ کی بیگم کا بھتیجا تھا۔

ڈاکٹر صاحب کہنے لگے: یہی تو المیہ ہے، یہی تو پر اسرار بات ہے، اس

Marfat.com

ظالم نے کھڑے کھڑے تین طلاقیں دے دیں۔ کہہ دیا: مجھے یہ لڑکی پسند نہیں، حالاں کہ وہ اس کے لیے اجنبی نہیں تھی۔ شادی سے پہلے اس نے بار بار دیکھا تھا۔ تقدیر کا فیصلہ ہے، اس پر کسی کا بس نہیں۔

صدمے اور احساسِ عبرت سے میری زبان گنگ ہوگئی، میں خاموش رہا۔ کاش ڈاکٹر صاحب کو بتا سکتا ڈاکٹر صاحب اللہ کی تقدیر اندھی نہیں یہ انسانوں کے اچھے برے اعمال کے تناظر میں حرکت کرتی ہے۔ ایک شخص سب کچھ جانتے بوجھتے معلومات رکھتے ہوئے اگر اللہ تعالیٰ کی بغاوت کرے اور خالقِ کائنات کے قوانین کا مذاق اڑائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی روٹھ جاتی ہے، پھر ایسے ہی حالات ہوتے ہیں۔[1]

بے دین آدمی کو سزا کیسے ملی؟

ایک آدمی جس کا نام محبّ اللہ تھا، بڑا بارُعب، بڑا سخت، ہر وقت چہرے پر تیوڑی چڑھائے آتا، بظاہر اصولوں کا پابند، اپنی ذات میں مگن، دین داروں کے خلاف ہر وقت ہرزہ سرائی کرتا رہتا، ہر حدیث کا انکار کرتا تھا۔ بے نماز، پرلے درجے کا کنجوس، باوجود اس کے اللہ نے اسے بہت کچھ دیا تھا۔ کبھی کسی کے ساتھ تعاون نہیں کرتا تھا۔ کبھی صدقہ خیرات نہیں کرتا تھا۔ شاید وہ اس چیز کا قائل ہی نہیں تھا۔ دوسروں پر ہر وقت تنقید کرنا اس کا شیوہ تھا، خود بدعمل تھا۔

وہ ایک ادارے میں ملازمت کرتا، کبھی وقت پر نہیں آتا تھا۔ ادارے کے سربراہ کی جرأت نہیں کہ اسے کہے وقت پر آوٴ۔ قائدِ اعظم رحمہ اللہ، علامہ اقبال رحمہ اللہ

[1] یہ کہانی ڈاکٹر عبدالغنی فاروق کی کتاب ''مکافاتِ عمل'' سے اخذ کی گئی ہے۔

Marfat.com

کے گن گاتا رہتا تھا، عموماً مذہبی لوگوں کے خلاف بولتا رہتا تھا، بے دین اور ملحد لوگ اسے بڑے اچھے لگتے تھے۔

قدرت کی طرف سے انھیں بار بار جھنجھوڑا گیا، پھر بھی باز نہیں آتا تھا۔ گھر کا ماحول ہر وقت کشیدہ رہتا تھا۔ ہر وقت لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ گھر والے اکثر ناراض ہو کر چلے جاتے تھے، وہ پروا نہیں کرتا تھا۔ باوجود اس کے کافی بڑی برادری والے تھے ان کے ساتھ ان کے تعلقات اچھے نہیں تھے، عموماً ان کے ساتھ مقدمات چلتے رہتے تھے۔ گاؤں میں کئی گروپ تھے، ایک گروپ کے لوگ انھیں بلیک میل کر کے ان سے غنڈہ ٹیکس لیتے تھے، حتیٰ کہ مارنے کی دھمکیاں دیتے تھے۔ یہ بعض دفعہ اتنے پریشان ہوتے کہ رونے لگ جاتے، کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟، باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے انھیں بڑے عہدے پر فائز کیا تھا، پھر بھی اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے تھے۔

ان پر الزام لگ گیا، انھوں نے کسی بچی کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اتنی بدنامی ہوئی کہ باہر منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ علاقے میں اتنی بدنامی ہوئی کہ اپنے گھر میں اپنے آپ کو بند کر لیا۔

لوگوں کا حافظہ بھی کمزور ہوتا ہے، لوگ بھول گئے، اب ادارے نے انھیں فارغ کر دیا تھا۔ اب وہی پرانے حربے اختیار کر رہے ہیں، وہی بے دینی، الحاد کی باتیں کر رہے ہیں۔ قدرت کی لاٹھی کو پھر نہیں سمجھ رہے، انھیں ہلایا گیا تھا اب بھی باز آ جائیں۔

جو ساتھی بھی ان کے حالات دیکھتے ہیں، کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ کہتے ہیں، انھیں اسلام اور دین داروں کے خلاف بولنے کی اللہ تعالیٰ نے سزا دی ہے۔

Marfat.com

دینی تعلیم کے خلاف ہوں

یہ الفاظ ایسے آدمی کے ہیں جو دینی گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے والدین دینی ذہن والے تھے، بلکہ ساری زندگی دعوت و تبلیغ میں گزاری۔ یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے تھے کہ میں نے اپنے بچوں کو دنیاوی تعلیم دلائی ہے، دینی تعلیم نہیں۔ ان کے خیال میں دینی تعلیم حاصل کرنے والے ضدی ہوتے ہیں، ہٹ دھرم ہو جاتے ہیں، والدین اور بھائیوں کی بات نہیں مانتے۔

ہوسکتا ہے کچھ آدمی ایسے ہوں جو ضدی ہوں، کسی کی بات پر توجہ نہ دیتے ہوں، اسے قاعدہ کلیہ بنا لینا دینی تعلیم کے خلاف ہو جانا مناسب نہیں۔ آپ اپنے بچوں کو دینی تعلیم نہ دلائیں، اس سے محروم رکھیں، اس کے خلاف تو نہ ہوں، ان لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھیں جو دینی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔

ہم دوسروں پر الزام تراشی کرنے سے قبل کیوں غور وفکر نہیں کرتے، آخر ہماری کوئی حماقت کا نتیجہ نہ ہو، ہم نے کوئی زیادتی کی ہو جس بنا پر اس کا رویہ ضدی ہو گیا ہے، جب آپ کسی چیز کی گہرائی میں جائیں تو نتیجہ نکلے گا واقعی غلطی ہماری طرف سے بھی ہوئی ہے۔ اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوتا، دوسرے کی معمولی سی بات بھی بڑی نظر آتی ہے۔ ہمارا اپنا رویہ بھی جابرانہ، حاکمانہ، متشددانہ نہیں ہونا چاہیے، خصوصاً نکاح، شادی کے معاملات میں اپنی انا کو سامنے نہیں رکھنا چاہیے، برادری کی رسومات کو پسِ پشت ڈال دینا چاہیے۔

بات دینی تعلیم کی ہو رہی تھی، جن بچیوں کی دین دار گھرانوں میں شادیاں ہوئی ہیں، وہ بچیاں خوش وخرم زندگی بسر کر رہی ہیں۔ ان کے معاشی حالات بھی اچھے ہیں، ان کے بچے ذہین اور دین دار ہیں۔ جو بچے اور بچیاں

Marfat.com

دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والوں میں بیاہے، وہ مختلف حالات سے دوچار ہیں، بعض کوتو طلاق ہو چکی ہے، بچے مختلف بیماریوں میں مبتلا ہیں، ہر وقت گھر میں لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا ہے، کوئی کسی کی نہیں سنتا، ہر ایک لیڈر بنا ہوا ہے کوئی دوسرے کی پروانہیں کرتا۔ جو بچیاں باہر سے بیاہ کر لاتے ہیں، وہ اپنی مرضی کرتی ہیں، وہ ان کی سنتی نہیں، نہ کبھی ان کی خدمت کرتی ہیں، وہ صاف کہتی ہیں ہمارا حق صرف خاوند کی بات ماننا ہے، والدین کی خدمت کرنا ہماری ذمے داری نہیں۔ والدین پچھتاتے ہیں کاش! دین دار اور اپنے ہوتے تو آج تک نوبت تو نہ آتی۔

جہاں تک دامادوں کا تعلق ہے ان کی کوشش ہوتی ہے ان کی ہر چیز ہڑپ کر لیں، مختلف حیلے بہانوں سے روپیہ پیسہ اور جائیداد پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے ابھی تک حالات سے سبق حاصل نہیں کیا، اہمیت بھی انھیں زیادہ دیتے ہیں، ان کی خاطر تواضع بھی زیادہ کرتے ہیں، ان کے بجائے وہ داماد جو دین دار ہیں، وہ ایک پیسے کے روادار نہیں، انھیں اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

آج جب اس شخص کو دیکھتے ہیں جو دینی تعلیم کے خلاف تھا، اب جب مختلف حالات سے دوچار ہیں، اب پچھتاتے ہیں کاش بچوں کو دینی تعلیم دلاتے تو یہ حالت نہ ہوتی۔ ان کے حالات سے گزرنا نہ پڑتا۔ کسی پڑھے لکھے آدمی کو دیکھ کر جس کی حرکتیں اچھی نہ ہوں، تعلیم کے خلاف نہ ہو جائیں، تعلیم کا قصور نہیں ہوتا۔

دینی تعلیم تو ایک دوسرے کی عزت و احترام، ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنا، اپنی ذمے داریوں کا احساس دلاتی ہیں۔ اگر کبھی کوئی زیادتی کرے، تبھی اس میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا ہوتا ہے، اگر زیادتی کی تو کل اس کا حساب دینا پڑے گا۔

وہ بچے بچیاں جو گھروں میں انڈین فلمیں دیکھتے رہتے ہیں ان کے

Marfat.com

خیالات بھی ان جیسے ہوتے ہیں۔ پھر انھیں عزت و آبرو کا احساس نہیں ہوتا، وہی گھروں میں ڈائیلاگ بولتے ہیں جو فلموں میں دیکھتے اور سنتے ہیں۔ والدین ان کے سامنے ہاتھ جوڑتے رہ جاتے ہیں، ہماری عزت کا خیال کرنا، انھیں احساس تک نہیں ہوتا، وہی کرتے ہیں جو ان کا دل چاہتا ہے۔

آج جن حالات سے دوچار ہیں، ان پر ترس آتا ہے، کہاں ان کا وہ رویہ کہ کسی کو اپنے جیسا سمجھتے نہیں تھے؟ اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ تصور کرتے، اپنی اولاد کو دوسروں سے سپیشل خیال کرتے تھے۔ اس وقت ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی، آج مالی لحاظ سے دوسرے رشتے دار سب ان سے اعلیٰ ہیں۔ افرادی قوت بھی ان کے پاس ہے، عزت و شہرت بھی ان کے پاس ہے۔

یہ خیال کرتے ہیں ہمیں دوسروں نے چھوڑ دیا ہے۔ چھوڑا کسی نے نہیں اپنے اعمال، اپنے نظریات کی بدولت ہی ایسے ہوا ہے، نیز انسان کو کبھی بڑا بول نہیں بولنا چاہیے۔ قدرت کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے، وہ اس طرح انتقام لیتا ہے کہ کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ یہ ساتھی جن کی کہانی بیان کررہے ہیں ملتان کے رہنے والے ہیں۔ اب اکثر رشتے دار ان سے نظریں چراتے ہیں، جو کچھ پہلے یہ کرتے تھے اب ان کے ساتھ ہو رہا ہے۔ آدمی اپنے منہ سے کبھی بڑا بول نہ بولے، کسی کو حقیر نہ خیال کرے، خصوصاً کبھی دینی تعلیم کے خلاف بات نہ کرے۔ آخر ماننا پڑے گا دین کو چھوڑے بغیر گزارہ نہیں، نہ ہی دین داروں کو کمتر خیال کرے۔ اللہ تعالیٰ برادری، خاندان نہیں دیکھتا، نہ مال و دولت کی طرف نظر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ دل دیکھتا ہے کہ تقوی کس کے اندر زیادہ ہے۔

Marfat.com

برادرانِ یوسف کے کردار سے صدا آتی ہے

بغض وحسد کی آگ میں جلنے والوں کے لیے برادرانِ یوسف کا کردار لمحہ فکریہ ہے۔ حاسد اپنے حسد کی آگ میں جل کر خود ہی راکھ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات واکرام کو روکنے کی جتنی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اور نوازتا جاتا ہے۔ بظاہر نظر آتا ہے حاسدین کامیاب ہوتے ہیں، دراصل وہ قدرت کے جال میں پھنستے جاتے ہیں۔ بظاہر یہ حضرت یوسف علیہ السلام کو گم کر کے والد کی آنکھوں کا تارا بننا چاہتے تھے، وہ بھی بن نہ سکے۔ بھائی کو کنویں میں پھینکنے والے اسے مصر کے تخت پر بٹھا رہے تھے۔ پھر ایک وقت آتا ہے، اللہ تعالیٰ حاسدین کو سزا دیتا ہے، پھر یہ مجبور ہو کر اسی کے سامنے جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔

والدین کو دھوکا دینے والے، والدین کی جھوٹی خدمت کرنے والے، ان کی آنکھوں کا تارا بننے والے، دوسروں کے ساتھ زیادتی کر کے کبھی خوش حال نہیں ہوتے، کبھی سکھ کا سانس نہیں لے سکتے۔ محبت دل کی گہرائیوں کے ذریعے ہوتی ہے نہ کہ دوسروں کو نیچا کر کے محبت حاصل کی جاتی ہے۔

اپنوں سے محبت کا دم بھرنے والے درحقیقت اپنوں کی جڑیں کاٹتے ہیں، بھائیوں کے مقدس رشتے کو قطع کرتے ہیں، بظاہر یاری دوستی کا دم بھرنے والے دوسروں کے مال و دولت پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ انھیں کہا جاتا ہے برادرانِ یوسف کا کردار ادا کر رہے ہیں:

مدعی لاکھ بُرا چاہے کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

چند ٹکوں کی خاطر بھائی جیسے مقدس رشتے کو چھوڑ دینا، پھر دوسروں کے

Marfat.com

لیے کنواں کھودنے والے اس میں خود گرتے ہیں۔ آج تقریباً دوستوں، رشتے داروں، عزیزوں میں برادرانِ یوسف کی جھلک نظر آ رہی ہے۔

قطع رحمی کرنے والوں، کمر میں چھرا گھونپنے والوں، بھائیوں سے حسد کرنے والوں کے لیے پیغام ہے، ان کا انجام وہی ہوگا، ان کا حشر اسی طرح ہوگا جس طرح برادرانِ یوسف کا ہوا تھا۔ کسی کا برا سوچنے والے ایسی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

بندوق واپس کرنے کا صلہ

ہمارے دیہات میں ایک خاندان بڑا با اثر تھا، ملازمت کرتے تھے، ساتھ ساتھ پولیس کے ساتھ ان کے بڑے روابط تھے۔ روزانہ شہر سیالکوٹ جاتے، وہ تھانے سے ضرور ہو کر آتے، گاؤں میں کوئی چھوٹا موٹا واقعہ ہوتا، اس کی رپورٹ تھانے ضرور پہنچاتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا آئے دن پولیس والے گاؤں کے چکر لگاتے رہتے، یہ پکڑواتا بھی، یہی لے دے کر چھڑواتا بھی، یہی ان کا وتیرہ تھا۔

ان کے لڑکے اور ملازم کی ایک دن ہمارے محلے میں کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہو گیا، وہ بندوق لے کر آئے، ان کی بندوق کسی نے چھین لی۔ اب یہ بہت بڑا جرم ہے۔ لائسنس والی بندوق کسی دوسرے آدمی کو دی جائے۔ جن کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی، وہ ہماری برادری کا تھا۔ اس نے بندوق لا کر ہمارے بڑے بھائی صاحب کو دے دی۔ شام کو وہ چوہدری صاحب بندوق لینے کے لیے آئے، انھیں سنگینی کا احساس تھا، بڑے گرم ہو گئے۔ لڑائی جھگڑا کرنے سے ایک آدمی زخمی ہو گیا تھا۔ طے یہ ہوا اسے کچھ پیسے دے دیئے جائیں، تاکہ یہ اپنا علاج معالجہ کرا لے، بندوق واپس کر دیں گے۔

Marfat.com

یہ ساری باتیں میرے سامنے ہوئیں، بلکہ ایک طرح کا ضامن بھی میں تھا۔ جو آدمی زخمی ہوا تھا وہ وعدے کے مطابق پیسے لینے آیا، پھر وہ چوہدری صاحب ایک دفعہ ہمارے محلے میں آئے، میں نے وعدہ یاد دلایا، کہنے لگے: کون سا وعدہ؟ میں تو آپ کو شریف سمجھ کر چھوڑ گیا تھا، وگرنہ میں نے آپ کے خلاف کیس کرنا تھا۔ انھوں نے میرے گھر سے بندوق چوری کر لی ہے، میں اس کی بات سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ ہم نے اس پر اتنا احسان کیا، اس کی بندوق واپس کرائی، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ اب اس کا کام نکل گیا، اب آنکھیں دکھا رہا ہے۔ ہمارے عزیز و اقارب کو پتا چلا تو کہنے لگے یہ اس کا عام معمول ہے۔

حیرانی مجھے اس بات پر ہوئی اتنا ذمے دار آدمی جو چوہدری کہلاتا ہے، یہ اتنی جلدی آنکھیں پھیر لیتا ہے پھر وعدے کا پاس نہیں کرتا، یہ کیسا مسلمان ہے؟ یہ اپنے آپ کو اہلِ حدیث بھی کہلاتا ہے، اس وقت ذہن میں آیا اور تجربہ ہوا، کذب بیانی، وعدہ خلاف، مطلب پرستی یہ ایسے لوگوں کا عام معمول ہے، شرم و حیا والی ان کے ہاں کوئی چیز نہیں۔

اسی کے ساتھ ایک اور بات بھی متعلق ہے وہ بھی عرض کیے دیتے ہیں۔ ہم نے اپنے ڈیرے پر چند کجلی بھیڑیں رکھی ہوئی تھیں، شوقیہ طور پر۔ یہ سرگودھا کی بھیڑیں تھیں، بڑی مشہور تھیں، ان کے بچے ہم قربانی کے لیے رکھ لیتے، کچھ فروخت بھی کر دیتے۔ گاؤں میں ایک شادی تھی، ہمارا بھتیجا جو ڈیرے پر سوتا تھا وہ رات اس کے ساتھ گوشت بنانے لگا۔ کسی نے وہ بھیڑیں چوری کر لیں، بھتیجے کو اور ہمیں پتا چلا۔ جن پر شک تھا پولیس کو ان کے بارے میں بتایا، پہلے ان لڑکوں نے ہم سے پوچھا، پولیس تک بات چلی گئی۔ پولیس ان لڑکوں کو پکڑتی،

Marfat.com

رات کو چھوڑ دیتی، صبح ہمارے جانے سے قبل وہ تھانے میں آ جاتے۔ پولیس والے کہتے ہم نے انھیں بہت مارا ہے۔ یہی چوہدری صاحب جن کا ذکر کیا انھوں نے ثالث کے طور پر کردار ادا کیا، چلو ان لڑکوں سے غلطی ہوگئی ہے، اتنے پیسے لے لیں انھیں چھوڑ دیں۔ میں ضامن ہوں، تھانے میں آ کر بات چیت کر لینا۔ ہم گئے وہاں اس نے پولیس کے ساتھ ملی بھگت کر لی، ان کو چھڑا دیا ہمیں کہنے لگا: میں کچھ نہیں کرسکتا۔ ہم نے کہا: تم نے تو وعدہ کیا تھا، میں ضامن ہوں، کہنے لگا: تمھیں پولیس والوں کا علم ہونا چاہیے، وہ ان چوروں کے ساتھ مل گئے ہیں، وہ پیسے انھوں نے دے دیے ہیں، حالاں کہ یہ سارا چکر اس نے خود چلایا تھا۔ ہم صبر شکر کر کے بیٹھ گئے، جتنے کی ہماری بھیڑیں تھیں ان سے زیادہ ہم نے پیسے لگا دیے، بنا کچھ بھی نہیں۔

جہاں تک ان وعدہ خلافی کرنے والوں، چوری کرنے والوں کا تعلق ہے، یہ دونوں ہی برے طرح آپس میں لڑے، حتیٰ کہ جانوروں کو زخمی کر کے ایک دوسرے کے خلاف پرچے انھوں نے کٹوائے۔ اب ایک تو برے حالات سے دوچار ہو کر دنیا سے چلے گئے ہیں، دوسروں نے گاؤں چھوڑ دیا ہے۔ اپنی ہر چیز فروخت کر کے گاؤں سے چلے گئے۔ ان کے بھائی کو بیوی نے مل کر قتل کر دیا، سارا خاندان ہی تباہ و برباد ہوگیا ہے۔

بددیانت کا انجام

پروفیسر بخاری ایک کالج میں میرا کولیگ تھا۔ اکنامکس پڑھاتا تھا اور ہوسٹل کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ بڑی ہی عجیب و غریب ذہنیت کا مالک تھا۔ کج فکری

Marfat.com

اور بدعملی اس پر ختم تھی، اس کو نیکی اور شرافت سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ مثال کے طور پر اس کی کوشش تھی کہ ہوسٹل میں کسی ڈاڑھی والے لڑکے کو داخلہ نہ دیا جائے۔ نیک اور باعمل لڑکوں کو طرح طرح سے تنگ کرنا، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اسے خطرہ تھا کہ نیکی پرکاربند ہونے والے طلبا کہیں اس کی بے اصولیوں اور بدعنوانیوں پر گرفت نہ کریں اور اس کی پریشانی کا سبب نہ بن جائیں۔

بخاری ہر طرح کی کرپشن میں مبتلا تھا۔ ہوسٹل کو اس نے اپنی جاگیر بنا لیا تھا۔ اس کے مہمان اور دوست آتے اور وہ انھیں سرکاری کھانے سے خوب کھلاتا پلاتا۔ جس روز اچھی ڈش ہوتی، اس روز اس کے دوست اور رشتے دار ضرور مدعو ہوتے اور وہ ان کی خوب تواضع کرتا۔

بخاری خوشامد کا جن خوب جانتا تھا، متعلقہ پرنسپلوں اور سینئر پروفیسروں کو خوش رکھتا اور اپنی چرب زبانی سے انھیں آسانی سے شیشے میں اتار لیتا۔ اس نے ہوسٹل میں جاسوسی کا نظام قائم کر رکھا تھا اور اس کے پروردہ لڑکے ایسی فضا قائم رکھے ہوئے تھے کہ ہوسٹل میں رہتے ہوئے کوئی اُف تک کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ کوئی لڑکا کسی حوالے سے معمولی رائے زنی کرتا تو اسے فوراً بھاری جرمانہ کر کے ہوسٹل سے فارغ کر دیا جاتا۔

کئی سالوں کے بعد جب ایک انکوائری کمیٹی قائم کی گئی اور تحقیق ہوئی تو پتا چلا کہ بخاری نے ہوسٹل کی رقوم اپنے ذاتی اکاؤنٹ میں منتقل کر رکھی ہیں اور وہ طالب علموں کو سکیورٹی، یعنی قابلِ واپسی زرِ ضمانت واپس ہی نہیں کرتا تھا اور وہ بے چارے امتحانات سے فارغ ہو کر بہت زیادہ کوشش کرتے، بار بار ہوسٹل کے چکر لگاتے، لیکن ان کو رقومات واپس نہیں کی جاتی تھیں۔

Marfat.com

بخاری اخلاقی اعتبار سے بھی کریش تھا، خوفِ خدا یا شرافت اس کے قریب سے بھی نہیں پھٹکتی تھی، وہ جھوٹ، منافقت اور مکاری کا ایک پیکر مجسم تھا، لیکن وہ اپنی بداعمالیوں پر بڑی مہارت سے پردہ ڈالتا رہا اور یہ سلسلہ آٹھ دس سال تک قائم رہا۔ آخر کار اللہ کا کوڑا حرکت میں آ گیا، اس کی شادی ہوئی، اس کی بیوی اور سسرال نے بہت جلد اندازہ کر لیا کہ اس شخص میں انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور شادی کے بعد بھی یہ اپنی غلیظ حرکتوں کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہے تو اس کی بیوی نے اس سے طلاق لے لی۔ اس کے سالے فوج میں افسر تھے، وہ ایک روز آئے، اس کی خوب پٹائی کی اور جہیز کا سارا سامان ٹرک پر لاد کر لے گئے۔

ہاسٹل کے لڑکوں نے جب اپنی آنکھوں سے دن کی روشنی میں اسے ذلیل وخوار ہوتے ہوئے دیکھا اور ان کی نظروں کے سامنے اس کی پٹائی ہوئی تو ان کی جھجھک دور ہو گئی، وہ شیر ہو گئے اور انھوں نے اس کے خلاف محاذ بنا لیا اور کالج میں اس کے خلاف جلوس نکالا، نعرے بازی کی اور اس کی بدعنوانیوں پر مشتمل ایک قرطاس ابیض مرتب کر کے مختلف مقامات پر چسپاں کر دیا۔

بخاری کا ایک بھائی پولیس میں افسر تھا، اس نے ایک بار پولیس کی نفری ہوسٹل میں بھجوا دی، متعدد لڑکوں کو گرفتار کر لیا لیکن بخاری کے خلاف نفرت کی تحریک بڑھتی چلی گئی۔ سینئر اساتذہ کی انکوائری کمیٹی نے اس کے خلاف فیصلہ دے دیا اور پھر ایک روز ہوسٹل کے طلبا نے بخاری کی رہائش پر حملہ کر کے اسے زبردستی نکال دیا اور اسے بھاگ کر جان بچانی پڑی۔ اس نے کالج سے دو سال کی چھٹی لے لی، کہیں غائب ہو گیا، چونکہ اس کا تعلق ایک مضبوط بااثر کمیونٹی سے ہے، اس لیے اس نے لاہور ہی کے ایک نسبتاً کم معروف کالج میں تقرر کروا

Marfat.com

لیا۔ مسلسل شدید نوعیت کی پریشانیوں نے اسے شوگر اور بلڈ پریشر میں مبتلا کر دیا ہے اور وہ بے خوابی کا مستقل مریض بن گیا۔ اس طرح بخاری کی زندگی رسوائی کی مثال اور عبرت ناک بن گئی۔

ایک منکرِ حدیث کا انجام

اردو کے بے مثال ادیب، انشا پرداز، افسانہ نگار اور ناول نویس عظیم بیگ چغتائی 1885ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے اور 1941ء میں 55 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

بہت باصلاحیت تھے۔ میٹرک کے دوران ہی ''قصرِ صحرا'' کے عنوان سے ناولٹ لکھا۔ اس اعتبار سے مزاج کے بہت اچھے تھے کہ وکالت کے دوران میں غریبوں، بیواؤں کی مدد کرتے تھے اور ان کے مقدمات اعلیٰ عدالتوں تک مفت لے جاتے تھے، لیکن موصوف کے عقائد و نظریات بہت گمراہ کن تھے۔ اس حوالے سے انھوں نے تین کتابیں: ''قرآن اور پردہ''، ''حدیث اور پردہ'' اور ''تفویض'' مرتب کیں۔

حدیثِ رسول کا علانیہ انکار کرتے تھے۔ لکھتے ہیں:

''ان ملاؤں نے قرآن شریف کو محض سنی سنائی بات، جو دو ڈھائی سو سال بعد لکھی گئی، اسے قربان کر کے پھینک دیا، درآنحالیکہ قرآن کریم میں صاف صاف خداوند تعالیٰ احادیث کے بارے کہتا ہے کہ اس قرآن کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے؟''

فقہ اور ائمہ کرام کا بھی انکار کرتے تھے۔ لکھتے ہیں:

''ہم ان چار اماموں کے اقوال کو اٹھا کر زور سے دیوار پر مارتے ہیں کہ

Marfat.com

یہ تمام اقوال مردود ہیں۔''

اس ضمن میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کی برملا تضحیک کرتے ہیں اور ان سے بے حد لایعنی باتیں منسوب کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ہیں:

''امامِ اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سگی بہن سے شادی کرے یا ماں سے یا سگی خالہ سے تو یہ نکاح حضرت امام موصوف کے نزدیک باطل نہیں ہوگا، بلکہ اولاد بجائے حرامی کے حلالی ہوگی۔''

موصوف کی بہن عصمت چغتائی نے لکھا ہے:

''وہ یزید کے بڑے مداح تھے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں بکواس کیا کرتے تھے''۔

عظیم چغتائی پردے کے سخت مخالف تھے، لکھتے ہیں:

''میں پردہ کرنے کو مذہباً گناہ خیال کرتا ہوں اور دنیا کی خرابیوں کی جڑ اس پردے کو سمجھتا ہوں۔''

''تفویض'' کے دیباچے میں رقم طراز ہیں:

''لوگ کہتے ہیں مسلمان عورتوں کی ناگفتہ بہ حالت اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اپنا مذہب چھوڑ دیا ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ ان کی جان محض اس وجہ سے مصیبت میں ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ آج اپنا مذہب چھوڑ دیں اور کل ان کی ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں۔''

مزید لکھتے ہیں:

''کیوں کہ ایسا کرنے سے ان کی جان گھل گھل کر مرنے سے بچ جائے گی، جس کا مجھے ثواب ملے گا۔''

اسی دیباچے میں مزید لکھتے ہیں:

Marfat.com

''جو کچھ بھی شرعِ محمدی کی رو سے عورت کا درجہ اسلام میں ہے، وہ یہ ہے:

1 جائز ہے کہ عورت کو مویشی کی طرح خرید و اور بیچو۔

2 بغیر نکاح کے اس کو بطورِ داشتہ عورت کے رکھو، کوئی گناہ نہیں۔

3 جی چاہے اس کو فروخت کر ڈالو، ورنہ کسی دوسرے کے ساتھ شادی کر دو اور پھر شوہر ہونے کے باوجود بھی گاہے گاہے اس کو بہ اجازت اس شوہر کے اپنی ناجائز زوجیت میں لاتے رہو، یہ سب عقلاً، شرعاً و قانوناً درست ہے۔

4 عورت کو جب چاہے، شوہر بغیر کسی وجہ کے طلاق دے سکتا ہے، مگر عورت اگر مرد سے بیزار ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں، محض اس لیے کہ یہ شوہر صاحب خدائے مجازی ہیں۔

5 کوئی صورت نہیں جو عورت ایسے موذی سے چھٹکارا حاصل کر سکے، بلکہ مرنے سے بھی جان نہیں چھوٹے گی اور جنت میں پھر اسی موذی سے سابقہ پڑے گا۔

''ہمارے جدِ امجد چغتائی خان کے بھائی ہلاکو خان اور ان کے والد چنگیز خان نے اس نام نہاد اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ میں بھی آخر چغتائی اور چنگیزی ہوا، لہٰذا اس کتاب کے ذریعے فتنۂ مولویت کا استحصال کرتا ہوں، جس طرح جدِ امجد چنگیز خان اور ہلاکو خان نے اسلام کی بہترین خدمت کی کہ فتنۂ مولویت کا تلوار سے استحصال کیا۔''[1]

عظیم بیگ نے پورے 34 صفحات کا ایک رسالہ رقص و سرود کے جواز میں تصنیف کیا تھا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑا ظلم موصوف نے یہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کے خلاف بھی یاوہ گویائی سے باز نہ رہے اور ''حدیث اور پردہ'' میں آپ ﷺ

[1] ''حدیث اور پردہ'' (ص: 93)

Marfat.com

کی ذاتِ گرامی پر ایسا الزام تھوپ دیا کہ جسے نقل کرنے کی قلم میں تاب ہی نہیں ہے، اس ہرزہ سرائی کی جسارت شاید کسی بدترین دشمنِ اسلام نے بھی نہیں کی ہوگی۔

یہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے بارے میں اردو کے اس ادیبِ اعظم کے گھناؤنے خیالات و عقائد تھے، چنانچہ حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کو پکڑا اور خوب پکڑا، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

''ریاست جاردہ کی ملازمت کے دوران میں پہلے دمہ کی تکلیف شروع ہوئی، جو شدید کھانسی میں تبدیل ہوگئی اور بعد میں ٹی بی کی صورت اختیار کر گئی، تیز تیز بخار چڑھتے تھے، شدت کی کھانسی سے سانس سینے میں نہیں سماتا تھا اور خون تھوکتے رہتے تھے۔ چار سال تک یہی کیفیت رہی، نچلا دھڑ بے کار ہوگیا، چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی تواتر کے ساتھ بے خوابی میں مبتلا ہو گئے۔

موصوف کی بہن عصمت چغتائی نے لکھا ہے:

''ان کی ٹانگیں اکڑ گئی تھیں اور بازو انجکشنوں کی کثرت سے گدے ہوئے تھے، کولہے میں امرود برابر پھوڑا نکل آیا تھا۔''

شاہ احمد دہلوی نے لکھا ہے:

''بیماری نے مرزا کے دماغ پر عجیب سا اثر ڈال دیا تھا کہ انھیں دوسروں کو تکلیف پہنچا کر لطف آتا تھا، مثلاً: بھائیوں کو لڑا دیتے، کسی پر چوری کا الزام لگا دیتے، طبیعت سے گڑ کر ایسی بات کر دیتے کہ دو آدمی الجھ جائیں۔ چنانچہ اس رویے کے نتیجے میں گھر کے سب افراد موصوف سے سخت متنفر اور بیزار رہتے تھے۔''

عصمت چغتائی لکھتی ہے:

''وہ لاکھ کہتے، مگر دشمن نظر آتے تھے، بیوی شوہر نہ سمجھتی، بچے باپ نہ

Marfat.com

سمجھتے، بہن نے کہہ دیا کہ تم میرے بھائی نہیں ہو اور بھائی آواز سن کر نفرت سے منہ موڑ لیتے، ماں کہتی سانپ جنا تھا میں نے۔''

عصمت مزید لکھتی ہیں:

''وہ جھوٹے تھے، ان کی زندگی جھوٹ تھی، سب سے بڑا جھوٹ تھی، لوگ کہتے تھے: ماں باپ کو دکھ دیا، بیوی کو دکھ دیا اور سارے جگ کو دکھ دیا۔ ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ زندگی عظیم بیگ چغتائی کے لیے جیتے جی جہنم بن گئی۔ وہ سسک کر جیتے رہے، سوکھ کر کانٹا ہو گئے، گندگی اور تعفن میں ڈوب گئے، حتیٰ کہ چیونٹیوں نے ان کے جسم اور بستر میں بسیرا کر لیا اور اسی حالت میں نہایت عبرت ناک موت سے ہمکنار ہوئے۔''

شاہد احمد دہلوی نے ان سے اپنی آخری ملاقات کا حال لکھا ہے:

''میں نے آواز دی اور سلام کیا تو منہ پر سے لحاف اٹھایا، مجھ پر بجلی گر پڑی۔ مرزا صاحب کے بدلے ایک سکھ دکھائی دیا، بڑی بڑی داڑھی مونچھیں اور بڑھے ہوئے سر کے بالوں پر ایک رومال باندھا ہوا، پیلا چہرہ، پھٹی پھٹی آنکھیں، لحاف ہلا تو اس میں سے بدبو کا ایک بھبھوکا آیا، پاؤں کے نیچے پانی کے پیالے رکھے ہوئے تھے، مگر پلنگ پر ٹانکے چیونٹے پھر رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ کیا حالت ہو گئی؟ بولے: بس اب ختم سمجھو، پھر ایک دم مسکرائے اور کراہتے ہوئے بولے: ''ارے ارے! آپ کو دیکھتے اور لحاف میں سے ایک چیونٹا چٹکی میں پکڑ کر نیچے پھینک دیا، مرنے سے پہلے اپنا حصہ لینے چلے آئے۔''

اسی کیفیت میں موصوف 31 اگست 1941ء کو خالقِ اکبر کے حضور اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیے پہنچ گئے۔''[1]

[1] یہ مضمون ''مکافاتِ عمل'' ڈاکٹر عبدالغنی فاروق کی کتاب سے لیا گیا ہے۔

Marfat.com

مانگنے کی عادت پڑ جائے تو جاتی نہیں

کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا، اس سے مانگنا، دراصل یہ انسانیت کی توہین اور تذلیل ہے۔ جو مانگنے کے لیے جاتا ہے وہ اپنے آپ کو گرا کر جاتا ہے۔ عزت و توقیر خاک میں ملا دیتا ہے۔ ہاں ضرورت کے وقت کسی سے ادھار لینا اور بات ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بلاضرورت مانگنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔''

اس نے شرفِ انسانی کو پہچانا نہیں، یہ کیا ہے۔ اللہ کے سوا کسی سے بلاضرورت طلب کرنا اچھی بات نہیں، محنت مزدوری کرنا، دوڑ دھوپ کرنے میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے۔ لوگ برا بھلا بھی کہتے ہیں۔

ہمارا ایک ساتھی فیکٹری ایریا میں کلرک تھا، اس نے ایک دفعہ مجھے کہا: آپ مسجد بنا رہے ہیں، میرے ساتھ چلنا، کاروباری حضرات کو کہیں گے وہ آپ کی مدد کردیں گے۔ مجھے تو اس چیز کا تجربہ نہیں تھا۔ کچھ کاروباری حضرات کے پاس گئے، کچھ نے تعاون کیا، ایک دو نے تو اتنی بے عزتی کی، ایسے الفاظ کہے، ضمیر نے ملامت کیا۔ میں نے اس ساتھی کو کہا: یہ مانگنا میرے بس ک بات نہیں، واپس آ گیا۔ مجھے کہنے: لگ اگر چندے کے لیے جانا ہے، پھر تو ایسی باتیں سہنی پڑتی ہیں۔ توبہ کی، آیندہ کسی سے سوال نہیں کریں گے، اللہ سے مانگیں گے، وہ اسباب مہیا کردے گا۔

بات مانگنے کی ہو رہی تھی، اگر ایک دفعہ مانگنے کا چسکا لگ جائے تو جاتا نہیں۔ لوگ جو مرضی کہیں ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، اثر ہی نہیں ہوتا۔ اچھے بھلے یہ کاروبار شروع کر دیتے، پھر ساری زندگی مانگتے رہتے ہیں۔ کبھی مسجد، کبھی مدرسہ،

Marfat.com

کبھی فلاحی کام کے لیے؛ غرض یہ کہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا لیتے ہیں۔ ہمارے استاد صاحب علامہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ صاحب فرمانے لگے: ''ایک آدمی نے حج کے لیے مانگنا شروع کر دیا۔ میں حج کرنا چاہتا ہوں، میں نے اسے روکا، مگر وہ نہ رُکا۔ حج کرنے کے بعد اس نے پکی عادت بنا لی، پھر مساجد کے علاوہ گاڑیوں میں مانگنے لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہیے۔

برطانیہ کے اچھے بھلے دین دار حضرات یہی کاروبار کرتے ہیں، پھر دوسرے ممالک میں خصوصاً عرب ممالک میں جا کر مانگتے ہیں۔ اچھا بھلا انھوں نے کاروبار چلایا ہوا ہے۔ لوگوں کے سامنے بڑے رعب و دبدبے کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ بدنام اتنے ہو گئے ہیں، اب کوئی کسی پر اعتبار نہیں کرتا۔

ہمارے اپنے ایک قریبی عزیز کو یہ عادت پڑ گئی ہے۔ کام کرنے سے بھاگتا ہے، بڑے عذر بہانے کرتا ہے۔ چندہ مانگنے کے لیے ہر مقام پر چلا جاتا ہے۔ کئی حضرات ٹیلی فون کر کے پوچھتے بھی ہیں، واقعی اسے ضرورت بھی ہے کہ نہیں۔ بیرونِ ملک جا کر بھی یہی کام کرتا ہے، لوگ کام کرتے ہیں، یہ مختلف لوگوں کے پاس جا کر سوال کرتا ہے، حتی کہ حاجیوں کی خدمت کے بہانے ان سے چندہ وصول کرتا ہے۔ اسے جتنا سمجھائیں، جتنا مرضی کہیں، اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مظلومیت کا رونا اس انداز سے کرتا ہے عام آدمی کا دل پسیج جاتا ہے، وہ ترس کھانے لگتا ہے، حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ان کے اپنے قریبی اتنے امیر ہیں کہ اچھے انداز سے اس کے بچوں کی کفالت کر سکتے ہیں، بلکہ کرتے ہیں، لیکن اسے جو عادت پڑی ہے یہ جاتی نہیں۔ اسے احساس بھی دلایا جاتا ہے، یہ حرکتیں کیوں کرتا ہے؟ آخر لوگ کیا کہیں گے؟ اس پر اثر ہی نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اس بیماری سے محفوظ رکھے، اس گندی عادت سے بچائے رکھے۔ ''حرکت میں برکت ہے۔'' ایسے جتنی مرضی آدمی دولت اکٹھی کر لے اس کے اندر برکت نہیں ہوتی، پھر اس کے اثرات گھر والوں پر، اولاد پر پڑتے ہیں۔

کاش ان سے کوئی سبق حاصل کرے!

دھوکا دہی کی سزا

ان کے قریبی عزیز تھے، جو بڑے امیر تھے، کئی فیکٹریوں کے مالک تھے، سب سے زیادہ قیمتی کاریں ان کے پاس ہوتی تھیں، حتی کہ ملازموں کو بھی انھوں نے کاریں لے کر دی ہوئی تھیں۔ امارت کا اندازہ اس سے لگا لیں کہ ان کی حجامت کرنے کے لیے لاہور سے حجام آتا تھا، جنھیں ملازم کار پر لاتے تھے، پھر چھوڑ آتے تھے۔ دو بھائی تھے جن کی بڑی بڑی ایئرکنڈیشنڈ کوٹھیاں تھیں۔ کاریں دفاتر ایئرکنڈیشنڈ تھے۔ ان کی امارت کے چرچے بیرونِ ممالک میں بھی تھے۔ اکثر کاروبار کے سلسلے میں بیرونی ممالک کے دورے کرتے تھے، پھر وہاں عیاشی بھی کرتے۔ امارت کے نشے نے انھیں اندھا کر دیا تھا۔ رشتے داروں سے نفرت کرنے لگ گئے، اپنے عزیزوں کے ساتھ دھوکا کرنے لگ گئے۔ انھوں نے اپنا واقعہ بیان کیا: یہ اپنا مکان فروخت کر کے سیالکوٹ کاروبار کے لیے چلے گئے، وہاں ان کے ساتھ مل کر کاروبار کیا، جب کاروبار خوب چل پڑا تو انھوں نے دھوکے کے ذریعے ان کی ساری پونجی ہڑپ کر لی، فیکٹری پر قبضہ کر لیا، باوجود اس کے یہ بڑے قریبی تھے، انھوں نے کوئی لحاظ نہ کیا، مختلف بہانوں سے مجھے وہاں سے نکال دیا، میں کچھ بھی نہ کر سکا۔ ان لڑکوں کے ساتھ اس

Marfat.com

کے والد نے بھی ان کا ساتھ دیا، وہ بچوں کی بے جا حمایت کرنے لگا اور مجھے کروڑوں کی جائیداد سے محروم کر دیا۔

وہ والد جس نے دھوکا دہی سے میرے پیسوں پر قبضہ کر لیا، اپنے بچوں کے لیے ہر حربہ اس نے اختیار کیا۔ اس کی حالت یہ ہوگئی کہ بچے اسے ذلیل وخوار کرنے لگ گئے، اپنے بچوں کو ان سے ملنے نہیں دیتے تھے، فریج کو اگر ہاتھ لگاتا، بچے اس کی خوب بے عزتی کرتے، جراثیم فریج میں داخل ہو گئے ہیں، گیٹ پر چوکیدار کے ساتھ اسے بٹھاتے، اسے اپنے کمروں کے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ملازموں سے بدتر اس کے ساتھ اس کے ساتھ سلوک کرتے۔

محلے کے سارے لوگ، رشتے دار حیران تھے، ان بچوں کی خاطر اس نے دھوکا کیا، اتنی بڑی فیکٹری لگا کر دی تھی، اب اسے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں، بچوں سے بات نہیں کر سکتا، اب وہ پچھتاتا تھا۔ میں نے ان کی خاطر اتنا کچھ کیا تھا اب یہ میرے ساتھ بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چوکیدار کے ساتھ مجھے بٹھاتے ہیں، اب بوڑھے کو تو اپنے کیے کی سزا مل گئی جو اس نے دھوکا کیا تھا۔

اب اولاد کو نافرمانی کی سزا یہ ملی، انھوں نے کروڑوں کا قرض لیا تھا، کاروبار ڈاؤن ہو گیا، دو فیکٹریاں بینک والوں نے ضبط کر لیں، بڑی بڑی کوٹھیاں فروخت ہوگئیں، اب عام انسان کی طرح زندگی گزار رہے ہیں، بلکہ محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پال رہے ہیں۔ اب ہوائی چپل پہنتے ہیں، دیکھنے والے ترس کھاتے اور عبرت پکڑتے ہیں، ان کو والد کی بددعا لے گئی ہے۔ اسی کاروبار کی خاطر اپنے والد کو ٹھکراتے تھے، اس کو گالیاں نکالتے تھے، آج ان کی حالت یہ ہے کہ دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ ان کی پہلی ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھ کر

Marfat.com

آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ ایسے بھی ہوسکتا ہے۔ قدرت کا اصول ہے جسے لوگ نظر انداز کرتے ہیں: ''کسی کے ساتھ زیادتی کرو گے، اس کا بدلہ آپ کو ضرور ملے گا۔'' نیز ''والدین کا نافرمان کبھی سکھ کی زندگی نہیں بسر کرسکتا۔''

یہ واقعہ سنانے کے بعد افسوس کا اظہار کرنے لگے۔ پاکستان میں بوڑھے والدین کے ساتھ بچے برا سلوک کرتے ہیں، بلکہ انھوں نے خود اپنے گھر کا واقعہ بیان کیا۔ میرے بھائی خود والدین کو کھانا کھلانے کے روادار نہیں تھے، جب تک والدین کو میں پیسے بھیجتا رہا، وہ ان کی خدمت کرتے رہے، انھوں نے علاج تک ان کا نہیں کرایا، پتا لینے کے لیے ہسپتال نہیں جاتے تھے۔

دھوکا دہی، والدین کی نافرمانی اولاد کو لے ڈوبتی ہے۔ اپنے قرب و جوار میں نظر دوڑا کر دیکھیں جس نے بھی جو فصل بوئی اسے دنیا ہی میں کاٹنی پڑی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے: ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔'' یہاں سودا نقد بکتا ہے۔

بعض پر اللہ کی طرف سے آزمائشیں آتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا امتحان لیتا ہے۔ اگر وہ صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں تو اللہ تعالیٰ انھیں دنیا ہی میں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ ان کی عزت و توقیر میں اضافہ کرتا ہے۔ انھیں ہم اس کے گروہ میں شمار نہیں کرسکتے۔ ''مکافاتِ عمل'' جب ہوتا ہے عام لوگ انبیائے کرام، صالحین کی مثالیں دے کر اپنے آپ کو بری الذمہ اور بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔[1]

ناجائز کمائی کے اثرات

انسان جو کما کر کھاتا ہے، اپنے بچوں کو کھلاتا ہے، اس کے اثرات اس کی

(1) اس بات کے راوی محمد انور صاحب (مقیم لندن) اور عامر صاحب (مقیم بلجیم) ہیں۔

Marfat.com

ذات، اس کے گھر والوں پر نظر آتے ہیں۔ اگر حلال کی کمائی کھلاتا ہے اگر چہ تھوڑی ہو تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتا ہے۔ گھر کے اندر امن وسکون ہوتا ہے۔ پریشانیوں، تفکرات، بیماریوں اور مقدمات سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔ جو اپنی کمائی میں حلال حرام کی تمیز نہیں کرتا، جس طرح دھوکا کرے، بے ایمانی کرے، جن ذرائع سے بھی دولت حاصل ہو، وہ استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو مختلف پریشانیوں، بیماریوں کے اندر مبتلا کر دیتا ہے۔ اس کے بچے بھی غلط لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب پانی سر سے گزرنے لگتا ہے، ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کرتا ہے، پھر وہ ناکام ہو جاتا ہے۔

ہمارے ایک لندن کے ساتھی جنھیں اللہ تعالیٰ نے بہت نعمتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے، ان کے پاس دولت کمانے کے بڑے گُر ہیں۔ وہ اچھا کاروبار بھی کر سکتے ہیں، اچھے فوٹو گرافر بھی ہیں، کمپیوٹر کے ماہر بھی ہیں، پرنٹنگ کے طریقے بھی جانتے ہیں، اچھے مقرر بھی ہیں، سیر وسیاحت بھی کرتے رہتے ہیں۔ شاید کوئی دنیا کا ملک ہو، جو انھوں نے دیکھا نہ ہو۔ انھیں دولت اکٹھی کرنے، دوسرے آدمی کو شیشے میں اتارنے کے بڑے طریقے آتے ہیں۔ حکومت سے مختلف طریقوں سے دھوکا دہی کر کے پیسے بناتے ہیں۔ مختلف طریقوں سے انھوں نے بڑا شاندار مکان لندن میں لے لیا ہے۔ ان کے پاس بڑی قیمتی کار بھی ہے۔ بیماری کا بہانہ کر کے کونسل سے پیسے بھی وصول کرتے ہیں، ساتھ ساتھ چھپ چھپا کر ملازمت بھی کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ مختلف طریقوں سے دولت بھی اکٹھی کرتے ہیں، بڑی شاہانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ان چیزوں کے باوجود کئی بیماریوں کے اندر مبتلا ہیں، باوجود اس کے

Marfat.com

دیکھنے میں بڑے صحت مند نظر آتے ہیں، ٹانگوں میں درد ہوتا ہے، صبح میں اکثر درد رہتا ہے، حتی کہ بیڈ پر سو نہیں سکتے، اکثر نیچے زمین پر سوتے ہیں، باوجود اس کے ہر طرح انھوں نے علاج کرانے کی کوشش کی ہے، افاقہ نہیں ہوتا، جتنا زیادہ علاج کراتے ہیں، اتنا مرض بڑھتا جاتا ہے۔ بچوں کی حالت یہ ہے، جوان بچے بیمار ہیں، ان کو بھی ایسی بیماریاں لاحق ہیں، ان کا علاج کراتے ہیں، کوئی افاقہ نہیں ہوتا۔

انھیں کئی دفعہ کہا: شاید آپ کو احساس نہیں ہے، یہ ہیرا پھیریاں کرتے ہیں، دھوکا دہی کرتے ہیں، پیسے کمانے میں کوئی تمیز نہیں کرتے، کئی لوگوں سے آپ نے مشترکہ کاروبار کرنے کی کوشش کی، ان کا مال ہڑپ کر گئے ہیں۔ کونسل والوں سے دھوکا کرتے ہیں۔ بیماری کا بہانہ کر کے ڈاکٹروں کی رپورٹیں لیے پھرتے ہیں، فیملی کریڈٹ لیتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ چوری چھپے کام بھی کرتے ہیں، ملازمت بھی کرتے ہیں، آخر ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیوں اپنی کمائی حلال نہیں کرتے؟، کیوں کونسل والوں کو اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں؟ آپ کو جن بیماریوں نے گھیرا ہوا ہے، اس لیے ہے کہ آپ حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے۔

ہمارے ہاں یہ عجیب تصور ہے، حرام کی کمائی صرف اسی کو گردانتے ہیں جو حرام کاروبار کر کے کمائی جائے۔ دھوکا دہی فراڈ کر کے کمانا، جھوٹ بول کر پیسے وصول کرنا، اسے حرام نہیں گردانتے، حالاں کہ اس کا شمار بھی حرام کمائی میں ہوتا ہے۔ اگر گہرائی سے دیکھا جائے جو آدمی بھی کسی پریشانی، بیماری میں مبتلا ہے تو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی ایسا کام ہوتا ہے جس کی اسے سزا مل رہی ہے۔ جس کا خمیازہ بھگت رہا ہے، خصوصاً سودی کاروبار کرنے والوں کو سکون مل ہی نہیں سکتا۔

Marfat.com

باب 5

والدین کا مقام......قرآن وسنت کی روشنی میں

﴿وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا﴾ [بني اسرائيل: ٢٣]

''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین سے اچھا سلوک کرو، اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تیرے ہاں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تُو ان سے ''اف'' تک نہ کہہ اور انھیں مت جھڑک، اور ان سے نرم (لہجے میں ادب واحترام سے) بات کر۔''

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ والدین کی اطاعت کرنا بھی ضروری ہے، خصوصاً جب بڑھاپے کو پہنچ جائیں، ان کی صحت بھی اچھی نہیں ہوتی، وسائل پر جوان اولاد قابض ہو جاتی ہے، انھیں اُف تک بھی نہیں کہنی چاہیے۔ بڑھاپا بڑا نازک ہوتا ہے، طبیعت میں چڑا چڑا پن پیدا ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سوال کیا:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟''

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔ پھر سوال کیا: اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کی اطاعت کرنا۔''[1]

اس باب میں وہ تمام واقعات بیان کیے گئے ہیں، جن کا تعلق والدین کی اطاعت اور نافرمانی کے ساتھ ہے۔ جنھوں نے اطاعت کی، اللہ نے ان کو کیا پھل دیا اور جنھوں نے نافرمانی کی، ان کا انجام کیا ہوا؟ کن حالات سے انھیں گزرنا پڑا، کاش! ان واقعات کو پڑھ کر عبرت حاصل کی جائے۔

ماں کی خدمت کا صلہ

شیخ ناصر العمر اپنی کتاب "بیوت مطمئنه" میں لکھتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس لڑکی کی ماں بوڑھی ہو چکی تھی۔ اس نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس کے لیے کئی ایک رشتے آئے، سنجیدہ اور مؤدب لڑکی تھی۔ اسلامی تہذیب و ثقافت سے اسے بہت لگاؤ تھا، انتہائی دین دار تھی۔ ہر بات کو دین کی میزان پر تولتی۔ اس کے پاس جب کئی طرف سے شادی کے رشتے آئے تو اس نے پیغام دینے والوں کے سامنے یہ شرط رکھی کہ میں اسی آدمی سے شادی کروں گی، جو مجھے میری والدہ کے پاس رہنے دے گا، تاکہ میں اپنی والدہ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکوں۔ ایک پیغام اسے موصول ہوا۔ پیغام بھیجنے والے کو لڑکی کی شرط معلوم تھی کہ جب تک ماں زندہ ہے، وہ اسی کے پاس رہے گی، تاکہ اس کی خدمت کر سکے۔ لڑکے کو ہر شرط منظور تھی، پھر جھٹ پٹ دونوں کی شادی ہو گئی۔

شرط کے مطابق لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی، بلکہ وہ حسبِ سابق اپنی والدہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٢٧)

Marfat.com

کے پاس ہی رہی۔ رات اور دن میں کئی دفعہ اپنی عمر رسیدہ ماں کی حسبِ توفیق خدمت کرتی اور اس کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتی تھی۔ جو بھی دیکھتا وہ اس بوڑھی عورت پر رشک کرتا کہ اسے کتنی وفادار اور فرماں بردار بیٹی نصیب ہوئی ہے۔ یہ سلسلہ ایک عرصہ تک چلتا رہا۔ بالآخر وہ دن آ گیا جو ہر ذی روح کا مقدر ہے۔لڑکی کی والدہ اللہ کو پیاری ہوگئی۔

ماں کی وفات پر بہت روئی، وہ غم سے نڈھال ہو چکی تھی، کسی نے اس سے اس قدر رونے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا:

آہ! اب میں اپنی ماں کہاں سے لاؤں گی؟ کسے ماں کہہ کر پکاروں گی؟ کس کی خدمت کروں گی؟ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ آج میرے لیے جنت کا ایک دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ اب میں خدمت کے لیے ماں کہاں سے لاؤں گی؟!

لڑکی ماں کے وجود کو اپنے لیے بہت عظیم نعمت تصور کرتی تھی۔ وہ ماں کی خدمت کرنے میں اپنی آخرت کی کامیابی سمجھتی تھی۔ اسے یہ غلط فہمی نہیں تھی کہ بوڑھی ماں اس کی خدمت کی محتاج ہے، بلکہ وہ سمجھتی تھی کہ وہ بوڑھی ماں کی محتاج ہے۔اس کی خدمت ہی سے اسے وہ مقام مل سکتا ہے جس کا حصول ماں کی خدمت کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے وہ اپنی والدہ کے انتقال کے بعد بے حد غمزدہ تھی۔

بلاشبہہ وہ لڑکی اپنی ماں کی اطاعت گزار تھی۔ اس کی ماں وفات کے وقت اس سے راضی تھی۔ ماں باپ کا اولاد سے مرتے وقت تک راضی رہنا اولاد کے حق میں دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ چنانچہ زمانے نے دیکھا کہ وہ لڑکی ایک اچھے خاندان کو چار چاند لگانے کا سبب بنی۔ اس کے دو بچے ہوئے،

Marfat.com

دونوں نیک اور صالح تھے، دور دور تک ان کے تقوے کا چرچا تھا۔ وہ دونوں اللہ کے نیک اور صالح بندوں میں سے تھے۔ یہ اس لڑکی پر بھی اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کی خدمت کا صلہ تھا، کیوں کہ اس نے اپنی بوڑھی والدہ کی خدمت کی تھی۔ [1]

اولاد کی اچھی تربیت کرنے کا صلہ

سعودی عرب کے دار الحکومت ریاض سے ایک روز نامہ نکلتا ہے، شہر ریاض ہی کی نسبت سے اس کا نام روزنامہ ''ریاض'' رکھا گیا ہے۔ اخبار کے مطابق دو بھائیوں کے درمیان جھگڑے کا مقدمہ اس قدر سنگین صورت اختیار کر گیا کہ اس کا فیصلہ پنچایت میں نہیں ہو سکا، بلکہ مقدمہ ہائیکورٹ تک پہنچ گیا۔ دراصل یہ مقدمہ بالکل نرالی نوعیت کا تھا۔ اس لیے بہت سے عرب اخبارات نے اسے نمایاں سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ ہم روز نامہ ''الریاض'' کے حوالے سے اس کا خلاصہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں:

چتران نامی بوڑھا ''سیاح'' نامی بستی میں رہتا تھا، جو سعودی عرب کے مشہور شہر ''بریدۃ'' سے 90 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ جب مقدمہ ہائیکورٹ میں پہنچا، بوڑھے کے خلاف فیصلہ ہوا، وہ زار و قطار رونے لگا، اس کی ڈاڑھی بھیگ گئی۔

دراصل ان کا مقدمہ دونوں بھائیوں کے درمیان تھا، والدہ کی خدمت کس نے کرنی ہے۔ اب کس کا حق ہے۔ تفصیلات کے مطابق بڑھیا اپنے بڑے بیٹے چتران کے ساتھ رہتی تھی، چتران اپنی ماں کے ساتھ انتہائی حسنِ سلوک سے پیش آتا، حتی المقدور اس کی خدمت کرتا تھا۔ بوڑھی ماں بھی اس کے ساتھ خوش

[1] ''والدین کی اطاعت و نافرمانی کے واقعات'' از مولانا عبدالمالک مجاہد (179-177)

Marfat.com

تھی، جب چتران کی عمر زیادہ ہوگئی، ایک دن چھوٹے بھائی نے اپنے بڑے بھائی کو کہا جو دوسرے شہر میں رہتا تھا، اب وہ ماں کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔

یہ بات چتران کے لیے بہت تکلیف دہ تھی۔ وہ کہنے لگا: بھائی اگرچہ میں بوڑھا ہوں اور تم میرا بڑھاپا دیکھ رہے ہو کہ میں والدہ کی اچھی طرح خدمت نہیں کرسکوں گا، تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں آج بھی اپنی والدہ کی خدمت اسی طرح کرنے کے قابل ہوں، جیسے پہلے کرتا تھا۔ تمھیں میرے بارے میں غلط فہمی کیوں پیدا ہوئی ہے۔ میں ہرگز گوارہ نہیں کرسکتا کہ میری ماں میری آنکھوں سے اوجھل رہے۔ میں جیتے جی ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا، اگر تم نے ایسا کیا تو میں زندگی بھر بے قرار رہوں گا۔ اس لیے مجھ پر احسان کرو اور ماں کو اپنے ساتھ شہر لے جانے کی کوشش نہ کرو۔

چھوٹے بھائی نے کہا: بھائی جان! آپ طویل عرصے سے ماں کی خدمت کر رہے ہیں اور بلاشبہ آپ نے والدہ کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی، جتنا ہوسکا آپ نے والدہ کی خدمت کی۔ اب آپ بوڑھے ہو چکے ہیں، ایسی صورت میں آپ خود اپنے بچوں کی خدمت کے محتاج ہیں، اس لیے گزارش ہے کہ والدہ کو میرے ساتھ شہر جانے دیں۔ میں ابھی جوان ہوں، میرے بچے بھی دادی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، میری بیوی بھی ساس کی خدمت کرنا چاہتی ہے، اس لیے آپ ہمیں ماں کی خدمت کا موقع فراہم کریں۔

دونوں میں بحث ہوتی رہی، کوئی بھی والدہ کو خود سے جدا کرنے پر راضی نہ تھا۔ دونوں بھائیوں کے درمیان بحث بڑھتی دیکھ کر پڑوس کے لوگوں نے معاملہ سلجھانے کی کوشش کی، لیکن لوگوں کو یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی کہ دونوں

Marfat.com

بھائیوں میں سے کوئی بھی ماں سے جدا رہنے پر تیار نہ تھا۔ دونوں اپنی اپنی دلیلیں دے رہے تھے، جب آپس میں معاملہ حل نہ ہوا تو لوگوں کی مصالحت کی کوششیں بھی ناکام ہوگئیں، معاملہ ہائی کورٹ تک پہنچ گیا، مقدمہ دونوں بھائیوں کی طرف سے دائر ہوا تھا۔

جج کے پاس مقدمہ پہنچا تو اسے بڑی حیرت ہوئی، اس نے اس کیس کو ہر اعتبار سے جانچا اور پرکھا، اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ وہ کیا کرے؟ پھر اس نے دونوں بھائیوں کو اپنے چیمبر میں بلایا اور یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ ان میں سے کوئی ایک بھائی اپنی ماں کو دوسرے بھائی کے پاس رہنے پر راضی ہو جائے۔ جج کی یہ کوشش بھی ناکام ہوئی۔ جج نے بوڑھی ماں کو عدالت میں بلایا، تاکہ اس کی رائے لی جائے کہ وہ کس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ جج کے حکم کے مطابق دونوں بھائی اپنی والدہ کو ایک وہیل چیئر پر بٹھا کر لائے، عدالت میں پیش کیا۔ جج نے پوری صورتِ حال بوڑھی ماں کے سامنے رکھی، اسے کہا: دونوں خدمت کرنا چاہتے ہیں، کوئی بھی تمھاری جدائی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں، تم جو کہو گی اس کے مطابق فیصلہ ہوگا، بلکہ اب فیصلہ تم ہی کرو گی۔

ماں کے لیے دونوں بیٹوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا جج سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ اس لیے کہ دونوں آنکھوں کے تارے تھے، دونوں کو ایک نظر سے دیکھتی تھی۔ اس نے جج صاحب کو کہا: میں دونوں کی ماں ہوں، میرے لیے فیصلہ مشکل ہے۔ میں دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دے سکتی، میں فیصلہ کر کے کسی بچے کا دل نہیں دکھانا چاہتی۔

جج نے بوڑھی ماں کی بات سنی تو حیران رہ گیا۔ اس کے لیے مقدمہ اور

Marfat.com

مشکل ہو گیا، جج نے کافی سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ سنایا: چتران تم نے ایک عرصے سے ماں کی خدمت کی ہے، اب خود بوڑھے ہو چکے ہو، اب پہلے کی طرح ماں کی خدمت نہیں کر سکتے، اس کے مقابلے میں چھوٹا بھائی ابھی جوان ہے، وہ ماں کی خدمت زیادہ کر سکتا ہے۔ عدالتے فیصلہ سناتی ہے، بوڑھی ماں اب چھوٹے بیٹے (بھائی) کے ساتھ رہے گی، یہ فیصلہ سننا تھا کہ چتران کی چیخیں نکل گئیں، اس کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں، وہ بھری عدالت میں سسکیاں بھر کر رونے لگا۔ وہ اپنے آپ پر افسوس کر رہا تھا کہ آہ! آج میں بوڑھا ہوں، والدہ کی خدمت نہیں کر سکتا۔ کاش! میں بوڑھا نہ ہوتا، والدہ کی خدمت کرتا، برکات کا نزول میرے گھر رہتا۔[1]

راوی کا بیان ہے:

''ماں نے کس انداز سے اپنے بچوں کی تربیت کی تھی، وہ خدمت کرنے کے لیے ہائی کورٹ چلے گئے۔ کاش! اس لالچی دور میں نوجوان اس واقعے سے عبرت حاصل کریں۔ والدین کی خدمت کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے کی کوشش کریں:

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

(اقبالؔ)

ماں باپ کو حج کرانے کا انعام

اس واقعے کا راوی ایک عربی نوجوان ہے، اس نے والدین کے ساتھ

[1] ''والدین کی اطاعت و نافرمانی کے واقعات'' از عبد المالک مجاہد (ص:183-188)

Marfat.com

حسنِ سلوک کے حوالے سے یہ واقعہ بیان کیا ہے جسے ہم کتاب "سعادة الدارين في بر الوالدين" سے یہاں قارئین کرام کی ضیافتِ طبع کے لیے نقل کر رہے ہیں:

میں ایک کمپنی میں ملازم تھا، ملازمت کے دوران میں نے کسی وجہ سے کمپنی کے مینیجر کو استعفیٰ پیش کر دیا۔ استعفیٰ قبول ہو گیا۔ کمپنی کی جانب سے 32,000 دینار بطورِ واجبات ملے۔ میں نے اپنا حق وصول کیا اور گھر آ گیا، میرے پاس اس رقم کے علاوہ کوئی سرمایہ نہیں تھا۔ اتنے زیادہ دینار میرے لیے بڑی اہمیت کے حامل تھے۔

یہ اس وقت کی بات ہے، جب 1424ھ کا حج بالکل قریب تھا۔ بیت اللہ کی زیارت کے خواہش مند حضرات حج کے لیے ضروری انتظامات کی تکمیل میں لگے ہوئے تھے۔ جب میں گھر پہنچا تو والدین کو کمپنی کے واجبات سے آگاہ کیا۔ والد اور والدہ نے فرمایا: ہماری خواہش ہے کہ تم یہ رقم ہمیں دے دو، تاکہ ہم فریضہ حج ادا کر سکیں۔ میں نے ان کے حکم پر فوراً لبیک کہا اور مطلوبہ رقم ان کے حوالے کر دی۔ ہر چند مجھے مال کی ضرورت تھی، مگر والدین کی خواہش کا احترام میرے لیے سب سے اہم بات تھی۔ پھر میں خود حج کا انتظام کرنے والی ایک کمپنی کے پاس گیا۔ حج سے متعلقہ فارم پر کیا اور تمام کارروائیاں مکمل کر کے اپنے والدین کو حج مبارک کے سفر پر روانہ کر دیا۔ الحمد للہ انھوں نے فریضہ حج بحسن وخوبی ادا کر لیا اور دو ہفتے بعد مکہ مکرمہ سے وطن واپس آ گئے۔

والدین کی حج سے واپسی کے بعد ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے موبائل کی گھنٹی بجی، فون ریسیو کیا، یہ میری سابقہ کمپنی کے مینیجر کا فون تھا۔ اس نے بتایا کہ کمپنی میں چونکہ تم نے طویل عرصے تک ملازمت کی ہے، اس لیے بدلِ خدمت

Marfat.com

کے طور پر کمپنی کے اصول کے مطابق تمھارا حقِ خدمت دیناروں کی شکل میں پڑا ہوا ہے، تم دفتر سے رابطہ کر کے اپنا حق وصول کر لو، میں نے سوچا یہ کوئی معمولی سی رقم ہو گی، کیوں کہ میں پہلے ہی اپنا بدلِ خدمت وصول کر چکا تھا۔

میں آفس پہنچا، مینیجر سے رابطہ کیا، اس نے ایک لفافے میں چیک دیا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور آفس سے گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔ گھر پہنچ کر میں نے لفافہ کھول کر دیکھا تو اس میں اتنی ہی قیمت تھی جتنی میں نے والدین کے حج پر خرچ کی تھی۔ سبحان اللہ! والدین کو حج بھی کروا دیا اور مجھے اتنی ہی رقم واپس بھی مل گئی۔ گویا میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ میرے والدین مجھ سے بہت خوش تھے۔ پھر معلوم نہیں والدین نے حج میں میرے لیے کتنی دعائیں کی ہوں گی۔[1]

ماں کی دعا سے بیڑیاں ٹوٹ گئیں

حافظ ابوبکر طوشی مشہور و معروف عالمِ دین گزرے ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب میں ماں کی دعا کی برکت کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

ایک خاتون بقی بن مخلد کی خدمت میں حاضر ہوئی، بقی بن مخلد اندلس کے رہنے والے تھے۔ ان کے علم اور زہد کا دور دور تک چرچا تھا۔ یہ علم کے سمندر اور فراست کے پہاڑ تھے۔ فنِ روایت میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ اندلس کے نامور علمائے کرام میں ان کا درجہ بڑا امتیاز تھا۔

مذکورہ خاتون نے بقی بن مخلد رحمہ اللہ سے عرض کیا: میرے بیٹے کو اہلِ روم نے گرفتار کر لیا ہے۔ میرے پاس فدیہ دے کر اہلِ روم سے چھڑانے کے لیے ایک

[1] ''والدین کی اطاعت و نافرمانی کے واقعات'' مولانا عبدالمالک مجاہد (ص: 128-130)

Marfat.com

چھوٹے سے گھر کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس گھر کو فروخت کرنے کی بھی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ کسی اہلِ خیر کے بارے میں بتائیں جو میرے بیٹے کو چھڑانے کے لیے مدد کر سکے، جب سے میرا بیٹا گرفتار ہوا ہے نہ مجھے رات کو چین ہے نہ دن کو قرار ہے، میری آنکھوں سے نیند اُڑ چکی ہے، میں ہر وقت اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے دعائیں مانگتی ہوں۔

بقی بن مخلد رحمہ اللہ نے خاتون کا آہ وزاری سن کر فرمایا: مجھے اس سلسلے میں کچھ سوچنے کی مہلت دو۔ اس کے بعد انھوں نے اپنا سر جھکا لیا اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگے۔ ادھر والدہ بھی دعائیں مانگ رہی ہیں۔ اپنے رب سے آہ وزاری کر رہی ہے، پھر والدہ کی دعائیں رنگ لاتی ہیں۔

چند دنوں کے بعد وہ خاتون دوبارہ بقی بن مخلد رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا جسے رومیوں نے گرفتار کر لیا تھا، اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا ذرا اپنی گرفتاری اور رہائی کی داستان شیخ صاحب کو سناؤ، وہ بتانے لگا:

''واقعہ یہ ہے کہ روم کے ایک شہزادے نے مجھے گرفتار کر لیا تھا۔ میں اس کے قید خانے میں بند تھا۔ قیدیوں پر ایک آدمی مامور تھا جس کے ہر ادا ہمیں تکلیف دینے والی تھی۔ ہمیں خانے میں بری طرح زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ ہم اس کی ایذا رسانی سہتے اور زبان درازی بھی برداشت کرتے۔ ایک رات ہم قیدیوں سے انتہائی مشقت سے کام لیا گیا، جب ہم کام کر کے قید خانے میں واپس آئے تو اچانک میرے پاؤں کی زنجیریں ٹوٹ کر زمین پر گر پڑیں۔ زنجیر گرنے کا وقت وہی تھا جب اس کی والدہ اور بقی بن مخلد رحمہ اللہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا تھا۔ نوجوان نے کلام کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مزید بیان کیا، زنجیر

Marfat.com

گرتے ہی وہ آدمی جو قیدیوں کی نگرانی پر مامور تھا میری طرف متوجہ ہوا اور کھا نے جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا: ''تم نے زنجیر توڑ دی؟''

میں نے معذرت خواہانہ انداز میں جواب دیا: نہیں، نہیں! میں نے اپنی زنجیر کو ہاتھ تک نہیں لگایا، بلکہ خود ہی میرے پاؤں سے ٹوٹ کر گر پڑی ہیں چنانچہ اسی وقت لوہار کو بلایا گیا اور زنجیر کی مرمت کروا کر میرے پاؤں میں پہنا دی گئی۔ میں ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ یکا یک زنجیر ٹوٹ کر زمین پر گر پڑی۔ اتنی مضبوط زنجیر کا یکا یک ٹوٹ کر گر جانا بڑا تعجب خیز معاملہ تھا۔ سپاہیوں کو بڑی حیرت ہوئی، یہ معمولی واقعہ نہ تھا۔ سپاہی نے اپنے دوسروں ساتھیوں کو بلوایا، ان کو اس واقعے سے آگاہ کیا گیا، پھر بات جیل کے بڑے افسروں تک جا پہنچی۔ انھوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں کو بلا کر سارا ماجرا سنایا۔ بڑا پوپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ میرے پاس آیا، اس پوچھا: کیا تیری ماں زندہ ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ وہ کہنے لگا: تیری والدہ کی دعا نے قبولیت حاصل کر لی ہے، جب اللہ تعالیٰ نے تجھے رہائی دے دی ہے تو پھر ہم تجھے پابندِ سلاسل نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ رومی سپاہیوں نے مجھے نہایت عزت و احترام کے ساتھ مسلمانوں کے قافلے کی طرف روانہ کر دیا۔ ایک دکھی ماں کی دعا اپنے بیٹے کے حق میں قبول ہو چکی تھی۔

اویس قرنی رحمہ اللہ والدہ کی خدمت کرتا رہا

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

''ایک شخص جن کا نام اویس ہے وہ اپنی والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہیں۔ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ وہ قسم پوری کر دے، انھیں سفید داغ (برص) تھا، اگر تمھاری ان سے

Marfat.com

ملاقات ہو تو تم ان سے گزارش کرو کہ تمھارے لیے مغفرت کریں۔"

رسولِ اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کا وقت آیا تو ان کا معمول یہ ہو گیا کہ ملک یمن سے کوئی قافلہ آتا تو آپ قافلے والوں سے پوچھتے: کیا تم میں اویس بن عامر قرنی ہیں؟

مورخین کے مطابق 23 ہجری میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حج کے موقعے پر اویس بن عامر رحمہ اللہ کو تلاش کرایا۔ پھر جب اویس بن عامر رحمہ اللہ حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ اویس بن عامر ہیں؟ جی ہاں مجھے اویس بن عامر کہتے ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کی والدہ زندہ ہیں، جی ہاں! حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"یمن کی امدادی فوج کے ساتھ تمھارے پاس اویس بن عامر نامی ایک شخص آئے گا۔ وہ قبیلہ مراد سے ہے جو قبیلہ قرن کی شاخ ہے، اس کے بدن پر برص کا نشان تھا، جو صحیح ہو گیا، البتہ درہم برابر باقی ہے۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری فرما دے۔ اگر تم اس سے ملے تو اپنی مغفرت کی دعا اس سے ضرور کرانا۔"

یہ حدیث بیان کر کے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اویس قرنی رحمہ اللہ سے اپنے لیے دعائے مغفرت کی درخواست کی، چنانچہ انھوں نے دعا کی۔[1]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: حج کے بعد کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٥٤٢)

Marfat.com

اویس بن عامر رحمہ اللہ نے کہا: کوفہ جانا چاہتا ہوں۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کے بارے میں کوفے کے گورنر کو خط نہ لکھ دوں۔

اویس بن عامر نے کہا: مجھے کمزور اور گمنام لوگوں میں رہنا زیادہ پسند ہے۔

اس سے والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک تابعی اویس بن عامر قرنی سے دعا کرانے کے بارے میں کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے عظیم صحابی ان سے دعا کی درخواست کرتے ہیں، ان کو یہ مقام والدہ کی اطاعت کرنے پر ملا ہے۔

ماں کے احترام کا صلہ

امام ابن سیرین مشہور تابعی ہیں۔ یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ ان کی والدہ خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لونڈی تھیں، ہر ایک ان کے علم و فضل، تقویٰ و پاکیزگی اور بزرگی کا معترف ہے، ان کو تعبیر الرؤیا کا امام مانا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں علم و فضل، تقوی و زہد سے نوازا تھا، یہ جب بازار میں جاتے، لوگ ان کے احترام میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے تھے۔

ابو عوانہ رحمہ اللہ ان کی فضیلت کے بارے میں کہتے ہیں:

''میں نے محمد بن سیرین کو بازار سے گزرتے دیکھا لوگ انھیں دیکھ کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر رہے تھے۔''

امام محمد بن سیرین کے بارے اشعث رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جب محمد بن سیرین سے حلال و حرام کے حوالے سے کوئی سوال کیا جاتا تو وہ ایسے مرعوب ہوتے کہ ان کی حالت ہی بدل جاتی، یہ ان کے زہد و تقویٰ کی

Marfat.com

علامت تھی۔ ڈرتے تھے کہ کوئی غلط بات نہ نکل جائے۔"

ابن عوف رحمہ اللہ کا قول ہے:

"میری آنکھوں نے تین حضرات کو بے مثل دیکھا اور کسی چوتھے بزرگ کو ان کے برابر نہیں پایا: ابن سیرین، قاسم بن محمد، رجاء بن حیوہ۔"

امام ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے:

"وہ بصریوں میں سب سے زیادہ متقی تھے۔"

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابن سیرین کامل العلم تھے، ثقہ اور پہاڑ کی چٹان سے زیادہ مضبوط تھے۔ امام حسن بصری سے بھی زیادہ ثابت قدم اور مستقل مزاج تھے۔ محدثین کی جماعت میں انھیں صدر کی حیثیت حاصل ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت بڑا مقام دیا تھا۔ یہ والدہ کی خدمت، اطاعت اور فرماں برداری کا نتیجہ تھا۔ اتنا اونچا مقام ہونے کے باوجود ماں کے سامنے ایسے ہوتے تھے جیسے کوئی ادنیٰ سا آدمی ہے۔

ان کی بہن حفصہ جو علمِ قراءت کی مشہور قاریہ تھی، ان کا بیان ہے:

"محمد بن سیرین جب اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ماں کے بے حد احترام و تواضع کے سبب اپنی زبان نہیں کھولتے تھے۔"

ایک دفعہ امام محمد بن سیرین اپنی ماں کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک آدمی ان سے ملاقات کے لیے آیا۔ وہ آدمی پہلے محمد بن سیرین کی مجلس دیکھ چکا تھا اور ان کے رعب اور علمی جاہ و جلال سے واقف تھا۔ جب اس نے محمد بن سیرین کو ایک عورت کے سامنے اس طرح تواضع اور خاکساری کے عالم میں دیکھا تو

Marfat.com

وہاں موجود لوگوں سے پوچھنے لگا کہ کیا یہ محمد بن سیرین ہی ہیں؟ کیا یہ بیمار ہو گئے ہیں، وہ اس قدر سہمے ہوئے کیوں نظر آرہے ہیں؟ اسے یہ جان کر تعجب ہوا کہ وہ ماں کی خدمت میں اس انداز سے رہا کرتے ہیں۔ لوگوں نے اسے بتلایا:

''نہیں وہ بیمار نہیں ہیں، بلکہ جب وہ اپنی ماں کے پاس ہوتے ہیں تو اسی حالت میں ہوتے ہیں۔''[1]

اپنی والدہ کے ساتھ ان کا سلوک دیکھیں اور پھر اپنے آپ کو بھی دیکھیں۔

والدین کی خدمت کرنے سے چٹان ہٹ گئی

والدین کی اطاعت اور فرماں برداری اللہ کی عبادت کے بعد فرض ہے۔ جیسا کہ سورت بنی اسرائیل میں ہے:

﴿وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا﴾ [بني اسرائيل: ٢٣]

''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے اچھا سلوک کرو، اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تیرے ہاں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تُو ان سے ''اُف'' تک نہ کہہ اور انھیں مت جھڑک اور ان سے نرم (لہجے میں ادب و احترام سے) بات کر۔''

اگر کسی وقت کوئی انسان مشکلات میں پھنس جائے اور اس نے والدین کی خدمت کی ہو تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو مشکلات سے نکال دیتا ہے،

[1] صحيح. كتاب الزهد، الحديث (١٧٧٠)

Marfat.com

نیز جو والدین کی خدمت کرتا ہے آگے اس کی اولاد بھی اس کی خدمت کرتی ہے۔ والدین کی خدمت کس طرح مشکل حل کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین آدمیوں کی ایک جماعت کہیں جا رہی تھی، یہ لوگ ابھی راستے میں تھے کہ ان کو بارش نے آلیا۔ وہ پہاڑ کی غار میں بارش سے بچاؤ کے لیے داخل ہو گئے۔ باہر بارش کے علاوہ طوفان بھی تھا۔ اچانک پہاڑ کے اوپر سے ایک بھاری چٹان گری، جس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ یہ تینوں اندر ہی تھے۔ غار کا منہ بند ہونے سے غار کے اندر اندھیرا چھا گیا، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ بارش رک گئی، طوفان کا زور تھم گیا تو انھوں نے غار سے باہر نکلنے کی تدبیریں شروع کر دیں۔

''انھوں نے بہت کوشش کی کہ طاقت کے بل بوتے پر چٹان کو غار کے سامنے سے لڑھکا دیں، مگر چٹان ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اب کوئی تدبیر سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہ بڑی پریشانی کے عالم میں تھے انھیں اپنی جان خطرے میں نظر آرہی تھی۔ یکایک ان کا ذہن اللہ کی طرف گیا کہ کیوں نہ اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کا حوالہ دے کر دعائیں مانگیں۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں سن لے اور چٹان کو غار کے منہ سے ہٹا دے۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

''تمھیں اس چٹان سے نجات دلانے کا یہی ایک راستہ ہے کہ تم اپنے نیک اعمال کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو۔''

Marfat.com

''چنانچہ ان تینوں نے اپنے اپنے اعمال صالحہ کا حوالہ دے کر دعائیں کیں۔ سب سے پہلے اس آدمی نے آغاز کیا جو اپنے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ نہایت مخلصانہ محبت کرتا اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتا تھا۔ اس نے اپنی دعا ان الفاظ میں شروع کی:

''اللہ رب العالمین، میرے ماں باپ بوڑھے تھے، میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ جب بکریاں چرا کر گھر لوٹتا تو دودھ دوہنے کے بعد سب سے پہلے اپنے بوڑھے ماں باپ کو دودھ پلاتا، ان کے بعد اپنے بیوی بچوں کو دودھ پلاتا تھا۔ ایک مرتبہ میں بکریاں لے کر دور نکل گیا۔ گھر آنے میں تاخیر ہوگئی، جب میں گھر آیا تو دودھ دوہنے کے بعد اپنے والدین کی خدمت میں پہنچا۔ وہ دونوں میرے گھر آنے سے پہلے ہی سو چکے تھے۔ میں نے اپنی بیوی اور بچوں کو والدین سے پہلے دودھ پلانا مناسب نہیں سمجھا، حالاں کہ میرے بچے شدتِ بھوک سے چلا رہے تھے۔ میں ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لے کر والدین کے سرہانے کھڑا ہوگیا اور ان کے جاگنے کا انتظار کرنے لگا۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''میں اپنے والدین کے نیند سے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ فجر نمودار ہوگئی۔ صبح جب میرے والدین نیند سے بیدار ہوئے تو میں نے انھیں دودھ کا پیالہ پیش کیا، جب انھوں نے دودھ پی لیا تو میں اپنی بیوی بچوں کے لیے دودھ لے کر گیا وہ سو چکے تھے،

Marfat.com

میں نے انھیں جگا کر دودھ پلایا۔

''اللہ رب العالمین! اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کی خاطر کیا ہے تو اس چٹان کو ہم پر سے ہٹا دے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''چٹان تھوڑی سی ہٹ گئی مگر وہ اتنے کم سوراخ سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔''

اب دوسرے نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیے اور ان الفاظ میں دعائیں کرنے لگا:

''پروردگار! میری ایک چچا زاد بہن تھی، میں اسے دل سے چاہتا تھا۔ میں نے اسے ورغلانے کی کوشش کی وہ میرے جال میں نہیں پھنسی، میں سال بھر اس کے پیچھے پڑا رہا۔ وہ میری بات ماننے سے مسلسل انکار کرتی رہی۔ ایک روز وہ خود ہی میرے پاس آئی، اسے پیسوں کی سخت ضرورت تھی۔ میں نے اسے ایک سو اشرفیاں دیں بشرطیکہ وہ خود کو میرے حوالے کر دے۔ وہ راضی ہو گئی۔ جب میں غلط ارادے سے اس کی طرف بڑھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے اللہ کا خوف کھا! میں نے جب اس کی بات سنی تو میرے اندر خوفِ الٰہی سما گیا اور میں اس گناہ سے باز رہا۔ میں نے اسے جو سو اشرفیاں دیں وہ بھی واپس نہیں لیں، وہ چلی گئی، حالاں کہ میں اسے بہت چاہتا تھا۔ میرے پروردگار! اگر میں نے یہ تیری رضا اور خوشنودی کے لیے کیا ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے۔''

Marfat.com

دوسرے آدمی کی دعا سے چٹان کا کچھ حصہ غار کے منہ سے ہٹ گیا، اب انھیں تھوڑا تھوڑا آسمان نظر آرہا تھا اور غار کے اندر باہر کی روشنی پہنچ رہی تھی مگر چٹان ابھی اتنی نہیں ہٹی تھی کہ وہ باہر نکل سکتے۔

اب تیسرے آدمی نے دعا مانگی:

"الٰہ العالمین! میں مزدوروں سے کام لیتا تھا اور ان کے حقوق دے دیا کرتا تھا، مگر ایک مزدور میرے پاس سے مزدوری لیے بغیر ہی چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کا حصہ اپنے کاروبار میں لگا دیا۔ میرے کام میں اتنی برکت ہوئی کہ اس حصے میں بھی بہت اضافہ ہو گیا۔ اونٹ، گائے، بکری اور غلام کی شکل میں اس کا مال بہت بڑھ چکا تھا۔ میں نے ایک عرصے تک اس مزدور کے آنے کا انتظار کیا۔ کافی عرصہ گزرنے کے بعد وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے اپنی مزدوری طلب کرنے لگا۔ میں نے اسے کہا یہ سامنے اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام ہیں، یہ سب تیری مزدوری کا حصہ ہیں، یہ سب کچھ لے جا، اسے میری باتوں پر یقین نہیں آرہا تھا، چنانچہ اس نے کہا: اللہ کے بندے میرا مذاق نہ اڑا۔ میں نے یقین دلایا کہ میں تیرا مذاق نہیں اڑا رہا، بلکہ جب تو اپنی مزدوری میرے پاس چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے اس مال کو تجارت میں لگا دیا تھا اور یہ اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام سب تیرے ہیں، اس لیے تو اپنا حصہ لے جا، چنانچہ اس نے یہ سارا مال اپنے قبضے میں کیا اور سارا مال لے کر چلا گیا۔

اے اللہ! اگر یہ کام میں نے تیری خوشنودی اور رضا مندی کے لیے

Marfat.com

کیا ہے، تو ہماری پریشانی دور فرما دے اور چٹان کو ہٹا دے۔"

ان کی دعاؤں سے وہ چٹان ہٹ گئی، وہ تینوں غار سے نکل آئے۔[1]

ان تینوں میں والدین کی خدمت کے بارے میں جو بیان کیا گیا ہے تو والدین کی فرماں برداری اور خدمت سے اللہ تعالیٰ کئی مصائب اور مشکلات آسان فرما دیتا ہے۔

والدین کی خدمت کا صلہ

کسی آدمی کے لیے اس سے بڑے اعزاز کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ اسے والدین کی خدمت کا آخری وقت پر موقع مل جائے۔ ہمارے والد صاحب مرحوم انتہائی دین دار، نیک سیرت، خوددار، بے لوث تھے۔ انھوں نے ساری زندگی توحید و سنت کی دعوت دینے میں گزاری ہے۔ اپنا زمین دارہ بھی کرتے رہتے تھے۔ زیادہ وقت اگر دین کی اشاعت میں دیتے جائیں معاشی حالات تو درمیانے ہی ہو سکتے ہیں، یہی حالات ہمارے تھے۔ بڑی مشکل سے گزارہ ہوتا تھا۔ دینی تعلیم کے بعد فاضلِ عربی، او۔ٹی کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے سکول میں پڑھانے کے لیے منتخب کر لیا۔ والد مرحوم بیمار ہوئے اپنے ڈیرے پر مولیاں لگائی ہوئی تھیں وہ کھالیں، کہنے لگے: میرے پیٹ میں درد ہے۔ دوائی لائی، افاقہ نہ ہوا۔ دوسرے دن مختلف ڈاکٹروں کے پاس گئے، بالکل آرام نہ ہوا۔ ہم انھیں شہر لے جانے لگے تو کہنے لگے: شہر نہ لے کر جاؤ، میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ برادری کے دیگر افراد اصرار کرنے لگے: انھیں ضرور لے جاؤ، لوگ کیا کہیں گے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٢٧٢)

"والدین کی اطاعت و فرماں برداری کے واقعات" از مولانا عبدالمالک مجاہد

Marfat.com

مولویوں نے پیسے ہونے کے باوجود اپنے والد کا علاج نہیں کرایا۔ وہ کہتے رہے: ایسا نہ کرو میں نہیں بچوں گا۔ شہر لے گئے، بڑے ہسپتال میں ان کو ایک دن رکھا، وہاں ان کی حالت خراب ہونے لگی، کہنے لگے: میری جان تو نکل رہی ہے اس مقام تک آ گئی ہے۔ پھر وہ چند نصیحتیں کرنے لگے۔ کہنے لگے: اب تو ضرورت کی چیزیں جنت میں جا کر کھائیں گے، کئی راتیں آپ کے ساتھ رہنے، ان کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔

پھر ہماری والدہ محترمہ بھی ہمارے ساتھ رہتی تھیں۔ ہمارے بچوں سے سب سے زیادہ پیار کرتی تھیں، ہم انگلینڈ آ گئے، پھر بھی انھیں یاد کرتی رہتیں۔ چھوٹے بھائی کی جب شادی ہوئی، ہمارے بچوں کی تصاویر اپنے سامنے رکھتیں، چلو یہ بھی شادی میں شریک ہو جائیں گے۔ بڑے بچے کی شادی انھوں نے بڑی خوشی سے کی، ان کے گھر ہی سے تیار ہو کر بچہ براءت کے ساتھ گیا۔ یہ بڑی خوش تھیں۔ میں آخری دفعہ جب گھر گیا تو کہنے لگیں: کب واپس آؤ گے؟ خود ہی کہنے لگیں: جب انگریز آپ کو نکالیں گے پھر آپ واپس پاکستان آئیں گے۔ کرایہ وغیرہ بنا کر واپس آ جانا۔ برطانیہ سے یہاں بچوں سمیت آنے کا کرایہ بھی تو بہت زیادہ ہے۔ آج حالات ایسے پیدا ہو رہے ہیں، مسلمانوں کے لیے عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے، اب ہم خود بھی جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔

اللہ کا احسان کے والدین ہم سے راضی تھے۔ والدہ محترمہ حج پر گئیں تو ہمیں بہت دعائیں دیتی تھیں۔ لوگوں کو بتاتی تھیں، برطانیہ والوں نے مجھے حج کرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا صلہ دیا ہے، اپنے تمام بہن بھائیوں میں اللہ تعالیٰ کے ہم پر احسانات زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیاں ہم پر زیادہ ہیں۔ والدین کی

Marfat.com

فرماں برداری کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے برطانیہ کے جماعتی حلقوں میں عزت و احترام دیا، تین بار امارت کے عہدے پر فائز رہا، پھر ماشاء اللہ سارے بچے فرماں بردار ہیں۔ پانچ بچے ایک بچی سب خوش و خرم ہیں۔ ہر ایک مختلف پھولوں کی طرح ہے، کسی کو نہیں کہہ سکتے کس پھول کی خوشبو اچھی ہے۔ بچی اپنے گھر میں خوش ہے۔ بچوں سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے۔ دو بڑے بچے دینی کتابوں کا کاروبار کر رہے ہیں، تین چھوٹے ڈاکٹرز ہیں۔ یہ چند سطور شیخی بھگارنے کے لیے نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی تحدیثِ نعمت کے طور پر تحریر کر رہا ہوں۔

وگرنہ ایک آدمی جس نے غربت میں دینی تعلیم حاصل کی ہو جب کہ پاؤں میں جوتا پہننے کے لیے بھی نہ ہو۔ کئی دفعہ گھر کے اندر فاقے رہے ہوں، ایسے ہو سکتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ جس کے پاس ایک اپنا گھر نہیں تھا والد صاحب کہتے یہ میرا لڑکا کیسے گھر بنائے گا۔ آج اللہ تعالیٰ نے کئی گھر دیے ہیں۔ بڑے بڑے گھر دیے ہیں، نیت اچھی رکھیں، کسی کو دھوکا نہ دیں، شرافت سے زندگی گزاریں، والدین کو راضی رکھیں اللہ تعالیٰ ہر چیز عنایت کرے گا، اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔

ماں کی عزت و توقیر کا واقعہ

تاریخ کی کتب میں والدین کی اطاعت و فرماں برداری کے حوالے سے بڑا سرمایہ موجود ہے۔ ہمارے اسلاف میں سے بہت سی ہستیاں ایسی گزری ہیں کہ باہر کی دنیا میں ان کا وقار اور ان کا رعب و دبدبہ مثالی مقام رکھتا تھا۔ مگر گھر کے اندر

Marfat.com

وہ اپنی ماں کے ساتھ اس طرح ادب و احترام سے پیش آتے تھے جیسے وہ طفلِ مکتب ہوں۔ دنیا میں دور دور تک ان کے علم و فضل کا شہرہ ہوتا، مگر وہ اپنے والدین کی خدمت میں انتہائی خاکسار، متواضع اور باادب بیٹے کی طرح رہتے تھے۔

ماں کے حسنِ سلوک سے پیش آنے والی بزرگ ہستیوں میں سے ایک نام علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا بھی آتا ہے۔ ان کا لقب زین العابدین تھا، یہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پوتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پرنواسے تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی دادی تھیں۔ ان کی پیدائش 27 ہجری میں ہوئی۔

جمعرات کا دن تھا اور شعبان کی 7 تاریخ تھی۔ ان کی ولادت کے موقع پر ان کے دادا جان سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور ان کے کان میں اذان دی، جیسا کہ ان کے دادا اور اپنے صاحبزادے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان دی تھی۔

مورخین کے ایک قول کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے ہی چلی ہے، کیوں کہ حادثہ کربلا میں خاندانِ نبوت میں یہی ایک زندہ بچ گئے تھے۔ یہ خیمے کے اندر بیماری کی حالت میں بستر پر پڑے ہوئے تھے۔ بعد میں انھیں بھی قیدیوں کے ساتھ کوفہ میں ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ جب زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی عمر سترہ سال کی ہوئی تو ان کی شادی ان کے چچا حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی فاطمہ بنت حسن سے ہوگئی۔ مورخین نے لکھا کہ زین العابدین کے تعلقات لوگوں کے ساتھ بہت اچھے تھے۔ اس لیے سبھی لوگ ان سے شدید محبت کرتے تھے، یہ اپنی والدہ محترمہ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ والدہ کے ساتھ ان کی محبت و الفت، ہمدردی اور اطاعت و فرماں برداری

Marfat.com

کی مثال دی جاتی تھی۔

ماں کے لیے زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی بے حد تکریم دیکھ کر ایک دفعہ لوگوں نے ان سے دریافت کیا:

''آپ اپنی والدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے، اس کی کیا وجہ ہے؟''

زین العابدین نے جواب میں فرمایا:

''مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں میرا ہاتھ کھانے کی پلیٹ سے وہ چیز پہلے نہ اٹھا لے جسے میری ماں نے میرے اٹھانے سے پہلے دیکھ لیا ہو اور وہ اسے کھانا چاہتی ہو۔ اس لیے میں اپنی والدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتا کہ اگر میں نے وہ چیز پہلے اٹھا لی جسے میری ماں کھانا چاہتی تھی تو اس طرح میں ان کا نافرمان ٹھہروں گا۔''[1]

سبحان اللہ! ذرا غور کریں ماں کے ساتھ زین العابدین کے حسنِ سلوک پر، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے اسلاف اپنی ماؤں کی کیسے عزت کرتے تھے اور ان کی کتنی محبت کرتے تھے۔

[1] شذرات الذهب في أخبار من ذهب (501/1)
''والدین کی اطاعت اور نافرمانی کے واقعات'' مولانا عبدالمالک مجاہد (ص: 205-202)

Marfat.com

باب 6

والدین کی نافرمانی کے واقعات و اثرات

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾

[بني إسرائيل: ٢٣، ٢٤]

''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے اچھا سلوک کرو، اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تیرے ہاں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تُو ان سے ''اُف'' تک نہ کہہ اور انھیں مت جھڑک اور ان سے نرم (لہجے میں ادب و احترام سے) بات کر اور ان کے لیے رحم دلی سے عاجزی کے ساتھ اپنا بازو (پہلو) جھکائے رکھ اور کہہ: میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔''

ماں کی بدزبانی کے اثرات اولاد پر

جیسی ماں ہو گی، اس کی اولاد بھی اسی طرح کی ہو گی۔ اگر نیک ہے،

Marfat.com

قرآن مجید کی تلاوت کرتی ہے، مہمان نوازی کرتی ہے، چھوٹے بڑے کی عزت کرتی ہے تو اس کے اثرات گھر والوں پر نیک اولاد کی صورت میں اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اگر ماں بدزبان ہے، ہر وقت لڑائی جھگڑا کرتی ہے، ہر وقت اپنے آپ کو سچی دوسروں کو جھوٹا کہتی ہے، ان کی ہر بات میں کیڑے نکالتی ہے تو یہی اثرات آگے اس کی اولاد میں بھی منتقل ہو جاتے ہیں، حسد کی بیماری، اپنے آپ کو ہر موقع پر سچا سمجھنا، دوسروں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنا اور احسان فراموشی کرنا ان کا معمول بن جاتا ہے۔

ہمارا اپنا قریبی جس کی والدہ کا نام کریم بی بی تھا۔ انتہائی بدزبان، بدتہذیب عورت تھی۔ خاوند سے لڑائی جھگڑا کرنا، اسے برا بھلا کہنا، اس کا عام معمول تھا، وہ بے چارہ شرم کا مارا اکثر ڈیرے پر رہتا تھا۔ کھانا کھا کر جلدی باہر نکل جاتا، تاکہ کوئی بری بات نہ سننی پڑ جائے۔ اگر گھر میں بیٹھ جاتا تو اس کو خوب ستاتی، کھانا وغیرہ جب اس کی مرضی ہوتی تیار کرتی، اگر خاوند اسے کھانا پکانے کے بارے میں کہتا، کہتی: جاؤ اپنی اماں کے گھر سے کھاؤ، مجھے لا کر دیتا کیا ہے، کیوں تمھارے لیے کھانا تیار کروں؟

شاید کوئی ایسا دن گزرا ہو جس دن وہ اپنی ساس سے لڑائی جھگڑا نہ کرتی ہو، وہ ضعیف تھی اس کی بدزبانی کے آگے خاموش رہتیں۔ دیورانیاں، جیٹھانیاں ہر وقت اس کی بک بک سے تنگ تھیں کہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھیں۔ کھانے پینے میں خوب مہارت دکھاتی، بلکہ زبردستی دودھ کا بڑا گلاس پیتی، کہتی: میرا خاوند میرے لیے کام کرتا ہے، جانوروں کو چارا ڈالتا ہے، میرا زیادہ حق بنتا ہے، اپنے بچوں کو دودھ دہی ملائی زیادہ کھلاتی، ان کا زیادہ حق ہے۔

Marfat.com

اپنے بچے بچیوں کو آرام سے بلانا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ہر وقت انھیں گالیاں نکالنا اس کا معمول تھا۔ اگر غصے میں آجاتی ہر بچے کو پکڑ کر خوب مرمت کرتی، محلے دار حیران رہ جاتے یہ کیسی عورت ہے، جس کے اندر رحم نہیں ہے۔ ہر بچے کا نام بگاڑ کر رکھا تھا۔ بڑے لڑکے کے کان بڑے تھے، اسے ہاتھی کے کانوں والے کے ساتھی بلاتی، ایک لڑکے کا ناک بڑا تھا اسے لمبے ناک والے کے ساتھی بلاتی۔ ایک لڑکے کا رنگ کالا تھا، اسے کالو کے نام سے یاد کرتی۔ شاید کبھی ان کے بچے سکول خوش ہو کر گئے ہوں۔ ہر روز رو کر ہی جاتے تھے، جب دل کرتا روٹھ کر چلی جاتی، کئی کئی مہینے تک گھر نہ آتی۔ محلے دار عورتوں پر رعب جمانے کے لیے کہتی یہ چیزیں میرے بھائی نے دی ہیں، ہمیشہ ان کے گن گاتی، اپنے خاوند اور اس کے بھائیوں کے گلے شکوے کرتی رہتی۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہی عادات آگے ان کے بچوں کے اندر بھی منتقل ہو گئیں۔ لڑائی جھگڑا، مار کٹائی، گالیاں نکالنا، ہمسائیوں کو تنگ کرنا، راستے میں گزرنے والوں پر چیزیں پھینکنا، حتیٰ کہ پیشاب تک کھڑے ہو کر نالی پر کر دیتے، لوگ گالیاں نکال کر چلے جاتے، شاید کوئی دن ایسا گزرتا ہو لوگ شکایت نہ کرتے ہوں۔ اب بڑے ہو گئے ہیں آپس میں اتفاق نہیں۔ چند بھائی باہر گئے ہیں، اس کے باوجود حالات سازگار نہیں ہیں، حسد کی بیماری ابھی تک ان کے اندر موجود ہے، اپنوں سے بڑا بننے کا جذبہ ہے، بڑے رشتے آتے ہیں گھر کے حالات دیکھ کر لوگ چلے جاتے ہیں۔ جو شادی شدہ ہیں وہ اپنی بیویوں کا خیال نہیں رکھتے، بلکہ والدہ رکھنے نہیں دیتی، اپنی بہو کو غلاموں کی طرح رکھتے ہیں اگرچہ اپنی بات باہر نکلنے نہیں دیتے، برائی کے اثرات تو اپنا رنگ دکھاتے ہیں۔

Marfat.com

پھر بڑوں کی عزت و احترام کا پتا نہیں بلکہ ان سے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔ ایسے افراد دنیا کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں، لوگ نفرت کرنے لگ جاتے ہیں۔

کاش مائیں ان باتوں کا احساس کریں، اپنی اولاد کی اچھے انداز سے تربیت کریں، لڑائی جھگڑے، گالی گلوچ سے اجتناب کریں، اس کے اثرات اولاد پر پڑتے ہیں۔ پھر جن گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت ہو مائیں صبح صبح قرآن پڑھیں، بچوں کو نمازوں کی تلقین کریں، ان گھروں میں اللہ تعالیٰ کی برکات کا نزول ہوتا ہے۔ اس کے اثرات بچوں پر بھی پڑتے ہیں۔

بچہ آدھی چادر کاٹ کر لایا

صاحبِ کتاب "سعادة الدارين في بر الوالدين" نے واقعہ نقل کیا ہے، ان کی مذکورہ کتاب کے حوالے سے یہ واقعہ قلم بند کر رہا ہوں:

واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص تھا، اس کی بیوی اس کے بوڑھے والد سے سخت نالاں تھی۔ اسے گھر کے اندر بوڑھے سسر کا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ اس لیے وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح سے اپنے شوہر کو ورغلا کر اس کے بوڑھے والد کو گھر سے باہر نکال دے۔

وہ موقعے کی تلاش میں رہتی تھی کہ کوئی بہانہ ملے اور وہ اپنے شوہر کو بھڑکا کر اس بوڑھے کو گھر سے بھگا دے۔ باپ کے خلاف بیوی کی باتیں سنتے سنتے شوہر کے بھی کان پک چکے تھے۔ ایک روز شوہر گھر آیا تو اس کی بیوی نے انتہائی ڈھٹائی سے کہا: "تمھارا باپ بہت خراب آدمی ہے، مجھے پریشان کرتا رہتا ہے، یہ اس قابل نہیں کہ ہم اس کی خدمت کریں، اسے فوراً گھر سے باہر نکال دو۔ اب ہم اس بوڑھے کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔"

Marfat.com

شوہر اپنی بیوی کو سمجھانے کے بجائے اس کی بات پر عمل درآمد کرنے کے بارے میں سوچنے لگا، اس نے اپنے والد کو گھر سے باہر نکالا اور ایک پہاڑ کے غار میں لے گیا۔ باپ نے پوچھا بیٹا: مجھے اس غار میں کیوں لائے ہو؟ وہ کہنے لگا: آج کے بعد یہی غار آپ کا مسکن ہے۔ آپ کے گھر رہنے کے سبب سے میری بیوی بڑی تکلیف میں ہے۔ اس لیے میں نے سوچا کہ آپ کو پہاڑ کے غار میں لا کر رکھ دوں، تاکہ گھر کا ماحول خراب نہ ہونے پائے۔

''بیٹا بھلا اس غار میں بغیر چادر اور کمبل کے کیسے رہ سکوں گا؟ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ کتنی سردی ہے، اگر مجھے تم اس غار ہی میں رکھنا چاہتے ہو تو کم از کم ایک چادر مہیا کر دو۔'' باپ نے لجاجت سے بیٹے سے کہا۔

اس نافرمان کا ایک چھوٹا سا بچہ بھی ساتھ تھا، بمشکل اس کی عمر آٹھ سال کی ہوگی۔ نافرمان نے اپنے بچے سے کہا: بیٹا گھر جلدی جاؤ، اپنے دادا کی چادر لے آؤ، وہ بچہ بڑا ذہین تھا۔ دوڑتا ہوا گھر گیا اور اپنے دادا کی چادر کاٹ کر اس کا آدھا حصہ لے آیا۔ اس کے باپ نے یہ آدھی چادر دیکھ کر کہا: یہ تم نے کیا کیا؟ اس کا دوسرا حصہ کہاں ہے؟ بچہ کہنے لگا: میں نے آدھی چادر گھر کے اندر ہی چھوڑ دی ہے، وہ آپ کے لیے ہے۔ جب آپ بوڑھے ہو جائیں گے تو میں آپ کو اسی غار میں لے آؤں گا اور وہ آدھی چادر آپ کو دے دوں گا۔ یہ سوچ کر میں نے چادر کا آدھا حصہ آپ کے لیے چھپا دیا ہے۔[1]

جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

یہ اس آدمی کا واقعہ ہے جس کے پاس مال و دولت اور اولاد کی کوئی کمی

[1] سعادة الدارين في بر الوالدين (ص: 85)

Marfat.com

نہیں تھی۔ وہ ہر طرح سے خوش حال تھا۔ اس کی زندگی ہی میں اس کی ساری اولاد کی شادیاں ہوگئی تھیں، بیٹیاں شادی کے بعد سسرال جا کر بس گئیں اور بیٹے کی شادی کے بعد بیویوں کو ساتھ لے کر ایک الگ مکان میں رہنے لگے۔ اب گھر میں صرف بوڑھے ماں باپ باقی رہ گئے، ان کی خدمت کے لیے ایک ڈرائیور اور ایک نوکرانی گھر میں موجود تھی۔

بچوں کا معمول تھا کہ چھٹی کے دن زیادہ تر وقت اپنے والدین کے پاس ہی گزارتے۔ اس طرح بوڑھے والدین کو کوئی خاص تنہائی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ انھیں نواسے، نواسیوں، پوتے اور پوتیوں کو گاہے بگاہے دیکھنے اور ان کے ساتھ خوش کلامی کا موقع مل جاتا تھا، لیکن چند برس کے بعد ماں کا انتقال ہو گیا اور گھر میں باپ اکیلا رہ گیا، چنانچہ اس نے بڑے بیٹے کے سامنے تجویز پیش کی کہ میں تنہا اس گھر میں نہیں رہنا چاہتا، اس لیے اب میں تمھارے ساتھ رہوں گا۔ بیٹے نے باپ کی خواہش بخوشی قبول کر لی اور بوڑھے والد کو لے کر گھر روانہ ہو گیا۔

گھر میں اس کے لیے ایک کمرے کی اچھی طرح صفائی کرائی اور اسے اپنے والد کے لیے وقف کر دیا۔ باپ کی خدمت میں اس نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جب بھی ڈیوٹی سے آتا باپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور خیریت دریافت کرتا۔ مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔ اس کی بیوی سسر کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتی تھی۔ اس کا شوہر آفس سے تھکا ہارا گھر آتا تو وہ اس کے بوڑھے باپ کے خلاف شکایات کا ڈھیر لے کر بیٹھ جاتی۔ ایک دن شوہر کے سامنے بلا جھجک کہہ دیا: اب اس گھر میں رہوں گی یا تمھارا باپ۔

یہ سنتے ہی شوہر کے کان کھڑے ہو گئے، اسے اپنی بیوی سے بہت محبت

Marfat.com

تھی، اس نے بیوی کو کافی سمجھایا بجھایا، بہت بحث کے بعد آخر کار دونوں میاں بیوی میں اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ بوڑھے باپ کو گراؤنڈ فلور سے نکال کر چھت سے ملحق کمرے میں منتقل کر دیا جائے، تاکہ کسی کو شکایت کا موقع نہ مل سکے۔ چنانچہ بیٹے نے کہا: ابا جی! میں نے کافی سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو چھت سے ملحق کمرے میں منتقل کر دیا جائے، چھت پر صاف ستھری ہوا بھی آئے گی، سورج کی روشنی سے بھی بلاواسطہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور چھت کی فضا سے آپ لطف اندوز بھی ہوتے رہیں گے۔

ہاں ہاں بیٹا! بھلا تمھاری ان باتوں سے اختلاف کیوں کر ہو سکتا ہے، تم نے میرے بارے میں جو فیصلہ کیا، اچھا ہے۔ میری صحت بھی اچھی رہے گی۔ باپ نے بیٹے کے جواب میں کہا۔

پہلے چھوٹے بچے اسے مل لیتے تھے، اب اوپر کوئی نہیں آتا، تھا اب تنہائی اس کو ڈسنے لگی، جو بیوی کے انتقال کے بعد اسے گھر میں ڈستی تھی۔

گھر تنہا رہتا تھا، صبر و تحمل سے غم کی شدت برداشت کرتا رہا، زبان سے کچھ نہیں کہتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا بیٹے اور بیوی کا رویہ میرے ساتھ اچھا نہیں، باوجود اس کے گھر میں قیمتی برتن تھے مگر اس کو کھانا پلاسٹک کی پلیٹ میں دیا جاتا تھا۔ بہو نے ملازموں کی ڈیوٹی لگا دی تھی کھانا اسی پلیٹ میں دینا ہے، قیمتی برتن توڑ دے گا۔ اس کے کپڑے گندے ہوتے کوئی توجہ نہیں دیتا، اب آخری ایام پورے کر رہا تھا، آخر کار فوت ہو گیا۔

چند ہفتوں کے بعد نافرمان بیٹے نے نوکروں کے ساتھ مل کر والد کے کمرے کی صفائی کی۔ یہ ڈرائیور کے لیے کمرہ تیار کیا جا رہا تھا۔ اس کمرے میں

Marfat.com

پلاسٹک کی گندی پلیٹ پڑی ہوئی تھی۔ وہ پلیٹ اس کے بچے نے اٹھائی، باپ نے بچے سے پوچھا اس گندی پلیٹ کو تم کیا کرو گے؟ بچے نے جواب دیا: جب آپ بوڑھے ہوں گے تو آپ کو اس پلیٹ میں کھانا دیں گے۔ نافرمان بیٹے کی آنکھ کھل گئی، وہ بڑا شرمندہ ہوا۔ زارو قطار رونے لگا، باپ کے کمرے کا فرش چومنے لگا، اب پچھتانے کا ہی وقت تھا، اب کیا فائدہ؟

''اب پچھتائے کیا ہوت! جب چڑیاں چگ گئیں کھیت!''

لالچی اولاد کی بدنامی

یہ واقعہ مصر کی سرزمین کا ہے، ہر آدمی کی زبان پر ہے۔ لوگوں کے لیے یہ واقعہ درسِ عبرت بن گیا ہے۔ اولاد اپنا جائزہ لے کہ والدین کے ساتھ وہ ایسا سلوک کس لیے کرتے ہیں؟

مصر میں ایک امیر ترین آدمی کے تین بیٹے تھے۔ مال و دولت کی فراوانی تھی۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس نے سوچا کہ اپنی زندگی میں بچوں میں دولت تقسیم کر دوں، تاکہ بعد میں لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ اس نے بیوی کے ساتھ مشورہ بھی کیا، اپنے بیٹوں کو بلایا۔ اس نے کہا: میرے بیٹو! تم جانتے ہو میں نے اپنی جوانی میں بڑا مال کمایا، اپنی جوانی مال جمع کرنے میں خرچ کر دی، تمھاری شادیاں بھی اچھے گھرانوں میں کر دیں، اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، اب مزید کاروبار کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں میں اور میری بیوی اپنی عمر کا باقی حصہ اب آرام سے گزاریں، تم ہماری خدمت کرو گے تو یہ ساری دولت تم

(1) یہ واقعہ مولانا عبدالمالک کی کتاب ''والدین کی اطاعت و نافرمانی کے واقعات'' سے مفہوم کے ساتھ لیا گیا ہے۔

Marfat.com

میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ کھاؤ پیو، اللہ کے راستے میں خرچ بھی کرو، صرف اتنی بات کہتا ہوں کہ ہمارا خیال ضرور رکھنا، ہمیں بھلا نہ دینا۔

تینوں لڑکوں نے یقین دلایا، ہم آپ دونوں کی خدمت دل و جان سے زیادہ کریں گے۔ جب لڑکوں کو دولت ملی، اپنے کاروبار میں مشغول ہو گئے، وہ اتنے زیادہ کاروبار میں مصروف ہو گئے، اب ان کے پاس والدین کی خدمت کرنے کا وقت نہیں تھا۔ ہر بیٹا یہی سمجھتا تھا چلو اگر میں نہیں خدمت کرتا تو میرے دوسرے بھائی تو کر رہے ہیں۔

اب یہ بوڑھے والدین بڑے پچھتائے، ہم نے کیا کیا ہے؟ وہ پریشان رہنے لگے، اپنی پریشانی کا ذکر اپنے پرانے گہرے دوست سے کیا جوان کا جگری دوست تھا۔ اپنی مشکل بھی اس کے سامنے رکھی۔ وہ بڑا تجربہ کار، دانا ساتھی تھا۔ اسے بھی بڑا افسوس ہوا، کہنے لگا: میں آپ کو ایک طریقہ بتاتا ہوں، اسے صیغہ راز میں رکھنا۔

وہ تجربہ کار آدمی تینوں لڑکوں کے پاس علاحدہ علاحدہ گیا۔ انھیں کہنے لگا: تمھیں اچھی طرح پتا ہے کہ تمھارے والد کے میرے ساتھ بڑے گہرے مراسم تھے۔ وہ گھر کے ہر معاملے، کاروبار کے ہر مسئلے میں مجھ سے مشورہ کرتا ہے، اس کا میں مشیرِ خاص ہوں۔ تمھارے والد نے میرے پاس اپنے مال کا کچھ حصہ رکھا ہوا ہے، اس کی مالیت کافی ہے، جو والدین کی زیادہ خدمت کرے گا، تمھارا والد اس کو دولت دے دے گا۔ اس کا اظہار اپنے دوسرے بھائیوں سے نہ کرنا۔ لڑکے لالچی تھے، لالچ میں آ گئے۔ اب ہر ایک بیٹا اپنے والدین کی بڑی خدمت کرنے لگا۔ ایک دوسرے کو بتاتے بھی نہیں تھے، کیوں کر رہے ہیں؟ والدین بھی خوش تھے، اب ہماری بڑی خدمت کرنے لگے ہیں، انھیں کیا ہوا؟

Marfat.com

تجربہ کار ساتھی نے کہا: خاموش رہنا!

ایک دن اس نے لڑکوں کو کہا: تمھارے والد نے میرے پاس جو امانت رکھی ہوئی ہے، تمھارے والد کے سامنے میں اس کو سپرد کر رہا ہوں، تم سب گواہ رہنا۔ ایک بڑا صندوق بھی اٹھا لایا، کہنے لگا: اس کے اندر تمھارے والد کی امانت ہے، چابی بھی ساتھ تھی۔ اس کے علاوہ اس نے کہا: میرے دوست جو امانت تم نے میرے پاس رکھی تھی، میں بوڑھا ہوں، میں بھی امانت زیادہ دیر نہیں رکھ سکتا، اب تم خود رکھ لو۔ اپنے ساتھی کو اس کی چابی دے دی۔ اس نے اپنے ساتھی سے پوچھا: اس کے اندر کیا ہے؟ اس نے کہا: تدبیر ہے، تم دیکھنا اب تمھارے لڑکے تمھارے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں؟

باپ نے لڑکوں کو بتایا، میں نے اس کے اندر وصیت لکھ کر رکھی ہے جو میری خدمت زیادہ کرے گا، یہ مال اسی کو ملے گا۔ یہ صندوق میرے انتقال کے بعد کھولنا۔ اس میں وصیت نامہ بھی آپ کو مل جائے گا۔ بیٹے لالچی تھے، وہ کوشش کرتے تھے والد ہمارے نام وہ وصیت لکھ دے، یہ امانت ہمارے پاس رکھ دے، والد نے کہا: یہ صرف وفات کے بعد ملے گا۔ صندوق کافی بھاری تھا۔ لڑکے کبھی کبھار صندوق کو ہلا کر دیکھتے، اس میں کافی مال رکھا ہوا ہے۔ دن رات والدین کی خدمت کرتے۔

آخر دو سال تک انتظار کرنے کے بعد والد کا انتقال ہو گیا۔ اب دفنانے کے بعد لڑکوں نے کہا: اب صندوق کھول کر دیکھیں، اس کے اندر کیا ہے؟ انھوں نے تمام لوگوں کو بلانے کے بجائے اپنے والد کے جگری دوست کو بلانا مناسب سمجھا۔ انھوں نے چابی اپنے والد کے دوست کو دی اور کہا: صندوق کھولیے،

Marfat.com

کیوں کہ آپ ہمارے والد کے گہرے دوست تھے، ہم سمجھتے ہیں آپ کی موجودگی میں تالا کھولا جائے، جب اس آدمی نے صندوق کھولا تو اس میں مٹی اور پتھر کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ لڑکوں کو یقین نہیں آ رہا تھا یہ چیز بھی صندوق میں ہو سکتی ہے، اس میں جو وصیت نامہ رکھا ہوا تھا، اس میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمان الرحیم

"یہ صندوق اور اس کے اندر جو کچھ ہے، ان نافرمان اور لالچی بیٹوں کے لیے جنھوں نے والدین کے حقوق ادا کرنے کے لیے اپنا فرض نہیں نبھایا، بلکہ مال کے لالچ کی خاطر والدین کی خدمت کرتے رہے۔"

جب یہ وصیت نامہ پڑھا تو وہ شرم کے مارے سر جھکائے ہوئے اپنی ذلت و رسوائی سمیٹے ہوئے ایک دوسرے سے آنکھیں چراتے ہوئے ندامت کے پسینے میں ڈوبتے ہوئے شرمسار ہو گئے۔ کہنے لگے: یہ والد کے دوست نے تدبیر سوچی تھی۔ والد کے دوست نے بتایا، ہاں! میں نے یہ تدبیر اختیار کی تھی، تاکہ تم اپنے والد کی خدمت کرتے رہو، تمھارے والد نے میرے ساتھ بات کی تھی، اسے میں نے ہی ایسا کرنے کو کہا تھا۔ اب انھیں احساس ہوا، کاش! ہم بغیر لالچ کے اپنے والد کی خدمت کرتے، خدمت بھی کی فائدہ بھی کچھ نہ ہوا![1]

والدین کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنا

ہمارے ہمسائے جن کا (فرضی) نام چوہدری محمد اقبال تھا۔ اپنے والدین کے ساتھ ہر روز لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ جھگڑے کی وجہ سے ان کی بیوی بھی

[1] "والدین کی اطاعت و فرماں برداری کے واقعات" مولانا عبدالمالک مجاہد (ص:163-171)

Marfat.com

جو ان کی والدہ کی بے عزتی کرتی، انھیں برا بھلا کہتی، حتیٰ کہ چوہدری صاحب کی بہنیں بھی اپنے والدین کے گھر کم آتی تھیں، کیوں کہ بھاوج ان کے ساتھ بھی لڑتی رہتی تھی ۔ لڑنے جھگڑنے میں بڑی مہارت رکھتی تھی، محلے برادری کا کوئی گھر ایسا نہ ہو گا، جس سے ان کی لڑائی جھگڑا نہ ہوتا، حتیٰ کہ چوہدری اقبال صاحب سے ان کی لڑائی ہر روز رہتی، ہم ان کی لڑائی روز سنتے رہتے، اگر زیادہ شدت اختیار کر لیتی تو ہم صلح کرانے کے لیے چلے جاتے۔

ایک دن بڑا شور ہوا، گھر گئے تو دیکھا بیوی نے اندر سے دروازہ بند کیا ہوا ہے۔ چوہدری صاحب کے والد بڑے زور سے کہہ رہے ہیں، دروازہ کھولو، کھولتی نہیں، یہ بالٹیاں بھر بھر کر کھڑی سے اندر پھینک رہے ہیں، کہتے جاتے ہیں سردی لگے گی تو خود دروازہ کھولے گی، پھر چوہے کی طرح باہر نکلے گی، بڑی مشکل سے بزرگوں کو ٹھنڈا کرایا۔ لڑتے جھگڑتے وہ بزرگ دنیا سے تشریف لے گئے، اب لڑائی جھگڑا چوہدری صاحب، ان کے بچوں اور بیوی کا شروع ہو گیا، یہ کسی طرح رکنے کا نام نہیں لیتا تھا، حتیٰ کہ خاوند اور بیوی کئی کئی دن علاحدہ رہتے، آدھے بچے ان کے طرف دار ہوتے، آدھے اُن کے، لڑائی کسی صورت ختم نہیں ہوتی تھی۔

جو چوہدری صاحب اپنے والدین کے ساتھ کرتے تھے، اب ان کی اولاد ان کے ساتھ کرنے لگی ہے، حتیٰ کہ ان کے ایک بچے نے ان کی داڑھی پکڑ لی، بال اس کے ہاتھ آئے، چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہوا۔ پھر یہ بال لیے پھرتے تھے، میرے لڑکے نے میرے ساتھ یہ کیا ہے، حتیٰ کہ اپنے بچوں کے ساتھ ان کی دشمنی پڑ گئی۔ ایک دوسرے کو قتل کرنے کا پلان بنانے لگے۔ ہمارے ساتھ کئی

Marfat.com

مرتبہ انھوں نے ذکر کیا: میرا لڑکا مجھے قتل کر دے گا۔

یاد رہے! یہ لڑکا اپنی بیوی بچوں سے دس سال تک ناراض رہا، آخر اب راضی ہو کر ان کے پاس ملتان چلا گیا ہے۔ اب اپنے بچوں کے ساتھ وہ خوش رہ رہا ہے، اب چوہدری صاحب کا دوسرا لڑکا جو ڈاکٹر ہے، وہ ناراض ہے، نہ والدین کے ساتھ اس کی صلح ہے نہ بھائیوں کی آپس میں صلح ہے۔

چوہدری صاحب کی بیوی اب بھی خوب لڑائی جھگڑا کرتی ہے، حتیٰ کہ حج کرنے کے لیے خاوند بیوی جانے لگے تو بیوی کہنے لگی: اس لمبو (لمبے قد) کے ساتھ میں حج کرنے نہیں جاؤں گی، ہماری وہاں لڑائی شروع ہو جائے گی۔ یاد رہے چوہدری صاحب، ان کے والدین انتہائی مذہبی آدمی تھے۔ سارا دن قرآن مجید پڑھتے رہتے، طبیعت کے تیز تھے، یہی چیز چوہدری میں اور آگے ان کے بچوں میں آئی ہے۔ کسی دوسرے کی بات نہیں سنتے، حالاں کہ انتہائی نیک، مذہبی گھرانہ ہے۔ جب لڑائی جھگڑا کرنے پر آ جائے کسی کی بات نہیں سنتے، یہ مذہب کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ اگر مسجد میں جائیں وہاں نمازیوں سے لڑتے رہتے تھے۔

ان کی حالت دیکھ کر ترس بھی آتا ہے، اب بڑھاپے میں ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ دوسری طرف جب دیکھتے ہیں ان کے ساتھ وہی کچھ ہو رہا ہے، جو یہ اپنے والدین کے ساتھ کرتے تھے اسی کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔'' کوئی بھائی دوسرے سے بات نہیں کرتا، والدین سے ناراض ہیں، حتیٰ کہ مرنا جینا چھوڑ دیا ہے۔ اب گلہ کرتے ہیں میرے بچے میرے ساتھ یہی سلوک کر رہے ہیں۔ انھیں ایک دفعہ یاد دلایا: آپ کیا کرتے تھے؟ سزا تو ملنی ہے۔

Marfat.com

والدہ کی بددعا

بنی اسرائیل میں ایک بڑا نیک اور بزرگ آدمی تھا۔ وہ ہر وقت عبادت میں رہتا، اس کی نیکی، پرہیز گاری، عبادت کرنے کا دور تک شہرہ تھا۔ سب اس کی بڑی عزت کرتے، بڑے احترام سے پیش آتے، جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اس کے پاس آ کر اس کا حل تلاش کرتے، وہ انھیں مفید مشوروں سے نوازتا، اس سے دعائیں بھی کراتے۔

بنی اسرائیل کا یہ بزرگ جسے ''جریج ولی'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اس کا ذکر لوگ بڑے احسن انداز میں کرتے۔ ان سے غلطی سرزد ہوگئی، والدہ کی بددعا لگ گئی! پھر انھیں کئی بڑی آزمایشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر اس کی گواہی کے لیے ایک بچے کو بولنا پڑا جس نے جریج کی نیکی اور ولایت کی گواہی دی۔

جیسا کہ بخاری شریف میں اور احادیث کی دیگر کتب میں بھی موجود ہے:

جریج ایک نہایت متقی اور پرہیز گار انسان تھے جو ہر وقت عبادت میں رہتے، وہ ایک عبادت خانے میں رہتے، رات دن عبادت کرتے، انھیں دنیاوی معاملات میں کوئی دل چسپی نہیں تھی، حتی کہ گھر کے کام کاج بھی نہیں کرتے تھے۔

ایک روز عبادت میں مصروف تھے، جریج کی والدہ کو کوئی کام تھا، وہ حسبِ معمول عبادت میں مصروف تھے۔ ماں نے عبادت خانے کے دروازے پر کھڑی ہو کر جریج بیٹے کو بلایا۔ جریج نے جب ماں کی آواز سنی تو عبادت کے دوران ہی اس کے دل میں یہ بات آئی کہ اے اللہ! میں ابھی تیری عبادت میں لگا ہوں، تیری بندگی کر رہا ہوں، تجھے خوش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، ادھر میری ماں مجھے بلانے چلی آئی ہے، اب میں کیا کروں؟

Marfat.com

اس نازک موقع پر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آیا مجھے عبادت ہی میں لگے رہنا چاہیے یا عبادت ترک کر کے ماں کی بات سننی چاہیے؟ بہرحال وہ عبادت میں مشغول رہے اور ماں کی آواز کا کوئی جواب نہیں دیا، ان کی ماں نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا، بیٹے کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا اور چلی گئی۔

دوسرے دن ان کی والدہ پھر آئی، اس نے آواز دی تو جریج اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہا۔ ماں کی آواز کا کوئی جواب نہیں دیا، یہ سوچا عبادت پوری کر لوں، پھر دیکھوں گا والدہ کیا کہتی ہے؟ بیٹے کے جواب نہ آنے پر وہ ناراض ہو کر چلی گئی، اس نے بیٹے کے لیے یہ بددعا دے دی:

"اے اللہ! اسے اس وقت تک موت نہ دے جب تک یہ کسی بدکردار عورت کا منہ نہ دیکھ لے!"

باوجود اس کے یہ نیک آدمی تھے، والدہ کی بددعا لگ گئی۔ جریج کے بارے میں لوگ باتیں کرنے لگے، ماحول تبدیل ہونے لگا۔ لوگوں کے دلوں میں حسد پیدا ہونے لگا، ایک عورت نے گرجے کے قریب چرواہے کے ساتھ تعلقات قائم کر لیے، اس سے منہ کالا کر لیا، چرواہے سے اس کے ہاں حمل ٹھہر گیا، جب بچہ پیدا ہوا تو لوگوں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ وہ کہنے لگی: یہ جریج کا ہے۔ لوگوں نے جب یہ بات سنی تو وہ اشتعال میں آ گئے۔ وہ جریج کے گرجے میں آئے، توڑ پھوڑ شروع کر دی۔ جریج کو بغیر پوچھے مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ ہم تو تمھیں بڑا نیک اور ولی اللہ سمجھتے تھے تم نے یہ کیا حرکت کی؟ وہ پوچھتا رہ گیا: مجھے بتاؤ تو سہی مجھے کیوں مار رہے ہو؟ جب لوگوں نے بتایا کہ تو نے فلاں عورت کے ساتھ منہ کالا کیا ہے، وہ صفائی دینے لگا: مجھے اس چیز کا علم نہیں۔

Marfat.com

لوگوں نے اسے خوب مارا پیٹا، اس کا گرجا گرا دیا۔

جریج نے جب یہ دیکھا کہ لوگ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں تو اس نے کہا: بچے کو میرے پاس لاؤ، وہ میری براءت کرے گا۔ وہ بچہ اس کے پاس لایا گیا تو انھوں نے کہا: ''مجھے نماز پڑھ لینے دو۔''

چنانچہ اس نے نماز پڑھی، پھر بچے سے پوچھا:

''بچے! تیرا باپ کون ہے؟ بچہ بولا: فلاں چرواہا میرا باپ ہے۔''

لوگوں نے جب بچے کے بولنے اور جریج کے حق میں اس نے گواہی سنی تو جریج کی ان کے نزدیک عزت اور بڑھ گئی۔ اب جریج کے سامنے معذرت کرنے لگے: ہم سے غلطی ہوگئی، وہ کہنے لگے:

''ہم آپ کا گرجا سونے کا بنا دیتے ہیں۔''

جریج نے کہا:

''نہیں مجھے سونے کے گرجے کی ضرورت نہیں، جیسا مٹی کا تھا ویسا ہی بنا دو، چنانچہ لوگوں نے جریج کے لیے مٹی کا گرجا تعمیر کر دیا۔''

اس سے واضح ہوتا ہے والدہ کی بدعا سے آدمی کتنی بڑی آزمایش میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ والدہ کی فرماں برداری نفلی عبادت سے بہتر ہے۔

اس سے علمائے کرام اور فقہائے عظام نے یہ بات اخذ کی ہے کہ والدہ کی بات کی اہمیت جہاد سے بھی زیادہ بڑھ کر ہے، جو لوگ والدہ کو اکیلی چھوڑ کر بغیر اجازت لیے بھاگ جاتے ہیں، خواہ کسی کام کے لیے ہوں، جائز نہیں۔ نیز حدیث میں آتا ہے:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں بول کر اپنی والدہ کی براءت ظاہر

Marfat.com

کی تھی، یہاں ایک بچے نے بول کر جریج کی براءت ظاہر کی۔'' [1]
اللہ تعالیٰ جب چاہے بلا سکتا ہے، اس کے آگے کوئی کام مشکل نہیں۔

والدین کی نافرمانی کی سزا

ہمارے ایک ساتھی دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم سے آراستہ تھے۔ ان کا نام مولوی محمد اسماعیل چیمہ تھا۔ برادری میں ان کا اچھا اثر و رسوخ تھا، چند بھائی خوب طاقت ور تھے، لڑائی جھگڑا عام کرتے رہتے تھے، بلکہ ان کی برادری کے ساتھی کہتے: انھیں ذرا سمجھائیں، مولوی ہو کر اتنی گرم طبیعت کے مالک ہیں، انھیں کہیں خدا کا خوف کریں، ہاتھ ذرا ہلکا رکھا کریں۔ محکمہ تعلیم کے آفیسروں کے ساتھ ان کے روابط تھے، اس لیے اکثر سکول سے غیر حاضر رہتے تھے۔ کسی کی بات ہی نہیں مانتے تھے۔ سکول میں تنخواہ لینے کے وقت پر آ جاتے، اگر کبھی انھیں کہتے: تنخواہ تو حلال کر کے کھایا کرو۔ کہتے: اتنا لوٹ رہے ہیں اگر تھوڑا سا حصہ اس میں ہمارا بھی ہو تو کیا حرج ہے؟ پھر دعوت و تبلیغ کا کام بھی میں کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

ان کے گھر میں اکثر لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ بیوی بھی بڑی اکھڑ دماغ کی تھی، اس کی ایک نہ سنتی تھی۔ سارے بچے بچیاں اس نے اپنے ساتھ لگائے ہوئے تھے۔ یہ اکیلے، اپنی مسجد انھوں بنائی تھی، اس میں رہتے تھے۔ بیوی اپنا پرانا گھر چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ کئی دفعہ ان کی صلح کرانے کی کوشش کی کامیاب نہ ہوئے۔ برطانیہ سے گیا، ایک ساتھی سے پوچھا: مولوی اسماعیل چیمہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٤٣٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٦٠)
''والدین کی اطاعت وفرماں برداری کے واقعات'' عبدالمالک مجاہد (ص: 254-248)

Marfat.com

صاحب کا کیا حال ہے؟ کہنے لگے: بڑا برا حال ہے۔ پوچھا: کیوں؟ تو بتایا گیا: والدین سے اس کی نہیں بنتی، بیوی بچے ناراض ہیں، اب حالت یہ ہے کھانے کے محتاج ہیں، مسجد کے قریب حجرہ بنایا ہوا ہے، وہاں ہی رہتے ہیں، کیا زندگی ہوئی؟

حج کرنے کے لیے گئے، ایک صاحب ملاقات کے لیے تشریف لائے، عرب کے بڑے شیخ لگتے تھے، دعا سلام ہوئی، کہنے لگے: سر آپ مجھ کو پہچان گئے ہیں یا نہیں، کہنے لگے: فلاں کا بیٹا ہوں، فلاں وقت میں آپ کے پاس پڑھتا رہا ہوں۔ پھر اپنے بارے میں بتانے لگے: والدِ محترم کے ساتھ ہمارے تعلقات اچھے نہیں تھے، انھوں نے ہمارے خلاف کیس کر دیا، بلکہ ان کا پروگرام بن گیا مجھے تکلیف پہنچانے کا، میں تو بڑی مشکل سے جان بچا کر پڑھنے کے لیے مدینہ یونیورسٹی آ گیا ہوں۔

والدہ اور بہنوں کو چھپ کر پاکستان ملنے گیا تھا، والد صاحب کو اس چیز کا علم نہیں، چوری مل کر آ گیا ہوں۔ جس طرح مولوی صاحب نے اپنے والدین کے ساتھ کیا تھا، اس سے بھی کئی گناہ بدتر ان کے بچوں نے ان کے ساتھ کیا ہے۔ عام آدمی اگر والدین کے ساتھ بداخلاقی، گستاخی کرے تو کہا جا سکتا ہے اسے اتنا شعور نہیں، والدین کی قدر معلوم نہیں۔ ایک تعلیم یافتہ، دینی، دنیاوی تعلیمات سے آراستہ اگر ایسا کرتا ہے تو خدا کو کیا جواب دے گا؟ وہ لوگوں کو تلقین کس چیز کی کرتے ہیں؟

ان ہی کے برادری کے ایک آدمی کے بارے میں مولوی صاحب نے بتایا: میں نے والدین کی فرماں برداری کے بارے میں چند دن درس دیا، ان کی اطاعت اور فرماں برداری کرنی چاہیے، ایک جو والدین کا نافرمان اور گستاخ تھا

Marfat.com

اس کا خیال تھا میں اس نے بارے میں تقریر کر رہا ہوں مجھے کہنے لگا: او مولوی! کتنے دن ہو گئے ہیں تو والدین کے بارے میں نصیحتیں کرتا رہتا ان کی اطاعت کرو! اگر (نعوذ باللہ) والدین ہی حرام کے ہوں، پھر بھی ان کی اطاعت کریں۔ میں نے اس سے معافی مانگی، میں نے تمھارے بارے تقریر نہیں کی تھی، اس طرح جان چھڑوائی۔

بات مولوی صاحب کی کر رہے تھے، ان کا لڑکا مدینہ یونیورسٹی کا فارغ ہے، اس کا اپنے والد کے ساتھ رویہ بھی بڑا گستاخانہ تھا۔ ایک دوسرے کو دیکھنا گوارہ نہیں کرتے تھے۔ والد کی وفات کے بعد ان کی بنائی ہوئی مسجد میں جمعے کا خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ اسی جگہ رہ رہے ہیں۔ ہر جمعرات قبرستان میں جاتے ہیں، والد کے لیے دعاے مغفرت بھی کرتے ہیں۔ عجیب بات ہے زندگی میں تو آدمی شکل دیکھنا پسند نہ کرے، مرنے کے بعد ہر جمعرات دعاے مغفرت کے لیے جائے، یہ کیسی دین داری ہے؟

جو خدمت نہیں کرتا، اس کی خدمت نہیں کی جاتی

پروفیسر سلطان محمود میرے اچھے دوست ہیں، ان سے میرا مزاج اور ذوق تو نہیں ملتا کہ وہ کٹر سائنس کے آدمی ہیں۔ ایم ایس سی، علم و ادب اور شاعری سے بہت دور، لیکن وہ دیانت دار، اصول پسند اور محنتی انسان ہیں اور کسی بھی مشکل میں ہر شخص کی مدد پر فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے میرے دل میں ان کی بڑی قدر ہے اور ہماری دوستی زندہ سلامت ہے۔

سلطان محمود صاحب بڑے لائق آدمی ہیں۔ 1972ء میں انھوں نے

Marfat.com

ایم ایس سی کیمسٹری کا امتحان بڑے امتیاز کے ساتھ درجہ اول میں پاس کیا تھا۔ اسی لیے اگلے ہی سال پبلک سروس کمیشن نے انھیں لیکچرار کی حیثیت سے منتخب کرلیا اور ان کی تقرری اپنے گھر کے قریب ہی فیصل آباد کے ایک بڑے قصبے کے گورنمنٹ کالج میں ہوگئی۔

سلطان محمود صاحب کے والدین زندہ تھے، ان کی تھوڑی سی زرعی زمین بھی تھی۔ وہ لائق اور محنتی تھے، بڑی آسانی سے پی ایچ ڈی کر سکتے تھے اور گھر کے قریب رہ کر والدین کی خدمت بھی کر سکتے تھے اور ملازمت کے حوالے سے ان کی ترقی کے وسیع امکانات تھے، لیکن بدقسمتی سے ان پر جلد از جلد دولت بنانے اور امیر بننے کا بھوت سوار ہوگیا اور وہ لیکچرار بننے کے بعد ایک سال کے اندر کوشش کر کے کینیڈا چلے گئے اور پندرہ سال کا قیمتی عرصہ انھوں نے غیروں کی خدمت کرنے اور ڈالر بنانے میں صرف کر دیا۔

سلطان محمود صاحب تین چار سال کے بعد ہی کبھی پاکستان کا چکر لگایا کرتے اور شادی کے بعد تو یہ وقفہ بھی طویل ہوگیا۔ اس دوران میں ان کے والد وفات پا گئے۔ وہ ان کے جنازے میں بھی شامل نہ ہوسکے، تاہم یہ ان کی خوش بختی تھی کہ وہ والدہ کی شدید علالت کی خبر پا کر ان کے انتقال سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے وطن آ گئے اور چند روز انھیں ان کے پاس گزارنے کی سعادت حاصل ہوگئی۔

سلطان محمود صاحب کو اللہ نے چار بچے عطا کیے: دو بیٹے، دو بیٹیاں۔ سب کینیڈا میں پیدا ہوئے، سب بہت خوب صورت تھے۔ بڑی بیٹی وہ بھی رعنائی اور دل کشی کی مثال تھی۔ سلطان محمود صاحب میں ایک خوبی یہ تھی کہ ساری دولت پرستی کے باوجود ان میں دیں داری اور دینی غیرت وافر تھی، چنانچہ جب

Marfat.com

انھوں نے دیکھا کہ بڑی بیٹی جوان ہو رہی ہے اور خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں کینیڈا کی معاشرت اسے متاثر نہ کرے تو انھوں نے بوریا بستر باندھا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مستقلاً پاکستان آ گئے۔

یہاں سلطان محمود صاحب نے ایک جدید بستی میں پلاٹ خریدا۔ اس پر سکول کی عمارت کھڑی کی اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ موصوف نیک نیت تھے، دیانت دار اور مخلص تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں برکت اور وسعت عطا کی اور انھیں دوہرا نفع حاصل ہونے لگا، علم کی اشاعت بھی اور رزق کی فراہمی بھی۔

پاکستان آ کر انھوں نے سارے بچوں کو مختلف تعلیمی اداروں میں داخل کرا دیا۔ بڑی بیٹی زرین نے فارمیسی میں گریجویشن کر لی، دونوں بیٹوں شاہد محمود اور حامد محمود نے انٹر کے بعد کمپیوٹر سائنس میں مطلوب کورس کر لیے اور چھوٹی بیٹی صدف نے بی اے کی ڈگری حاصل کر لی۔

کم و بیش دس سال پہلے کی بات ہے، ایک روز پروفیسر صاحب میرے پاس آئے، بہت پریشان تھے۔ کہنے لگے: حامد محمود کو سمجھائیں، اس نے رٹ لگا رکھی ہے کہ میں کینیڈا جاؤں گا۔ کہتا ہے: میرے سارے دوست مجھے طعنے دیتے ہیں کہ تم بالکل ہی بیوقوف ہو، تمھارے پاس کینیڈا کی نیشنیلٹی ہے اور تم پاکستان میں بیٹھے ہوئے ہو، تمھیں تو فوراً کینیڈا چلے جانا چاہیے۔ وہ پاکستان کے حالات سے بہت بد دل ہے اور کسی طرح یہاں نہیں رہنا چاہتا، لیکن میری خواہش ہے کہ وہ یہاں رہے، یہیں ملازمت یا کاروبار کرے۔ کینیڈا کا ماحول ایمان کے حوالے سے انتہائی خطرناک اور نقصان دہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ وہ وہاں چلا جائے۔ میں نے

Marfat.com

سلطان محمود کے کہنے پر حامد محمود سے ملاقات کی، اسے بہت قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ کینیڈا نہ جائے۔ پاکستان ہی میں سیٹل ہونے کی کوشش کرے اور والدین کے قریب رہ کر ان کی خدمت کی سعادت حاصل کرے۔ مگر وہ کسی طرح ڈھب پر نہیں آیا۔ وہ شدت کے ساتھ بضد تھا کہ وہ لازماً کینیڈا جائے گا۔ اس کا اصرار تھا کہ پاکستان ایسا ملک نہیں کہ یہاں سکون سے باعزت زندگی گزاری جا سکے۔

قصہ کوتاہ کہ حامد کینیڈا چلا گیا، اسے اس اقدام سے کوئی نہیں روک سکا، تاہم سلطان محمود صاحب مطمئن تھے کہ ان بڑا بیٹا شاید ان کے پاس پاکستان ہی میں رہے گا۔ انھوں نے بتایا شاہد نے مجھے یقین دلایا کہ حامد جذباتی ہے، اسے یہ فیصلہ نہیں کرنا چاہیے تھا، لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ جیسے بھی حالات ہوں، میں پاکستان ہی میں مقیم رہوں گا، میں والدین سے ہرگز دور نہ رہوں گا۔

لیکن اس بات کو ایک سال بھی نہیں گزرا کہ ایک روز پروفیسر سلطان محمود صاحب نے مجھے انتہائی دل گرفتگی کے ساتھ بتایا کہ ڈاکٹر صاحب بہت کام خراب ہوا ہے۔ اب شاہد نے بھی حامد کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ کہتا ہے: میں کینیڈا جاؤں گا، یہاں نہ کوئی نوکری ملتی ہے نہ کاروبار کے امکانات ہیں۔ پھر میں یہاں رہ کر کیا کروں گا، میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ دونوں باپ بیٹا مل کر اپنے سکول کی توسیع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا اور ہم مسائل سے دوچار نہیں ہوں گے، لیکن وہ میری کسی دلیل یا اپیل پر توجہ نہیں دیتا۔ اس نے تو روانگی کی تاریخ طے کر بھی لی ہے، ٹکٹ بھی خرید لیا ہے۔

ظاہر ہے اس صورتِ حال میں شاہد محمود سے کوئی بات کرنے کا فائدہ نہ تھا، تاہم میں نے ایک روز دونوں باپ بیٹوں کو اپنے گھر کھانے پر بلا لیا، تاکہ شاہد

Marfat.com

سے الوداعی ملاقات بھی ہو جائے اور ضروری گفتگو بھی۔ پھر میں نے شاہد سے بے تکلفی سے دوٹوک انداز میں بات کی۔ میں نے اسے بتایا کہ جو یہ صورتِ حال ہو رہی ہے اور آپ دونوں بھائی باپ کو اکیلا چھوڑ کر کینیڈا جا رہے ہیں یہ کوئی اتفاق کی بات نہیں ہے، بلکہ اللہ کی مشیت کا ایک حیرت انگیز مظاہرہ ہے۔

میں نے شاہد سے کہا: آپ کے والد نے ماں باپ کی خدمت سے منہ موڑا اور انھیں چھوڑ کر باہر چلا گیا اور اب اس کے دونوں بیٹے اسے تنہا چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ یہ بالکل وہی بات ہے جو کسی فارسی کے شاعر نے کہی ہے:

ہر چہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دیدا محروم شد

''جو خدمت کرتا ہے اس کی خدمت کی جاتی ہے اور جو شخص اپنے ہی مفاد کو سامنے رکھ کر دوسروں سے بے نیازی کا مظاہرہ کرتا ہے وہ خدمت سے محروم رہتا ہے۔''

میں نے اسے لگی لپٹی رکھے بغیر بتایا کہ آپ کے باپ نے اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں کی تھی اور آج وہ خود خدمت کے مواقع سے محروم ہو رہا ہے، لیکن شاہد بیٹے! میں نے اسے دردمندی سے کہا: خدارا اس سلسلے کو روک دیجیے ورنہ یاد رکھیے کہ آج آپ دونوں بھائی جس طرح اپنے والد کو اکیلا چھوڑ کر بیرونِ ملک جا رہے ہیں، بالکل اسی طرح آپ کے بڑھاپے میں آپ کے بیٹے بھی آپ سے جدائی اختیار کر جائیں گے اور آپ ان کی یاد میں آہیں بھرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکیں گے، لیکن لگتا ہے کہ شاہد پر میری باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔[1]

[1] ''مکافاتِ عمل'' ڈاکٹر عبدالغنی فاروق (ص: 252-255)

Marfat.com

باپ سے بدسلوکی کا بھیانک انجام

اصمعی ایک اعرابی سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے انھیں یہ واقعہ سنایا:

میں اپنی بستی سے یہ سوچ کر نکلا کہ سب لوگوں سے زیادہ بدبخت اور نیک بخت فرد کے بارے میں معلومات حاصل کروں اور اسے تلاش کروں۔ میں بستی بستی، نگرنگر، بدبخت اور نیک بخت ڈھونڈتا رہا۔ ایک بستی میں میرا گزر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھے شخص کی گردن میں ایک رسی بندھی ہوئی ہے اور اس رسی کے ساتھ ایک بڑی سی بالٹی لٹک رہی ہے، اس کے پیچھے ایک نوجوان تھا، وہ اس رسی کو کھینچ رہا تھا جو بوڑھے کی گرد سے بندھی ہوئی تھی، ساتھ ساتھ وہ اسے چابک سے مارتا بھی جا رہا تھا۔

میں نے نوجوان کو کہا: اس بوڑھے شخص کے بارے میں تجھے اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے؟ اس کی گردن میں تو پہلے ہی ایک رسی اور بڑی بالٹی لٹک رہی ہے جس سے یہ ہلکان اور پریشان ہے، اس کے باوجود تو اسے چابک بھی مار رہا ہے تو کتنا سفاک ہے۔ نوجوان کہنے لگا: ہاں مگر میں تمھاری اطلاع کے لیے بتاؤں کہ یہ میرا باپ ہے۔ میں نے اس سے کہا: اگر یہ تیرا باپ ہے تو میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے کوئی بھلا نہ دے، کیا کوئی اپنے ہی باپ کے ساتھ اس طرح ظالمانہ سلوک کرتا ہے؟

نوجوان بولا: خاموش رہو، یہ بھی اپنے باپ کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتا تھا اور پھر اس طرح اس کا باپ اس کے دادا کے ساتھ یہی کچھ کرتا تھا۔

میں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ کر کہا: بس یہی بڈھا سب سے

Marfat.com

زیادہ بد بخت اور ظالم ہے۔

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والا اس دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ نیک بخت اور خوش قسمت ہے۔ اس کے برعکس سب سے بڑا بد بخت وہ ہے جو اپنے والدین سے برا سلوک کرتا اور انھیں تکلیف دیتا ہے۔

(1) كتاب المحاسن والمساوى، (ص ٥٥٣) إبراهيم بيهقي

ماخوذ: از ''سنہرے نقوش'' مولانا عبدالمالک مجاہد، (ص: 73-74)

Marfat.com

باب 7

علمائے دین انبیائے کرام کے وارث ہیں

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے: ''علما انبیائے کرام کے وارث ہیں۔''

کیا علمائے کرام اپنی ذمے داریاں نبھا رہے ہیں؟

جنھوں نے اس مقدس پیشے کو اپنایا، اس کا حق ادا کیا، وہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں کس طرح اس کا صلہ دیا۔ جنھوں نے اس میں کوتاہی کی، انھیں کن حالات سے دوچار ہونا پڑا، ذیل میں اس موضوع پر سچے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

یورپ کے علامہ

مولانا محمود احمد میر پوری رحمہ اللہ نے برطانیہ آ کر جو دعوت و تبلیغ، تقریر و تحریر اور ملک و ملت کے لیے کارنامے سرانجام دیے ہیں، وہ سنہری حروف میں لکھے جائیں گے۔ اپنی جماعت کو منظّم کرنے میں دن رات ایک کر کے ان کو توحید و سنت کی تسبیح میں پرو دیا۔ انھوں نے جن حالات میں یورپ میں کام کیا وہ جماعتوں اور تنظیموں کے لوگوں کو خوابِ غفلت سے جگانا بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ لوگوں کی باتیں بھی بڑی سننی پڑتی ہیں۔ یہ کام بڑے صابر اور دل گردے رکھنے والے کا کام ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنوں بیگانوں کے طعنے سہہ کر یہ فریضہ ادا کیا۔ لوگ

Marfat.com

آج بھی ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں، آج بھی ان پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

ان سے طالب علموں کے دوران سے تعلقات ہیں، ان کے اندر کام کرنے کا جذبہ، مشکلات سے مقابلہ کرنا، ہمت نہ ہارنا، کسی سے بگاڑنا نہیں، اپنے اخلاق ہنس مکھ چہرے سے ان کو اپنے قریب کرنا، اللہ نے ان کو ان صفات سے نوازا تھا۔ ان کے اندر خدا خوفی تھی، پھر والدین کی وفات کے بعد جن حالات سے انھیں دوچار ہونا پڑا، جس طرح انھوں نے تعلیم حاصل کی، پھر اس میں ترقی حاصل کی، وہ قابلِ تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جلدی اٹھا لیا، ان کے گھر والوں نے بھی صبر واستقامت کی وہ مثال پیش کی جو رہتی دنیا تک یاد رہے گی، بلکہ جو آتے تھے ان کا حوصلہ بڑھاتی رہیں، انھیں تلقین کرتی رہیں صبر کرنا چاہیے۔

جس کا صلہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نیک اولاد کی شکل میں دیا۔ ماشاء اللہ مولانا کے دولڑکے زندہ رہے، ایک تو فیصل ان کے ساتھ حادثے میں شہید ہو گیا۔ بڑے لڑکے کا نام عبدالاوّل ہے۔ انتہائی نیک سیرت، بااخلاق متشرع ہے۔ انگریزی عربی میں بھی مہارت رکھتا ہے۔ انگریزی رسالے کا ایڈیٹر بھی رہا، سعودی عرب میں چند سال بھی لگائے، عربی اچھی بول سکتا ہے۔ اب ملائشیا میں اپنا کاروبار کر رہا ہے، اپنے بچوں کے ساتھ ادھر سیٹ ہے۔ دوسرے لڑکے کا نام حافظ محمد عقیل ہے۔ یہ مدینہ یونیورسٹی کا فارغ ہے، انگریزی عربی میں بڑی اچھی تقریر کرتا ہے، اب اپنے والد کی جگہ اس نے سنبھال لی ہے۔ مرکزی مسجد گرین لین کا خطیب ہے۔ مرکز میں فل ٹائم کام کر رہا ہے، اپنی ذمے داریاں بڑے احسن طریقے سے نبھا رہا ہے، وہ کام جو مولانا چھوڑ گئے تھے، اس کی اب تکمیل کر رہا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے نیک کا والدین کی اولاد سے وہی کام لے رہا ہے جو خود کرتے رہے ہیں۔ وہ پودا توحید جسے مولانا نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا، اپنے خون سے اسے سینچا تھا، اب ان کے بڑے اسی پودے کو ثمر بنا رہے ہیں۔توحید کے اس پودے سے لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔

ارادہ اچھا ہو، نیت صاف ہو، اللہ کا ڈر ہو، خلوص اور تقوی ہو، اللہ تعالیٰ اس کا پھل نیک اولاد کی شکل میں دیتا ہے۔ جیسا کہ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ ماشاء اللہ دونوں لڑکوں کو دیکھ کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے، یورپ میں اتنے نیک اور دین دار لڑکے، پھر ایسے ماحول میں آزاد پدر معاشرہ ہو، پھر والد کا سایہ بھی سر پر نہ ہو، ان کا دین کی طرف نہ صرف مائل ہونا بلکہ دوسروں کو ترغیب دینا بڑا خوش کن عمل ہے۔

واقعی یہ اللہ کے ولی ہیں

یہ الفاظ مشہور مبلغ سید عبدالغنی شاہ رحمہ اللہ کاموں کے والوں کے ہیں، جو وہ مولانا ابوالبرکات احمد صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ مولانا واقعی اللہ تعالیٰ کے ولی تھے، ان کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے علما کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ جن کے دل میں خدا خوفی، تقوی، شرافت، امانت، دیانت اور طلبا سے ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے انھیں علم و عمل سے نوازا تھا، ان کے اندر انکساری، عاجزی اور بردباری بھی تھی۔

حدیث کے مطابق مومن کو غصہ دیر سے آتا ہے اور جلدی چلا جاتا ہے۔ ان کی عادت یہی تھی، غصہ بہت دیر سے آتا تھا، جب آتا تھا ایسے معلوم ہوتا اب طلبا

Marfat.com

کو نہیں چھوڑیں گے فوراً ہی غصہ پی جاتے، بلکہ جب طلبا سالانہ چھٹیوں میں اپنے گھروں کو جاتے انھیں تلقین کرتے، ساتھ ساتھ روتے اور اپنی سختیوں کی معافی بھی مانگتے، سب طلبا اشک بار ہو جاتے، اتنے بڑے عالمِ دین یہ باتیں کر رہے ہیں۔

طلبا کے دل میں ان کا خوف ہر وقت رہتا، باہر نکلتے ان سے ضرور ملاقات ہو جاتی، بعض طلبا یہ سمجھتے تھے ان کے ساتھ کوئی غیر مخلوق بھی ہے اس لیے تو یہ ہر ایک کو ہر جگہ مل جاتے ہیں، بلکہ جب نکلتے وقت زیادہ خوف ہوتا اس وقت ان سے ملاقات ضرور ہو جاتی، طلبا راستہ تبدیل کرنے کی کوشش کرتے تو یہ دیکھ لیتے، آواز دے کر بلاتے، کہاں جا رہے ہو؟ سلام تو لے جاؤ۔

میرے ساتھ بھی ایسا ہوا، ان کو دیکھا راستہ تبدیل کر لیا، آواز دے کر بلا لیا، سلام لے لینا چاہیے۔ شرم کے مارے منہ نیچے کر لیا۔ ان کے اندر یہ خوبی بھی تھی، سلام لینے میں ہمیشہ پہل کرتے تھے، خواہ چھوٹا طالب علم ہی کیوں نہ ہو۔ سلام کرنے میں پہل کرتے، کئی دفعہ ہم نے کوشش کی پہلے سلام کریں مگر نہیں کرنے دیتے تھے۔ مدرسے میں پڑھانے کے لیے تشریف لاتے، سلام لیتے، اپنا جوتا خود ہی اٹھاتے طلبا کو اٹھانے نہیں دیتے تھے۔ ان کے پاس بڑا تولیہ ہوتا اس کے ساتھ مسجد کی صفیں صاف کرتے، انھیں جھاڑتے، جب طلبا یہ کہتے حضرت صاحب ہم کرتے ہیں، کہتے: ہمیں بھی ثواب چاہیے۔ ہمیشہ تکبیر اولیٰ میں شریک ہوتے، نماز کے اندر معمولی سی کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے۔

مولانا صاحب نے ساری زندگی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا، باوجود اس کے ان کے معاشی حالات تنگ تھے۔ کبھی کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا، ان کے حالات ایسے ہیں پڑھانے کے بعد گھڑیوں کی مرمت بھی کرتے، اس طرح

Marfat.com

ان کا گزارہ بھی ہو جاتا، بلکہ کہا کرتے تھے علما کے پاس کوئی نہ کوئی پیشہ ضرور ہونا چاہیے، تاکہ کسی کا محتاج نہ ہوں۔ مولانا جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے مہتمم رہے، سارے محلے کے لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے، محلے کے لوگ بڑے مال دار تھے، اس کے باوجود کبھی کسی سے سوال نہیں کیا۔

مہمان نوازی ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد میں اور پروفیسر یوسف سجاد جو راقم الحروف کے بڑے مخلص دوستوں میں ہیں، وہ اس وقت ''علمائے اہلِ حدیث پاکستان'' لکھ رہے تھے، گوجرانوالہ میں علما کے حالات لکھنے کے لیے آئے۔ بہت بڑے عالمِ دین سے ان کی ملاقات ہوئی، ان کے گھر گئے۔ انھوں نے پوچھا: کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟ کہا: ہم آپ کے حالات لکھنے کے لیے آئے ہیں۔ کہنے لگے: میں کیا کروں، فلاں سے جا کر پوچھ لو۔ ہم بڑے پریشان ہوئے، یہ علما کا اخلاق ہے؟ کیا یہ حدیث میں نہیں پڑھتے، اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے، مہمان نوازی کیسے کرتے تھے؟ میں نے انھیں کہا: پریشان نہ ہوں، آیئے آپ کی ملاقات اللہ کے ولی سے کراتے ہیں۔ پھر ہم مولانا کے گھر آئے، انھیں اپنے آنے کا مقصد بتایا، کہنے لگے: نماز کا وقت ہے، مسجد میں چلتے ہیں۔ نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، ہمیں گھر بٹھایا، پھر باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد تشریف لائے، سموسے کباب، کیک بسکٹ لائے تھے ہمیں کھلائے، باقی شاپر میں ڈال کر ہمیں دے دیے، کہنے لگے: آپ نے سفر کرنا ہے ساتھ لے جائیں، ہم نے انکار کیا، زبردستی انھوں نے دے دیے کہنے لگے: کھانا بھی کھلاتا، مگر گھر والے تبلیغ کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ پروفیسر یوسف سجاد کہنے لگے: واقعی یہ اللہ کے ولی ہیں۔

Marfat.com

مولانا کے ہزاروں کی تعداد میں شاگرد ہیں، کبھی کسی شاگرد سے کوئی چیز طلب نہیں کی تھی، نہ وہ توقع رکھتے تھے نہ ہی اس کو اچھا سمجھتے تھے۔ طلبا کو ہمیشہ نصیحت کرتے تھے کسی سے قرض نہ لیں، یہ انسان کی عزت خاک میں ملا دیتا ہے، تعلقات کو ختم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو ان کی شرافت، نیکی، خلوص کا صلہ یہ دیا، ان کو فوت ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں۔ ان کے شاگرد آج بھی انھیں اچھے القاب سے یاد کرتے تھے، راقم الحروف کو بھی چار سال ان سے علم حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے نیک اولاد سے نوازا ہے۔ ان کا بڑا بیٹا عبدالحمید اس وقت سکول میں پڑھتا تھا پھر ساتھ ساتھ گھڑی کی دکان میں بیٹھتا تھا۔ ان کا کاروبار میں ہاتھ بٹانے لگا تھا۔ دوسرا لڑکا عبدالسمیع دینی تعلیم حاصل کرنے لگا، پھر جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں آج بھی مختلف مدارس میں دینی تعلیم پڑھا رہا ہے اور مولانا کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ وہ علما جن کے اندر اخلاص ہے، اللہ تعالیٰ انھیں نیک اولاد کے ساتھ عقیدت مندوں سے بھی نوازتا ہے جو ان سے عقیدت رکھتے ہیں، جب تک وہ دین کا کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا ثواب انھیں پہنچاتا ہے۔ برطانیہ میں مولانا محمود احمد میر پوری کے علاوہ حافظ حبیب الرحمان جہلمی، راقم الحروف بھی ان کے شاگردوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اللہ ان کی قبر کو منور کرے، ان کے درجات بلند کرے اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان صفات سے نوازے۔ آمین

ائمہ کرام کا احترام

مولانا سید داود غزنوی رحمہ اللہ غزنوی خاندان کے مشہور سیاسی اور مذہبی

Marfat.com

لیڈر اور عالمِ دین تھے۔ انھیں 1962ء میں شاہ سعود بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ یونیورسٹی مشاورتی کونسل کا رکن نامزد کیا تھا۔ یہ جمعیت اہلِ حدیث پاکستان کے پہلے امیر تھے۔ غزنوی خاندان علما اور اولیاء اللہ کا خاندان تھا۔ اس خاندان کا ہر فرد، ہر عالم علم و عمل کا چمکتا ہوا ستارہ تھا۔ ائمہ کرام، علمائے کرام، بزگانِ دین کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ذیل میں ایسے ہی چند واقعات تحریر کیے جاتے ہیں۔

پہلا واقعہ:

ائمہ کرام کا ان کے دل میں بڑا احترام تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اسمِ گرامی بے حد عزت سے لیتے۔ ایک دن ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہلِ حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی، بڑے دردناک لہجے میں فرمایا:

> ''مولوی اسحاق (بھٹی) جماعت اہلِ حدیث کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روحانی بدعا لے کر بیٹھ گئی۔ ہر شخص ابو حنیفہ ابو حنیفہ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو کوئی امام ابو حنیفہ کہہ دیتا ہے پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ انھیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتے ہیں۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یکجہتی کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے؟''[1]

دوسرا واقعہ:

مفتی محمد حسن نے ایک بار مولانا عبدالجبار غزنوی (والد مولانا داؤد غزنوی) کی ولایت کا واقعہ سنایا۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ امرتسر میں ایک محلّہ تیلیاں تھا،

[1] ''سیرتِ داود غزنوی'' سید ابوبکر غزنوی (ص: 136-137)

Marfat.com

جس میں اہلِ حدیث حضرات کی اکثریت تھی۔ اس محلے کی مسجد اسی نسبت سے تیلیاں والی کہلاتی تھی۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا: ابو حنیفہ سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں، کیوں کہ انھیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ آتی ہیں۔ اس بات کی اطلاع مولانا عبدالجبار غزنوی کو پہنچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب و احترام کیا کرتے تھے۔ انھوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ انھوں نے کہا کہ اس نالائق عبدالعلی کو مدرسے سے نکال دیا جائے۔ وہ طالب علم جب مدرسے سے نکالا گیا تو مولانا عبدالجبار غزنوی نے فرمایا: ''مجھے ایسا لگتا ہے یہ شخص عن قریب مرتد ہو جائے گا۔''

مفتی محمد حسن راوی ہیں کہ ایک ہفتہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا۔

اس واقعے کے بعد کسی نے امام صاحب سے پوچھا: ''حضرت آپ کو کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عن قریب کافر ہو جائے گا؟'' فرمانے لگے: جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی، اسی وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آ گئی:

> ''جس شخص نے میرے دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔''

میری نظر میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ولی اللہ تھے، جس کے لیے اللہ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز چھینتا

Marfat.com

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں اس لیے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا؟

تیسرا واقعہ:

بہت سے مسائل کی تعبیر میں اختلافِ رائے کے باوجود مولانا غزنوی، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کا احترام کرتے اور مجموعی اعتبار سے ان کی خدمات کو سراہتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ خود مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مشترکہ اسلامی معاملات میں ان سے مشورہ کرتے اور ان کی رائے کو اہمیت دیتے۔ ایک معاملہ تو ایسا آیا کہ مولانا غزنوی رحمہ اللہ بار بار اس کا ذکر کرتے اور مولانا مودودی رحمہ اللہ کو دعا دیتے تھے۔

وہ یہ کہ 1962ء میں حج کے موقع پر مشوروں کے لیے مختلف ممالک کے اہلِ علم کو دعوتِ شرکت دی گئی تھی۔ مدینہ منورہ میں ان کے قیام کا انتظام ایک ہوٹل میں کیا گیا تھا۔

مولانا غزنوی رحمہ اللہ کی بڑی صاحب زادی بھی ساتھ تھیں۔ ایک دن مولانا کو دل کا دورہ پڑ گیا اور تکلیف بہت زیادہ ہوگئی۔ ان کی صاحب زادی بہت پریشان ہوئیں، کیوں کہ ڈاکٹر کو بلانا ان کے لیے مشکل تھا۔ مولانا مودودی رحمہ اللہ کو معلوم ہوا تو فوراً تشریف لائے اور ڈاکٹر بلایا، دیر تک مولانا کے پاس بیٹھے رہے، لڑکی کو تسلی دی، ضروری دوائیں منگوائیں اور کئی بار مولانا کے پاس آئے۔ واپس آئے تو یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ مولانا نے کئی بار بیان فرمایا۔ ہر دفعہ مولانا مودودی رحمہ اللہ کا نام بڑے احترام سے لیتے اور ان کے لیے دعائے خیر کرتے۔[1]

[1] داؤد غزنوی رحمہ اللہ، ابو بکر غزنوی (ص:192-191, 146-145)

Marfat.com

چوتھا واقعہ:

''پیر صاحب نے مسند خالی کر دی''

کبھی کبھی اپنی زندگی کے گزشتہ دور کی باتیں (مولانا داود غزنوی) بھی خوش ہو کر سناتے۔ ایک دن بتایا کہ تحریکِ عدم تعاون کے زمانے میں مَیں اور مولانا ظفر علی خان سیالکوٹ کے دورے پر گئے۔ ایک جگہ جا رہے تھے کہ اثنائے سفر میں علی پور سیداں پہنچ گئے۔ میں نے مولانا ظفر علی خان سے کہا: چلیے پیر جماعت علی شاہ صاحب سے ملتے چلیں، وہ سیاست میں ہمارے شدید مخالف تھے اور مولانا ظفر علی خان ''زمیندار'' میں بے شمار نظمیں اور مضامین ان کے خلاف لکھتے تھے۔ انھوں نے کہا: وہ ہماری مخالفت کریں گے، ان کے پاس نہیں جانا چاہیے مگر میں نے ان سے ملنے پر اصرار کیا۔ بالآخر ہم ان کے مکان پر پہنچ گئے۔ پیغام بھیجا فوراً اندر بلا لیا اور میرے لیے مسند خالی کر دی، کہا: آپ سید ہیں، بہت بڑے علمی اور مجاہد خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ خود بھی عالم ہیں اور نیک کام کے لیے نکلے ہیں۔ ہمارے معزز مہمان ہیں اس مسند پر آپ ہی تشریف رکھیں گے۔ میں نے ہر چند معذرت کی مگر وہ نہ مانے۔ آخر ان کے اصرار پر میں بیٹھ گیا اور مولانا ظفر علی خان کو بھی انھوں نے میرے برابر بٹھایا۔ پھر ہم نے یہ کہہ کر مسند چھوڑ دی کہ تعمیل ارشاد ہو گئی ہے۔ مولانا نے بتایا: جب تک ہم بیٹھے رہے وہ اپنی مسند پر نہیں بیٹھے، ہمارے برابر بیٹھے رہے۔ پانی پلایا، کھانا کھلایا، رات رہنے پر اصرار کیا اور بہت اچھی طرح پیش آئے۔[1]

[1] ''سیرتِ سید داود غزنوی رحمہ اللہ'' (ص: 160-161)

Marfat.com

دعوت و تبلیغ میں اللہ تعالیٰ نے کیسے برکت ڈالی؟

تا تاری آندھی کی طرح آئے، بگولے کی طرح چھا گئے۔ علاء الدین خوارزم کی غلطی سے یہ اپنے ملک سے نکلے، عالمِ اسلام کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ انھوں نے انسانی لاشوں کے مینار بنائے، جن پر چڑھ کر انھوں نے آوازیں لگائیں، بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، مسلمانوں کے خون سے دریا کا پانی سرخ ہو گیا۔ لائبریریوں کو جلانے سے دجلہ و فرات کا پانی سیاہ ہو گیا، ان کے رعب و دبدبے کا عالم یہ تھا کہ کوئی سننے کے لیے تیار ہی نہ تھا کہ یہ شکست کھا سکتے ہیں، اس زمانے میں یہ بات مشہور تھی۔

تاریخ کے رخ کو جس عالمِ دین کی دعوت نے موڑا وہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

شیخ جمال الدین کہیں جا رہے تھے، تا تاری ان کو بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، یہ بھی ایرانی تھے۔ تغلق تیمور شہزادہ شکار کے لیے جا رہا تھا۔ یہ بڑا تو ہم پرست تھا۔ شیخ جمال الدین پر نگاہ پڑی تو فوراً اپنے سپاہیوں کو حکم دیا، اس کو پکڑ کر لاؤ۔ سپاہیوں نے فوراً شیخ جمال الدین کو پکڑا، مشکیں باندھیں، شہزادے کے سامنے لائے گئے، کہنے لگا: تمھاری نحوست کی وجہ سے آج مجھے شکار نہیں ملے گا، اس کا کتا پاس تھا، اپنے کتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ تم اچھے ہو یا کہ میرا کتا اچھا ہے۔ انھوں نے اطمینان سے جواب دیا: اس کا فیصلہ ابھی نہیں ہو سکتا۔ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا تو میں اچھا ورنہ تیرا کتا اچھا ہے۔

تغلق تیمور کے دل پر یہ بات تیر کی طرح لگی، تیمور نے کہا: جب میری تاج پوشی ہو جائے تو تم کہیں بھی ہو میری بات سننا، مجھ سے ملاقات کرنا۔ شیخ صاحب کی جب وفات کا وقت قریب آیا، اپنے بیٹے رشید الدین کو بلایا اور کہا:

Marfat.com

جب تغلق تیمور کی تاج پوشی ہو جائے تو اسے میرا سلام کہنا اور بتانا کہ تم نے میرے والد سے جو بات پوچھی تھی کہ اس کا جواب دینے کے لیے آیا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے بڑی کوشش کی کہ محل کے اندر جا کر اس سے ملاقات کریں۔ انھیں کسی نے گھسنے نہ دیا۔ آخر ایک درخت کے پاس مصلیٰ ڈال کر بیٹھ گئے، جب نماز کا وقت ہوتا تو اذان دیتے، نماز پڑھ لیتے، ایک صبح شہزادہ اپنے محل میں میٹھی نیند سو رہا تھا، اذان کی آواز محل کے اندر سنائی دی۔ اس نے کہا: یہ کون ہے؟ یہ کیا صدائیں لگا رہا ہے؟ سپاہی نے کہا ایک دیوانہ آدمی محل کے قریب رہتا ہے، یہ اس کی آوازیں ہیں۔ اس نے حکم دیا اس کو پکڑ کر لایا جائے۔ جب وہ لائے گئے تو اس نے کہا: تم کون ہو؟ یہ آوازیں کیسی لگا رہے ہو؟ ان کا کیا مقصد ہے؟ شیخ رشید الدین اس موقع کی تلاش میں تھے۔

کہا: جناب آپ کو یاد ہوگا آپ شکار پر تھے۔ ایک مسلمان درلیش آپ کے سامنے لایا گیا تھا، آپ نے اس سے حقارت کی بنا پر پوچھا تھا کہ تم اچھے ہو یا میرا کتا اچھا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا تھا: اس کا فیصلہ ابھی نہیں ہو سکتا۔ اب میں بتانے آیا ہوں اس کا فیصلہ ہو گیا۔ الحمدللہ وہ ایمان کی حالت پر دنیا سے گئے ہیں، اس لیے وہ کتے سے اچھے ہیں۔ شیخ کا جواب سن کر بادشاہ حیرت واستعجاب سے اس کی تفصیل دریافت کرتا ہے۔ پھر وہ اپنے وزیر سمیت مسلمان ہو جاتا ہے۔ پھر تاتاری مسلمان ہو جاتے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ وہ کارنامہ جو مسلمان مبلغین، مخلص علماے کرام نے سرانجام دیا بڑے بڑے نہیں کر سکتے تھے۔

ہم کفار کی روحانی پیاس بجھا سکتے ہیں، فضا بڑی سازگار ہے۔ یہ آزاد

Marfat.com

ذہن کے مالک ہیں، اپنی تہذیب سے تنگ آ چکے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے ان کے ذہن و دل پر ایسی کاری ضربیں لگائی جائیں، یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں، اسلام دینِ حق ہے۔ قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے۔ آنحضرت ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں۔ آج بھی ان کا ضمیر انھیں ملامت کرتا تو کہہ دیتے ہیں: مسلمان عیسائیوں کے بڑے قریب ہیں، ان کی تعلیمات ایک جیسی ہیں، اللہ کرے وہ دن آئے، تاتاریوں کی طرح یہ لوگ بھی اسلام کے دامن میں آ جائیں۔ صرف شیخ جمال الدین، شیخ رشید الدین جیسے مخلص علما اور زہاد کی ضرورت ہے۔[1]

تہجد کے اثرات

اچھائی، بھلائی، نیکی کا کوئی کام بھی کیا جائے، اس کے اثرات اپنا رنگ دکھاتے ہیں، خصوصاً رات کی تنہائی میں جب لوگ میٹھی نیند سو رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کیا جائے، گڑگڑا کر دعائیں کی جائیں تو وہ اپنا اثر دکھاتی ہیں۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمایے:

حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ، سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ انھوں نے پنجاب میں حدیث پڑھانے، حدیث کی اشاعت کرنے میں بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس لیے انھیں ''حافظ الحدیث'' کے لقب سے نوازا گیا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہم سب ان کے شاگرد تھے۔ حافظ صاحب اگرچہ بصارت سے محروم تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں بصیرت عطا فرمائی تھی کہ صحاح ستہ انھیں حفظ تھی۔

[1] ''نقوشِ رسول'' جلد نمبر 1۔ مولانا ابوالحسن ندوی۔ ''تلخ و شیریں'' (ص: 88-86)

Marfat.com

سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے پاس حدیث پڑھنے کے لیے گئے تو مشہور ہے انھوں نے اپنا مدعا بیان کیا۔ انھیں بتایا گیا اب مدرسے میں مزید طلبا کی گنجایش نہیں ہے۔ کھانے کا انتظام نہیں ہوسکتا۔ حافظ صاحب نے فرمایا: اگر کھانے کا بندوبست نہیں ہوسکتا تو کوئی بات نہیں، میں حدیث پڑھنے کے لیے آیا ہوں کھانا کھانے کے لیے نہیں، اللہ تعالیٰ کوئی ذریعہ بنا دے گا۔ پھر انتظامیہ کے ایک صاحب نے پوچھا: آخر کھانے کا انتظام کیسے کریں گے؟ فرمانے لگے: جتنے طلبا پڑھتے ہیں اگر کھانے کا ایک ایک لقمہ بھی بچا کر رکھ لیں تو میرے لیے کافی ہوگا۔ وہاں ایک امیر آدمی باتیں سن رہا تھا، وہ کہنے لگا: ''حافظ صاحب کا کھانا میرے ذمے ہوگا۔''

علم حدیث سے فارغ ہوکر واپس آئے، کچھ عرصے بعد وزیر آباد مدرسے کی بنیاد رکھی، کچھ مدت کے بعد یہ مدرسہ بڑا مشہور ہوگیا۔ علمی پیاس بجھانے کے لیے طلبا اُمڈ پڑے۔ اس مدرسے میں طلبا کی علمی تربیت بھی کی جاتی تھی۔ خشیتِ الٰہی اور شب بیداری کی صفات پیدا کی جاتی تھیں۔ دن کے وقت طلبا حدیث پڑھتے، رات کے وقت استاد سمیت سارے طلبا مسجد کے کونوں میں تہجد کی نماز ادا کرتے۔ محلے کے لوگوں میں مشہور ہوگیا حافظ صاحب نے مسجد کے اندر کبوتر رکھے ہوئے ہیں جن کی آوازیں رات بھر آتی رہتیں ہیں، یہ سونے نہیں دیتے، کئی لوگوں نے رات کو یہ آوازیں سنیں۔ ایک رات انھوں نے پروگرام بنایا، چند ساتھی رات کے تین سے چار بجے جا کر دیکھتے ہیں کیا واقعی وہاں کبوتر ہیں؟ وہاں گئے تو کبوتروں کا نام ونشان نہیں تھا۔ استاد شاگرد نوافل ادا کر رہے تھے۔ کچھ اونچی آواز سے کچھ عجز و انکساری کے ساتھ گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی

Marfat.com

معافی مانگ رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر یہ لوگ بڑے متاثر ہوئے کہ یہ تو حافظ صاحب کے شاگرد ہیں، جنھیں ہم کبوتر سمجھ رہے تھے۔

آج مساجد مدارس میں ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہیں۔ قدیم جدید سہولتوں سے آراستہ پیراستہ ہیں۔ وہ خلوص اور للّٰہیت نہیں ہے۔ طلبا اساتذہ سب ایک ہی ڈگر پر چل رہے ہیں۔ نماز تک طلبا ادا نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے ان مدارس کے وہ نتائج برآمد نہیں ہوتے۔

امام صاحب کی بے عزتی کرنے کا انجام

بہت قدیمی کہاوت ہے کہ زر، زن اور زمین فساد کی جڑیں ہیں اور بیشتر برائیاں اورلڑائیاں انہی کے سبب سے رونما ہوتی ہیں۔ غور کریں تو فساد پھیلانے میں زمین کا عمل دخل، دولت اور عورت کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے کہ زمین کے مالک عموماً رعونت، تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور عام خلقِ خدا کو حقیر جان کر ان سے توہین آمیز رویہ اختیار کرتے ہیں۔

پاکستان کی جاگیرداری نظام شاید بدترین استحصالی نظام ہے۔ جس میں عام انسانوں کی جس قدر توہین و تذلیل ہوتی ہے اس کی کہیں مثال نہیں ملتی، لیکن اللہ بڑا ہی جبار و قہار ہے، وہ ظلم کو برداشت نہیں کرتا اور ظالموں کو کسی نہ کسی صورت میں سزا ضرور دیتا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ بے رحم اور سفاک جاگیر عام طور پر 40-45 کی عمر تک طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

میرے ضلع سیالکوٹ میں جاگیرداری نظام کارفرما نہیں ہے۔ یہاں چھوٹی زمین داریاں ہیں اور آبائی طور پر جس علاقے سے میرا تعلق ہے وہاں زمین دار چالیس پچاس ایکڑ سے زیادہ کے مالک نہیں ہیں، لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ یہ

Marfat.com

لوگ بھی چھوٹے موٹے فرعونوں سے کم نہیں ہیں اور کمزوروں سے ان کا سلوک انتہائی توہین و تذلیل کا ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں انھیں مختلف حوالوں سے سزا بھی خوب ملتی ہے۔ اس ضمن میں اپنے چند مشاہدات پیش کر رہا ہوں:

یہ آج سے کم از کم 40 سال پہلے کی بات ہے، ہمارے علاقے میں ایک زمیندار چوہدری رسول خان (فرضی نام) تھا۔ اپنے طبقے کا واحد زمیندار تھا جو نماز پڑھتا تھا، ورنہ جاٹوں کا یہ سارا قبیلہ نماز روزے کو غریب دستکاروں، بے نوا مزدوروں اور کمی کمین لوگوں کا ایک شعار سمجھتا تھا، لیکن لوگوں کو ذلیل سمجھتا تھا اور ان لوگوں کے فرد کو انسان نہیں سمجھتا تھا۔ تکبر اور توہین و تذلیل کا یوں مظاہرہ کرتا تھا کہ دیکھنے والے تھرا کے وہ جاتے تھے چنانچہ میں نے بچشم سر نمازِ جمعہ کے بعد مسجد کے اندر چوہدری رسول خان کا امام مسجد اور خطیب کے ساتھ جو سلوک دیکھا وہ میری یادداشت سے محو نہیں ہوتا۔

ہوا یوں کہ ایک روز جوں ہی نمازِ جمعہ مکمل ہوئی اور نمازیوں نے سنتوں وغیرہ سے فراغت پالی تو چوہدری رسول خان نے مولوی محمد علی صاحب سے گرجتی ہوئی رعب دار آواز میں پوچھا: ''مولوی تم وہ حنیف موچی کے گھر ختم دینے کیوں نہیں گئے تھے؟''

''دراصل چوہدری صاحب یہ لوگ میری عزت نہیں کرتے، قدر نہیں کرتے، اس لیے میں نہیں گیا۔'' مولوی صاحب نے بڑی عاجزی اور مسکینی سے جواب دیا۔

پھر کیا تھا چوہدری صاحب نے خانہ خدا کے اندر اسی امام صاحب کو جس کے پیچھے اس نے تھوڑی دیر پہلے نماز ادا کی تھی ماں بہن کی گالیاں دیں، مغلظات بکیں اور اسے متعدد لوگوں کے سامنے ذلیل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

Marfat.com

اسی نوعیت کی ایک بات اور مجھ تک پہنچی۔ شفیع لوہار، چوہدری رسول خان کی کوٹھی میں چلا گیا۔ باہر باغ میں دو چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں اور قریب ہی ایک کرسی پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ یہ چوہدری کا داماد تھا اور کسی شہر سے آیا تھا۔ شفیع عادت کے مطابق چارپائیوں کے قریب زمین پر بیٹھ گیا، لیکن چوہدری کے داماد نے اصرار کر کے اسے چارپائی پر بٹھا دیا۔ شفیع نے بہت انکار کیا کہ ہم کمین ہیں، آپ کے برابر چارپائی پر بیٹھ نہیں سکتے۔ نوجوان پڑھا لکھا تھا اس نے ضد کی، نہیں تم بھی انسان ہو اور جب چارپائی خالی ہے تو تم زمین پر بیٹھتے ہوئے اچھے نہیں لگتے۔ چنانچہ شفیع زچ ہو کر بادل نخواستہ زمین سے اٹھ کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی ہی دیر گزری کہ چوہدری رسول خان کوٹھی سے نکل کر باغ میں آیا اور جب اس نے دیکھا کہ شفیع لوہار اس کے داماد کے سامنے چارپائی پر بیٹھا ہوا ہے تو وہ سخت غضب ناک ہوا، اس نے جوتا اتارا اور تین چار شفیع کے سر پر جڑ دیے اور پھر اسے ماں اور بہن اور بیٹی کی درجنوں گالیوں سے نوازا دیا۔ غصے سے اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی اور کہہ رہا تھا: غضب خدا کا یہ زمانہ بھی آنا تھا کہ ذلیل کمین میرے داماد کے برابر چارپائی پر بیٹھے، اب ہم تو زمین داروں کو ڈوب مرنا چاہیے۔

اس فرعونیت اور رعونت کے ساتھ میں نے چوہدری رسول خان کا بہت برا حشر دیکھا۔ اس کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے تھے، بڑی بیٹی کی آنکھ بچپن میں کھیلتے ہوئے ضائع ہو گئی تھی اس لیے شادی نہ ہو سکی۔ دوسری بیٹی کی شادی ہوئی تو اس کو طلاق ہو گئی اور اس نے باقی زندگی باپ کے گھر میں گزاری۔ چوہدری نے دونوں بیٹوں کی شادیاں اپنے قریبی عزیزوں میں کیں، لیکن دونوں بھائیوں نے

Marfat.com

علاقے کی آوارہ اور بازاری عورتوں سے تعلقات استوار کر لیے اس لیے ان کی خانگی زندگیاں برباد ہو گئیں، دونوں کی بیویاں روٹھ کر اپنے میکے چلی گئیں۔

ان صدمات نے اور غریب متاثرین کی بددعاؤں نے اپنا اثر دکھایا اور ساٹھ سال کی عمر میں چوہدری کو فالج ہو گیا۔ وہ معذور ہو کر بستر پر مقید ہو گیا اور اس کے چار پانچ سال غیر معمولی بے بسی اور پریشانی میں گزرے اور اسی حالت میں وہ ایک روز داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔[1]

[1] یہ کہانی ڈاکٹر عبدالغنی فاروق کی کتاب ''مکافاتِ عمل'' سے لی گئی ہے۔

Marfat.com

باب 8

بدعمل علما

آج ہم دیکھتے ہیں باوجود ذرائع ابلاغ نے بڑی ترقی کی ہے، بڑی بڑی مساجد تعمیر کی جا رہی ہے جن میں ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہیں۔ علمائے کرام بڑی لچھے دار تقریریں کر رہے ہیں، لوگوں کو رُلاتے اور ہنساتے بھی ہیں۔ بڑی مقفع اور مسجع جملوں سے عوام کو نوازتے ہیں۔ ان کی تقریریں سن کر لوگ عش عش کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کی تقاریر میں وہ اثر نہیں، ان کی باتیں حلق سے نیچے نہیں جاتیں، لوگ ان کے قول و فعل میں تضاد دیکھ کر ان سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں۔ جھوٹے وعدے کرتے ہیں، لگائی بجھائی میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔

میرا اپنا تعلق بھی اسی گروہ سے ہے۔ مجھے آٹھ سال تک صدر بننے کی ذمے داری بھی سونپی گئی ہے۔ اس عرصے میں جو کچھ دیکھا انھیں تحریر کر رہا ہوں۔ واقعات تمام سچے ہیں، نام اور جگہ نہیں لکھی جائے گی۔ اگر ہوں گے بھی تو فرضی۔

ہمارے ایک قریبی ساتھی ہیں جو بظاہر شرافت اور نیکی کا پیکر بنے ہوتے ہیں۔ کسی برانچ میں وہ ٹکتے نہیں، کوئی نہ کوئی شوشا ان کے خلاف چھوڑ دیا جاتا ہے۔ میرے ساتھ انھوں نے گلہ شکوہ کیا کہ میری کچھ مدد کریں، میں نے انھیں اس برانچ میں رکھا جہاں کے لوگ سادہ، مخلص اور شریف تھے۔

Marfat.com

کچھ عرصے کے بعد دیکھا لوگ ان کے بارے باتیں کرنے لگ گئے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد فوراً ان کے خلاف لب کشائی کرنے لگ جاتے ہیں۔ میں نے بڑا غور کیا آخر اس کی وجہ کوئی تو ہوگی، کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ہوگی، جس کی اسے سزا مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا۔ ایک برانچ والے اچھے نہیں تو آخر ہر برانچ والے تو برے نہیں۔

یہ میرے ساتھ بات کرتے ہیں، بڑی شیرینی گھولتے ہیں، بڑا جی جی کرتے ہیں، پھر میرا یہ حال پوچھتے، ساتھ عذر بھی کرتے اتنی دیر کے بعد آپ سے رابطہ کر رہا ہوں، دراصل مجھے بڑی مصروفیات تھیں، کہا: چلو حضرت صاحب کا حال احوال پوچھ لیتے ہیں۔ فلاں پروگرام میں تشریف لا رہے ہیں۔ اس قسم کی چکنی چپڑی باتیں کر رہے ہیں، پوچھنے کے بعد فوراً ان کے آگے اطلاع کر دیتے ہیں۔ پوری برانچوں میں ٹیلی فون پر چہ میگوئیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ رپورٹ دیتے، ادھر کی بات ادھر کرتے، ساتھ مسالہ لگانے کی عادت ہے۔

میں نے کچھ باتیں جان بوجھ کر کیں، حالاں کہ ان کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی وقت وہ انھوں نے پھیلا دیں۔ پھر اس نتیجے پر پہنچا، یہی وہ بدخصلت ہے غیبت اور جاسوسی کی جو انسانیت کے خلاف ہے، جو انسان کو پستی میں رکھتی ہے، جو انسان کی عزت نہیں بننے دیتی۔ اس وجہ سے برانچوں کے لوگ ان سے نفرت کرتے تھے۔ نمازیوں کے جہاں جائیں دو گروپ بنا لیتا، ان کو لڑاتے جھگڑاتے رہنا، ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا، اسی وجہ سے ان کی عزت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تو عورتوں کا کام ہے جو علمائے کرام کر رہے ہیں۔ اب تو ان کے پاس موبائل ہیں، بات کرنے کے بعد فوراً ریکارڈ کر کے آگے پہنچا دیتے ہیں۔ اسی

Marfat.com

لیے غیبت کرنے کی مذمت قرآن کریم اور حدیث میں آئی ہے۔ وہ اپنے بھائیوں کا گوشت تو کھاتا ہے، اپنی عزت بھی نیلام کرتا ہے۔

عورتیں پھر بھی صبر کر لیتی ہیں۔ یہ تو ان سے بھی بدتر ہیں، ان سے تو صبر بالکل نہیں ہوتا۔ ایک ساتھی نے مجھے روکا فلاں کے ساتھ بات نہ کرنا، وہ چکنی چپڑی مسکینی کی باتیں اس لیے کرتا ہے، تاکہ باتیں سن کر دوسروں تک باتیں پہنچائیں۔ میں ان کا ہمدرد بن کر اس سے کوئی چیز لے لیتا ہوں، اتفاق کی بات وہ حضرت صاحب پھر میرے پاس آئے۔ پھر وہی حرکت کرنے لگ گئے، میں نے انھیں کہا: آپ میں عورتوں والی باتیں کیوں ہیں؟ آپ دعوت و تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ شرم سار ہو کر چلے گئے، پھر بات نہیں کی۔

وہ سوچتے نہیں وقتی طور پر تو اپنی عزت بنانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن قدرت کی طرف سے ایسے آدمی کا احترام لوگوں کی نگاہوں سے اٹھ جاتا ہے۔ بات صاف ستھری، کھری کرے، امانت میں خیانت نہ کرے، اپنی ذمے داری پوری نبھائے۔ لوگ سارے بھی اکٹھے ہو جائیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ باوجود اس کے لوگ مخالفت کرتے ہیں، اس کا احترام دلی طور پر کرتے ہیں، بلکہ زبان سے اقرار بھی کرتے ہیں، امانت و دیانت میں کوئی شک نہیں۔ یہ عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے، کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں۔ گواہی اگر مخالف دے تو اس سے بڑی کیا ہو سکتی ہے؟ (فضیلت وہ ہوتی ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے)

ہمارے اپنے اعمال ایسے ہیں جو ہماری عزت پر دھبا لگاتے ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں ہمیں گراتے ہیں، ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ اپنے قول و فعل میں تضاد کو دور کرنا چاہیے۔ جو لوگوں کو کہیں پہلے خود اس پر عمل کریں۔ ایسی

Marfat.com

باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا جو حلق سے نکلیں۔ اگر للّٰہیت اور خدا خوفی نہیں ہے، ایسی باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

سید بادشاہ کا انجام

جگہ اور نام فرضی ہیں، واقعہ بالکل درست ہے۔

1991ء کو حج پر جانے کا پروگرام بنا تو ہمارے قریبی ساتھی حاجی محمد ممتاز صاحب ایجنٹ تھے، ان کے ساتھ جانے کے لیے ہم تیار ہو گئے۔ انھوں نے ہمارے ساتھ خصوصی رعایت بھی کی، بڑی عزت و احترام سے دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جزائے خیر دے۔ آمین

ہمارے لیڈر ایک عالمِ دین تھے، جن کا تعلق ایک مخصوص فرقے سے تھا جو سید بادشاہ کے نام سے مشہور تھے، بڑی سخت طبیعت کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے گھر والوں، جماعت کے احباب سے ہر وقت لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ اہلِ حدیث حضرات کو تو آڑے ہاتھوں لیتے تھے، حتی کہ اگر کار خراب ہو جاتی ہے تو میکینک کے پاس جاتے، کہتے: میری کار بھی وہابی ہے، یہ اَڑ جاتی ہے جس طرح وہ اپنے مسائل پر اَڑ جاتے ہیں، یہ بھی اَڑ جاتی ہے چلنے کا نام نہیں لیتی۔

ہمیں ان کے حاجی صاحب جو ان کے مقتدی تھے انھوں نے آگاہ کر دیا تھا۔ یہ زبان کے درشت ہیں ان سے گفتگو کرتے وقت اجتناب کرنا، بلکہ انھوں نے مجھے اپنے ساتھ کمرے میں رکھا، سید بادشاہ کو دوسرے کمرے میں، تاکہ ہمارا آپس میں مباحثہ نہ ہو۔ ہم عمرہ کرنے کے بعد پہلے مدینے گئے، یہ اپنے کمرے میں علاحدہ پروگرام کرتے رہے، گیارہویں اور نعتوں کا سلسلہ جاری رہتا، دوبارہ

Marfat.com

جب مکے گئے، حج کے لیے گئے، وہاں انھوں نے علاحدہ نمازیں پڑھانی شروع کر دیں، حتیٰ کہ خانہ کعبہ اور مسجدِ نبوی ﷺ میں بھی ائمہ حرمین کے پیچھے نماز نہیں کرتے۔ آگے پیچھے چلے جاتے، منیٰ میں اپنا درس دیتے، اپنے مخصوص افراد کے ساتھ مسئلے مسائل کرتے رہتے۔ عرفات میں ہم نے نمازیں جمع کر کے پڑھیں، یہ علاحدہ علاحدہ پڑھنے پر اصرار کرتے رہے، حتیٰ کہ کتب دیکھیں، سب میں لکھا تھا آنحضرت ﷺ نے نمازیں ظہر اور عصر کر کے پڑھیں۔ ہماری ان کے ساتھ بات چیت ہوئی، کہنے لگے: آپ نے پڑھنی ہیں پڑھ لیں، ہم تو حنفی ہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں، ہم علاحدہ ہی پڑھیں گے۔ ان کے پیروکار بھی ساتھ تھے، کچھ نے تو ادا کر لیں، کہنے لگے: اگر امامِ حج نے اکٹھی پڑھی ہیں ہم بھی پڑھیں گے۔ زیادہ سید بادشاہ کے ساتھ ہی رہے۔

منیٰ میں دوبارہ آئے، انھوں نے درس دینا شروع کر دیا۔ ایک خان صاحب نے سوال کیا: اگر کوئی مدینہ منورہ نہ جائے تو اس کا حج ہوتا ہے کہ نہیں۔ انھوں نے فوراً فتویٰ صادر فرمایا دیا: نہیں، اور بھی کچھ کہا۔ انھوں نے شکایت کر دی، پولیس پکڑ کر لے گئی، دو دن رکھا معلوم نہیں کیسے آئے، کئی ساتھیوں نے کہا: انھیں چھڑائیں، یہاں آپ کی واقفیت ہے۔ ایک ساتھی سے بات کی انھوں نے کہا: یہاں کسی کی سفارش نہیں چلتی، نیز ایسے مفتی کو چار دن رہنے دیں، خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ پھر بجھے بجھے رہے، پھر انھوں نے بات نہیں کی۔ جب واپس جہاز میں سوار ہوئے پھر وہی رویہ اپنانے لگے جو پہلے تھا، فتویٰ پھر دینے لگے: شکر ہے اللہ تعالیٰ نے غلامی سے نجات دی۔

اپنے مقتدیوں کے ساتھ ہمیشہ لڑتے جھگڑتے رہتے، کوئی نہ کوئی فتنہ برپا

Marfat.com

رکھتے، حتیٰ کہ اپنے گھر والے بھی ان کی درشتگی سے تنگ آ گئے۔ پولیس کئی دفعہ آئی، آخر بیوی نے، جو کہ انتہائی نیک سیرت تھی، کہنے لگی: وہ علاحدہ ہو گئے ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد ایک ساتھی سے پوچھا: سید بادشاہ صاحب کا کیا حال ہے؟ کہنے لگے: بڑا برا حال ہے۔ گھر والے علاحدہ ہیں، بچے اور بچیاں بھی ساتھ نہیں ہیں، لوگ نفرت کرنے لگے ہیں، ہمسائے تنگ ہیں۔ مسجد والوں نے امامت سے جواب دے دیا ہے۔

اب اکیلے رہتے ہیں، بلکہ ذہنی طور پر معذور ہو گئے ہیں، سارا دن پھرتے رہتے ہیں، کوئی ان سے بات نہیں کرتا، گھر کے قریب آ نہیں سکتے۔ شاید اب وہ خصوصی ہسپتال میں داخل ہیں۔ کاش دین کا نام لینے والے اپنی اصلاح کر لیں۔ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ دوسروں پر فتویٰ لگانے کے بجائے اپنی اصلاح کر لیں۔ ایسے مفتی حضرات کا انجام ایسے ہی ہوتا ہے۔

پرجوش مقرر کی زبان میں لکنت

فرانس میں ایک عالمِ دین تھے، جو بڑے اچھے مقرر تھے، ان کی آواز میں جادو تھا۔ تقریر کرتے تو سامعین عش عش کر اٹھتے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو لوگ سبحان اللہ! کہنے لگ جاتے۔ علامہ اقبال، مولانا حفیظ جالندھری، مولانا الطاف حسین کے اشعار پڑھتے تو لوگ جھومنے لگ جاتے۔ مختلف ممالک میں انھیں دعوت و تبلیغ کے لیے بلاتے، ان کی خاطر بھی خوب کرتے۔

یہ اپنی وضع قطع، شکل و صورت بھی خوب بنا سجا کر رکھتے، ان کو دیکھ معلوم ہوتا جیسے شادی پر جا رہے ہیں۔ جس طرح راستے سے گزرتے، خوشبوؤں کے حُلّے جاتے، بڑی قیمتی پوشاکیں پہنتے۔ سر پر علامہ کی ٹوپی رکھتے تھے۔ بڑے

Marfat.com

باعمل علما کی انھوں نے پگڑی اچھالی۔ اپنے مخالفین پر خوب برستے، خوب ان کی بے عزتی کرتے، ان کا مذاق نقلیں اتار کر کرتے۔ بڑی لچھے دار تقریریں کرتے، مخالفین کی کتابوں کے حوالے دیتے، جہاں جاتے لڑائی جھگڑا کر کے آتے۔ جس مسجد میں خطیب مقرر ہوتے دو گروپ قائم کرتے، ہمیشہ طاقتور گروپ کے ساتھ ہوتے مخالف گروپ کو مارنے سے بھی مسجد میں گریز نہیں کرتے۔ آگ ایسی لگاتے بجھنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی، نمازی آپس میں ناراض ہوتے۔

جہاں تقریر کے لیے جاتے، کہتے: سپیکر اچھا ہونا چاہیے، آواز بھی بلند ہوتی، سپیکر کو پھاڑ دیتے۔ جب یہ ایسی تقاریر کرتے ساتھی انھیں روکتے۔ یہ طریقہ اچھا نہیں ہے، انبیا کے طریقے کے خلاف ہے۔ انبیاے کرام تو نرمی، بردبار، ہمدرد اور خیر خواہ بن کر تقریر کرتے تھے۔ دعوت و تبلیغ کا یہ انداز اچھا نہیں ہے۔ منفی تقاریر نہ کریں، مثبت طریقے سے دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھیں۔ مگر ان پر بھوت سوار تھا۔ یہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ آخر اللہ کی پکڑ میں آ گئے، ان کے گھٹنوں میں درد شروع ہو گیا، زبان پر لکنت آ گئی، چلنے، پھرنے اور بولنے سے قاصر ہو گئے۔

مخالفین کہنے لگے: اب اللہ کی پکڑ آ گئی ہے، مکافاتِ عمل شروع ہو گیا ہے، اب یہ بچ نہیں سکتے۔ مخالفین طعنے دیتے ہماری مار اس کو پڑ گئی ہے، اب گفتگو کرتے ہیں بڑی نرمی سے، اب تقریر کرتے ہیں بڑی آہستگی سے۔

کاش! مکافاتِ عمل سے پہلے ہی یہ سمجھیں۔ کاش! دیگر علماے کرام اور مقررین حضرات نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ سامنے رکھیں۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس بھیجا گیا تو کہا: نرمی سے بات کرنا، شاید وہ نصیحت پکڑ لے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیغمبر کو فرماتے ہیں:

Marfat.com

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران: ۱۵۹]

’’پس (اے نبی!) آپ اللہ کی رحمت کے باعث ان کے لیے نرم ہو گئے۔ اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔‘‘

فسادی مولوی کا انجام

ہمارا دیہات لدھڑ قرب و جوار میں مذہبی دیہات شمار کیا جاتا تھا۔ گاؤں کا ماحول دینی تھا، اکثر پڑھے لکھے حضرات دین دار تھے، یہاں سالانہ کانفرنسیں ہوتیں، بڑے بڑے علمائے کرام تشریف لاتے۔ تمام دیہات سے لوگ ان کی تقاریر سننے کے لیے آتے۔ فرقہ پرستی کے بارے میں لوگوں کو علم نہیں تھا، سب بھائیوں کی طرح اکٹھے رہتے، حتیٰ کہ جلسے عیسائی حضرات بھی سنتے، بلکہ وہ فرمایش کرتے، فلاں مولوی صاحب کو بلائیں، ان کی تقریر ہم نے سنی ہے، جمعے کی نماز جامع مسجد میں ادا ہوتی، سارے اکٹھے نماز ادا کرتے۔ غرض کہ گاؤں کا ماحول بڑا پر امن تھا، بڑا خوش گوار تھا۔ عیدین کی نماز پورا گاؤں اکٹھی ادا کرتا۔ پورے گاؤں میں اتفاق و اتحاد کی فضا قائم تھی۔

دو تین بزرگ جمعے کے علاوہ عیدین کی نماز علاحدہ ادا کرتے، ان کا خیال تھا ہماری نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی۔ انھوں نے ایک دو دفعہ فرقہ پرستی کو ہوا دینے والے مولوی منگوائے، جن میں سانگلہ کے مشہور مولوی عنایت اللہ بھی تھے۔ انھوں نے آ کر گاؤں کی فضا کو مسموم کر دیا۔ دیہات میں فرقہ پرستی کی

Marfat.com

آگ لگا دی۔ اب ایک دوسرے کو کافر سمجھنے لگے۔ چند اُوباش افراد نے ان سے ناجائز فائدہ اٹھایا، گاؤں کو وہابی سنی، مہاجر انصار میں تقسیم کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گاؤں میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا، مسجدوں میں قبضوں تک نوبت آ گئی، عدالتوں میں کیس چلنے لگے۔

گاؤں کی فضا کو خراب کرنے میں ہماری اپنی برادری کے مولوی صاحب کا بڑا کردار تھا، جن کا نام مولوی شجاعت علی تھا۔ وہ کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کرتا رہتا، کوئی نہ کوئی ایسا مولوی منگواتا رہتا، جس کی وجہ سے گاؤں میں لڑائی جھگڑا ہونے لگا، انھوں نے چھوٹی سی علاحدہ مسجد بنا لی۔ سپیکر لگو یا، ہر وقت شیطانی کی بات کرتا رہتا، یہ اس کا مشغلہ تھا۔ جمعہ علاحدہ ہو گیا، عید کی نماز علاحدہ ادا کرنے لگے۔

اب اس کو اپنے کیے کی سزا ملنے لگی۔ اس کی اپنی مسجد کے لوگوں نے اس کو اس کی گندی حرکتوں کی وجہ سے مسجد سے نکال دیا۔ اب اس کا کوئی ذریعہ معاش نہ رہا۔ ہم نے صلاح مشورہ کر کے اپنی مسجد میں رکھ لیا، بچوں کو پڑھانے لگا، ہم اس کی خدمت کرنے لگے۔ کچھ عرصے بعد اس کی مسجد والوں نے اپنی توہین خیال کیا، نمازیوں نے کہا: دوبارہ مسجد میں آ جائیں۔ میں نے اسے اجازت دے دی، در پردہ ہم اس کی خدمت کرتے رہے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب وہ فرقہ پرستی کی بات نہیں کرتا تھا۔ اس کی مسجد کے نمازیوں نے اس کی گندی حرکات کی وجہ سے اسے مسجد سے نکال دیا۔ بیمار ہو گیا، گھر کے اندر اپنی معذور بیوی کے ساتھ لڑنے جھگڑنے لگا۔ اس کی بچیاں اپنی والدہ کی امداد کرتیں، اس کی مرمت کرنی شروع کر دی۔ اب اس کی حالت یہ ہو گئی، اس کے کپڑے گندے ہوتے، اپنے جسم پر بھی وہ گندگی ملتا رہتا۔ یہ اس کو سزا اس بنا پر

Marfat.com

ملی کہ وہ لوگوں کو غلط مسائل بتاتا، لوگوں کا عقیدہ گندہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سزا دی دی، اپنے جسم اور کپڑوں پر غلاظت ملتا، بلکہ پورے گھر میں پھیلاتا۔

برطانیہ سے ایک دفعہ واپس گیا، بڑے بھائی کہنے لگے: بیمار ہے، غریب ہے، اس کی امداد کرنی چاہیے، وہاں گئے، اس کی حرکتیں دیکھ کر دو منٹ کھڑے نہیں ہو سکے۔ محلے والے کہنے لگے: یہ مولوی ہو کر اپنے گھر والوں کو غلیظ گالیاں نکالتا ہے۔ یہ سزا اسے نفرت پھیلانے، لوگوں کو آپس میں لڑانے اور بدعات و رسومات پھیلانے کی وجہ سے مل رہی ہے۔

جو انسان، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم، اگر لوگوں کے درمیان نفرت پھیلائے، ہمہ وقت دوسروں کو بدنام کرنے کے پلان بنائے تو قدرت کی طرف سے اسے دنیا میں ایسی سزا ملتی ہے جو سوچی نہیں جا سکتی۔ کاش! لوگ ایسے مولوی حضرات سے نفرت کا اظہار کریں اور اس سے عبرت حاصل کریں۔

مذہبی راہنما یورپ کیسے بھاگ گئے؟

حافظ صلاح الدین صاحب، جن کا تعلق کراچی سے ہے، بڑے زبردست مقرر تھے۔ علاقے میں ان کا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ کاروباری حضرات سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔ انھوں نے ان سے پیسے لے کر بڑے بڑے ادارے قائم کیے جو بڑے اچھے انداز سے چل رہے ہیں۔ ان اداروں نے بڑی شہرت حاصل کی۔

بڑی دور دراز سے لوگ علم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں۔ وہاں سے فراغت کے بعد وہ طلبہ بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ حافظ صاحب کے ان اداروں کو دیکھ کر لوگ لاکھوں کے حساب سے ان پر پیسے نچھاور کرتے تھے۔ جسے

Marfat.com

کہتے، وہ انکار نہیں کرتا، ان کے ساتھ تعاون کر دیتے بلکہ انھوں نے اپنی کمیٹی میں وہ افراد رکھے تھے، جو کئی لاکھ دیتے تھے۔ ان کے علاوہ تقریر کا فن بھی اللہ تعالیٰ نے بڑا دیا تھا، ہزاروں کا مجمع ان کے اشارۂ ابرو پر چلتا تھا۔ رلانا ہنسانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، ہر جگہ ان کی بڑی دھوم تھی۔

باقی ان کا ذکر کرنے سے قبل ان کے خاندان کے بارے میں کچھ تحریر کرتے ہیں۔ ان کا تعلق عام فیملی سے تھا جو محنت کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ جن کے پاس ہنر تھا وہ کام کرتے، اپنے خاندان کی کفالت کرتے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا حافظ صاحب نے قرآن مجید حفظ کیا، تقریر کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا فن دیا تھا کہ لوگ دور دراز سے ان کی تقریر سننے کے لیے آتے۔ بڑے بڑے علمائے کرام میں ان کی تقریر کو بڑا پسند کیا جاتا۔ کچھ یہ متوسط فیملی کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ پھر انھیں فنِ تقریر آ گیا، لوگوں سے تعلقات قائم ہو گئے، پھر جوانی تھی، ان سے تعلقات اور دولت سمیٹی نہیں جا سکتی۔ انھوں نے ارادہ کیا کہ میں سندھ میں ایسی یونیورسٹی قائم کروں گا جو دینی اور دنیاوی تعلیم کا حسین امتزاج ہوگی۔ چنانچہ کروڑوں روپے اکٹھا کر کے انھوں نے وہ یونیورسٹی قائم کر لی۔ ملک کے کونے کونے سے طلبا آنے لگے، لوگ ان کو اپنے پلاٹ بیچ کر چندہ دینے لگے، اندھا دھند لوگ ان پر اعتماد کرتے تھے۔

ان سے غلطی یہ ہوئی کہ وہ پیسے کا حساب کتاب نہیں رکھتے تھے۔ جتنا چندہ دے دیا وہ رکھ لیا، رسید وغیرہ کم ہی دیتے تھے۔ یہ جہاں یونیورسٹی، سکولز اور ہسپتال بناتے اس کے ساتھ ساتھ وہ بڑے پوش علاقے میں اپنی کوٹھی بنانے لگے۔ لوگ باتیں کرنے لگ گئے، ان کا کاروبار بھی معمولی سا ہے، یہ اتنی مہنگی کوٹھی کیسے بنا رہے

Marfat.com

ہیں، لاکھوں روپے کہاں سے لا رہے ہیں؟ کون انھیں اتنی دولت دے رہا ہے، لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات نے جنم لینا شروع کر دیا۔ پھر انھوں نے کئی سکولز قائم کیے جن میں بڑے جدید طریقے سے تعلیم دی جاتی تھی، اس میں ان سے غلطی یہ سرزد ہوئی، انھوں نے اپنی پوری فیملی کی نگرانی میں سکولز دے دیے۔ لوگوں کے ذہنوں میں اور شکوک وشبہات پیدا ہو گئے، چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔

پھر انھوں نے اپنے ساتھ ایسے افراد رکھے تھے جو ہر وقت ان کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے، یہ براہ راست ٹیلی فون کسی کو نہیں کرتے، ان کے واسطے سے کرتے، یہ حضرت صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ کسی لیڈر، عالم کے گرداگر چاپلوس جمع ہو جائیں، جو رات کو دن کہنے والے ہوں، برائی کو اچھائی بتانے والے ہوں تو بہت کم لوگ ہیں، جو اس جال سے باہر نکل سکیں۔ ادارے میں جاتے تو آگے پیچھے بھی ان کے ایسے افراد ہوتے جو ہر وقت ان کی تعریفیں کرتے رہتے، اپنا دفتر انھوں نے ایئر کنڈیشنڈ بنایا ہوا تھا، سب دفاتر ایسے ہی تھے۔ ان کا جاہ وجلال رعب اور دبدبہ دیکھ کر ہر آدمی حیران رہ جاتا تھا۔ جوانی میں ہی انھیں کتنا مقام حاصل ہو گیا۔

خدا کی ذات ہر انسان کو آزماتی ہے، پھر اسے ڈھیل دیتی ہے۔ اس کی رسی دراز کرتی ہے، شاید اپنی اصلاح کر لے، شاید اپنے کیے پر نادم ہو۔ جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر قانونِ قدرت حرکت میں آجاتا ہے۔ ان کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ قدرت کی طرف سے پہلے چھوٹے چھوٹے تازیانے آتے ہیں جو انسان کو جھنجھوڑتے ہیں، خوابِ غفلت سے بیدار کرتے ہیں، نہیں سمجھتا تو پھر اس کی پکڑ شروع ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

ان کے بارے میں بھی باتیں ہونے لگیں، یہ ایسی شاہانہ زندگی کیسے بسر کرتے ہیں؟ کوٹھیاں کہاں سے بنا رہے ہیں، ہر سال امریکا اور یورپ کے دورے پر اپنے خاندان والوں کے ساتھ جاتے ہیں، کیسے جاتے ہیں؟ کون ان کے اخراجات برداشت کرتا ہے؟ اگر چندہ لینے کے لیے جاتے ہیں تو کتنا لاتے ہیں؟ کتنے سال سے چندہ لا رہے ہیں، پھر وہاں پاکستان جا کر کتنا جمع کراتے ہیں۔ کچھ عرصہ انھوں نے بتایا اتنا لایا ہوں، باقی سالوں میں نہیں لائے تو یورپ کیوں جاتے ہیں؟ اکثر لوگ علاج معالجہ پاکستان کراتے ہیں ان کے پاس دولت کہاں سے آ گئی؟ یہ یورپ میں اپنے گھر والوں کا علاج کرا رہے ہیں۔

پھر ان کی دوسری شادی کا فتنہ اٹھا، پہلی بیوی کو چھوڑ رہے ہیں، حالاں کہ وہ عورت انتہائی نیک، دین دار تھی۔ ان سے ان کے تین بچے بھی ہیں، پھر یہ کیوں چھوڑ رہے ہیں۔ کئی ساتھیوں نے ان سے پوچھا تو اکثر یہ ٹال جاتے تھے، سارا جھوٹ ہے، میرا کوئی ارادہ نہیں۔ کچھ ساتھیوں کا خیال تھا دھواں وہاں سے نکلتا ہے جہاں آگ ہو، لوگ باتیں ویسے ہی نہیں کرتے ان کی وجہ ہوتی ہے۔ امریکا کے دورے میں تھے ان کی بیوی فوت ہو گئی، اس کے زیورات تھے جو اپنے بھائی کو دے گئی تھیں اللہ کے راستے میں دے دینا، سنا ہے انھوں نے قبضہ کر لیا ہے، واپس کرنے کے لیے تیار نہیں۔ نیت کے اندر فتور آ گیا۔ اس دوران یہ اپنے بچوں کو امریکا سیٹ کرنے کے پروگرام بنانے لگے۔ انھوں نے خطرے کی گھنٹی سن لی تھی، ان کے ساتھیوں کو اقدامات کرنے سے معلوم ہو گیا تھا اب یہ ہاتھ پاؤں مارنے لگے ہیں۔

کچھ ساتھی امریکا آئے، انھوں نے عجیب قسم کے انکشافات کیے، ان کو سن سن کر آدمی حیران رہ جاتا ہے ایسے بھی ہو سکتا ہے۔ جس نے اتنا نام کمایا

Marfat.com

ہے، وہ ایسی حرکتیں بھی کر سکتا ہے۔ ایک ساتھی ساتھ ہی کھڑے تھے کہنے لگے: بس کریں اب زیادہ باتیں نہ بنائیں، ہماری ان سے کچھ عقیدت ہے انھیں مجروح نہ کریں۔ انھوں نے کہا: اگر اتنے ہی ہمدرد ہیں ٹکٹ کے پیسے انھیں ہم دیتے ہیں، انھیں کہیں یہاں بھاگ آئیں، وہاں ان کے لیے بڑا مشکل ہو گا۔ ان کا حساب کتاب شروع ہو گیا ہے۔ پھر وہ آدمی جو یہاں چاپلوس تھے سب سے مل کر انھوں نے معلومات حاصل کرنی شروع کر دیں۔

کچھ عرصہ ہوا، ایک ساتھی بتانے لگے: حافظ صاحب بھاگ کر واشنگٹن آ گئے ہیں، آپ کو علم نہیں۔ کہا: ہمیں معلوم نہیں، نہ انھوں نے رابطہ کیا ہے۔ کہنے لگے: ''چند ماہ سے ادھر رہ رہے ہیں، گمنام زندگی بسر کر رہے ہیں۔'' گمنام کیوں ہیں؟ وہ کہنے لگے: معلوم نہیں۔

ایک ساتھی پاکستان سے آئے، انھوں نے بتایا لوگ باتیں کرنے لگ گئے ہیں: پہلے سیاسی لیڈر بھاگ کر آتے تھے، اب علما اور حافظ بھی آنے لگے ہیں۔ غرض کہ ان کے پہلے حالات اور موجودہ حالات کا جب تقابلی جائزہ لیتے ہیں قدرت کا قانون مکافاتِ عمل یاد آتا ہے جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ آخر لوگوں کی آنکھوں میں آدمی کتنی دیر تک دھول ڈال سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا وہ تو ایک ایک چیز کو جانتا ہے، وہ علیم خبیر ہے، علام الغیوب ہے۔

دنیا میں اگر کسی انسان کے کارنامے سامنے آ جائیں تو منہ چھپاتا پھرتا ہے۔ گمنام زندگی بسر کرتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہو گا، سب لوگوں کے سامنے جب اعمال نامے دکھائے اس وقت کتنی پشیمانی ہو گی، کتنی ذلت، کتنی پستی ہو گی۔ وہ اعمال نامے لینے سے گریز کرے گا۔ اس میں تو میری ایک ایک کرتوت

Marfat.com

ظاہر کر دی گئی ہے۔ میری نیکیوں کا محل زمین میں بوس ہو گیا ہے۔ وہ کہے گا:

''کاش! یہ اعمال نامہ مجھے نہ دیا جاتا۔''

دینی فیکٹریاں

دنیاوی کاروبار کرنے والے حضرات کارخانے، فیکٹریاں لگاتے ہیں، تاکہ ان کی آمدن میں اضافہ ہو، وہ اپنے خاندان، اپنے رفقا کے ساتھ مل کر مختلف منصوبوں میں سرمایہ کرتے ہیں۔ آگے خاندانی طور پر کاروبار ان میں اتنی دیر تک چلتا ہے جب تک ان میں طمع، لالچ اور حسد نہیں آ جاتا۔ یہ سب چیزیں آ جاتی ہیں تو پھر ذاتی مفادات کے لیے ان کی آپس میں لڑائی جھگڑا ہوتا ہے۔ عدالتوں تک ان کے کیس جاتے ہیں، حتیٰ کہ قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے ان کے درمیان کشی، چپقلش ہے، دشمنی اور عداوت ہے۔

پریشانی کی بات یہ ہے کہ دین کے نام پر کام کرنے والوں نے مساجد اور اسلامک سنٹر، دینی مراکز، دینی مدارس کو دینی فیکٹریاں بنا لیا ہے۔ یہ دین کا نام لے کر لوگوں کو کسی نہ کسی طرح ان میں ملوث کر لیتے ہیں، ٹرسٹی ہوتے ہیں تو سارے ان کے اپنے خاندان کے، امام ہوتے ہیں تو خاندانی چلتے آتے ہیں۔ تراویح پڑھاتے ہیں ان کے اپنے بچے، بے شک دوسرے لڑکے جن کی قراءت اچھی ہو اور ان کو قرآن مجید بھی زیادہ حفظ ہو، انھیں نظر انداز کرتے ہیں۔ حالات ایسے پیدا کر دیتے ہیں، انھیں بدنام اس انداز سے کرتے ہیں وہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ یہ اپنے خاندان، اپنی اولاد کو ترجیح دیتے ہیں، بلکہ خاندانی طور پر قابض ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ انھیں دین کا بہت شوق ہوتا ہے، بلکہ اس لیے کہ

Marfat.com

ان کی آمدن کا یہ ذریعہ ہے۔ یہ ان کا کاروبار ہے جو دین کے نام پر کرتے ہیں۔اس کا اندازہ اس سے لگایا جاتا ہے کہ تنخواہ ان کی عام لوگوں جیسی ہوتی ہے مگر مکانات ان کے تین تین چار چار ہوتے ہیں۔ آخر یہ کہاں سے لیتے ہیں۔ ان کی آمدن کے ذرائع کیا ہیں؟ کون انھیں مدد کرتا ہے، کون ان کے ساتھ تعاون کرتا ہے؟

یہ اسلام کے نام پر کام کرنے والے، لوگوں کو وعظ و تبلیغ کرنے والے، شورائیت نظام کے حامی، جمہوریت کے راگ الاپنے والے، یہ جماعت کے بانیوں، مراکز کے قائم کرنے والوں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ ان پر طرح طرح کے الزامات لگا کر انھیں مرکز سے نکال دیتے ہیں۔ اسلامک سنٹر میں کوئی ان کی اجازت کے بغیر دم نہیں مار سکتا، کوئی چندہ نہیں اکٹھا کر سکتا، کوئی دعوت کا پروگرام نہیں رکھ سکتا، رائے تک نہیں دے سکتا، اگر کوئی ساتھی مقتدی انھیں آگاہ کرتا ہے تو پولیس کو بلا کر انھیں مرکز سے نکال دیتے۔ لوگوں کا اندرونِ خانہ لاوا پکتا رہتا ہے، پھر کسی وقت پھٹ بھی جاتا ہے، پھر انھیں مساجد سے باہر نکلوا دیتے ہیں۔ جو ابھی تک قابض ہیں، یہ بھی یاد رکھیں یہ وقت ہر ایک پر آئے گا، وقتِ طوفان آنے سے پہلے اپنی اصلاح کر لیں۔ یہ صورتِ حال جو بیان کی ہے ہر مسجد، ہر مرکز میں آ سکتی ہے۔ تمام جماعتوں کے مراکز اور مساجد میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

ان کا لوگوں کے ساتھ رویہ اتنا غلط ہوتا ہے، اتنی ترش روئی کے ساتھ کلام کرتے ہیں جیسے ان کے غلام ہوتے ہیں، بلکہ جب یہ لوگ مسجدوں پر قابض ہوتے ہیں اپنے اثر و رسوخ کا رعب ڈالتے ہیں، دھمکیاں تک دیتے ہیں، پھر جب ان کے اعمال کی وجہ سے دین کے نام پر کاروبار کرنے والوں پر زوال آتا ہے وہی لوگ جو ان کی عزت و تکریم کرتے تھے، وہی ان کو دھکے

Marfat.com

دے کر مساجد سے نکالتے ہیں۔ ان سے کلام کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ کئی ایسے اسلامک سنٹر ہیں جن کے ساتھ یہ ہوتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ آج ان پر ترس آتا ہے اگر حسنِ اخلاق، سیرتِ رسول ﷺ کے واقعات کا مظاہرہ کرتے، یہ کچھ تو آپ کے ساتھ نہ ہوتا۔

مساجد اور مراکز کے تقدس کو پامال نہ کریں، انھیں آمدن کا ذریعہ نہ بنائیں، انھیں اپنی ذاتی جاگیر نہ سمجھیں، ان پر اپنے خاندان کے افراد مسلط نہ کریں، ان مساجد کو لڑائی جھگڑے سے پاک رکھیں، انھیں دینی فیکٹری نہ بنائیں، لوگوں کی رائے کا احترام کریں، اپنی فیملی کے لوگوں کو نہ نوازیں، جب اللہ تعالیٰ ذمے داری دے تواضع اختیار کریں، بیرونی امداد کو اپنے ذاتی اکاؤنٹ آپ کے خلاف گواہی کا سبب بنیں گے، بول بول کر کہیں گے جماعت کے نام پر لاکھوں پونڈ رکھنے والے اپنے ذاتی اکاؤنٹ میں رکھ رہے ہیں۔ جماعت اور برانچوں میں اپنے خاندان کے افراد ہی مختلف بہانوں سے نہ رکھیں۔ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے وہ حرکت میں کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔ لوگوں کے ساتھ بھیڑ بکریوں والا سلوک نہ کریں، یہ بپھر بھی سکتے ہیں۔

یہ ایک مسجد کی نہیں ہر ایک کی داستان ہے، ہر ایک کے اندر یہی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے قریب مساجد کی حالت بیان کی تھی وہ تقریباً ہو گئی ہے۔ مساجد کو صرف دین، دعوت کے لیے استعمال کریں۔ چودھراہٹ، سیاست، اپنی لیڈری چمکانے سے گریز کریں۔ اللہ کی پکڑ میں آ جائیں گے، آخر کب تک بچتے رہیں گے؟

Marfat.com

باب 9

ظلم اور ظالمین کی مذمت......قرآنِ مجید میں

1 ﴿وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [البقرة: ٢٥٨]

''اور اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو ظالم ہیں۔''

2 ﴿وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [آل عمران: ١٣٩]

''اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔''

3 ﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الأعراف: ٤٤]

''ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

4 ﴿وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ [آل عمران: ١٩٢]

''اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔''

5 ﴿وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا﴾ [طٰهٰ: ١١١]

''اور یقیناً وہ ناکام ہوا جس نے ظلم (شرک) کا بوجھ اٹھایا۔''

6 ﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾ [الكهف: ٢٩]

''بلاشبہ ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتوں نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے۔''

7 ﴿مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ [المؤمن: ٨٨]

Marfat.com

''ظالموں کے لیے نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ کوئی سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے۔''

8 ﴿وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ [الدھر:۳۱]

''اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔''

ظالموں کا انجام کیسا ہوا؟ انھیں سزا کیسے ملی؟ مظلوموں کی اللہ تعالیٰ سنتا ہے، اپنے اردگرد کے حالات و واقعات سے عبرت پکڑیں۔

ظالم کا عبرت ناک انجام

ابو قلابہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے دوستوں کے ساتھ شام کے علاقے میں تھا کہ میں نے ایک شخص کی آواز سنی۔ وہ چلا چلا کر کہہ رہا تھا:

''ہائے بربادی! آگ! آگ!''

موصوف فرماتے ہیں: میں اس کے پاس گیا تو دیکھا اس شخص کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے، آنکھوں سے نابینا تھا اور منہ کے بل زمین پر پڑا بڑبڑا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: تمھارا یہ حشر کیسے اور کیوں ہوا؟ تو اس نے جواب میں درج ذیل واقعہ سنایا:

''میں ان بدبخت لوگوں میں سے ہوں جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فتنے میں مبتلا ہو گئے تھے۔ میں بھی باغیوں کے ساتھ ان کے گھر گھس گیا، جب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو ان کی اہلیہ محترمہ نے دہائی دی اور چیخنا شروع کر دیا۔ میں نے ان کے منہ پر تھپڑ مارا، ان کی اہلیہ نے میرے لیے فوراً بددعا کی:

''اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے، تیری بینائی چھین لے

Marfat.com

اور تجھے آگ میں جھونک دے۔"

"یہ بددعا سننے کی دیر تھی کہ مجھ پر ہراس طاری ہو گیا، میرا وجود لرزنے لگا اور میں وہاں سے بھاگ آیا۔ پھر امیر المومنین کی اہلیہ کی بد دعا پوری ہو گئی، تم میری حالت دیکھ رہے ہو، میرے ہاتھ پاؤں کٹ چکے ہیں، میں اندھا ہو چکا ہوں اور اب آخری بد دعا کے مطابق جہنم میں داخل ہونا ہے۔"

میں نے کہا: "تم اس قابل ہو کہ اللہ کی رحمت سے دور رہو اور جہنم تمھارا مقدر ٹھہرے۔"

قارئین کرام! یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب باغیوں نے امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا اور آپ کے گھر تک غذا اور پانی کی رسد بھی بند کر دی تھی۔ یہ فتنہ آپ کی شہادت کا سبب بنا۔

ظالموں کو ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ ظلم اپنا بدلہ لیے بغیر نہیں رہتا۔ ظالم چاہے کتنا بڑا طاقتور اور امیر کیوں نہ ہو، وہ اس کی سزا ضرور بھگتے گا۔ ظالم کو اللہ کبھی پسند نہیں کرتا، اسے دنیا میں بھی سزا ملتی ہے اور آخرت میں تو ضرور ملتی ہے۔[1]

ظالم کا انجام

سید عبداللہ غزنوی جو غزنوی خاندان کے سرخیل تھے، انھوں نے جب افغانستان میں کتاب و سنت کی دعوت دی تو علما نے ان کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ ان کے قتل کے فتوے دیے گئے، پھر حکمرانوں کو ان کے خلاف اقدام اٹھانے پر مجبور کیا گیا۔ ان کو اور ان کے خاندان کو جن حالات سے گزرنا پڑا وہ

[1] "سنہرے نقوش" مولانا عبدالمالک مجاہد (ص: 306-305)

Marfat.com

بڑی دل خراش داستان ہے۔ وہ کن حالات سے دو چار ہو کر ہجرت کر کے امرتسر پہنچے، وہ ایک الگ موضوع ہے۔ ان کے ساتھ زیادتی کرنے والے کا انجام کیا ہوا؟ سید عبداللہ غزنوی کو جیل میں قید کیا گیا، وہاں کوڑے مارے گئے، ان کی ڈاڑھی مونڈ دی گئی، چہرہ سیاہ کیا گیا۔ گدھے پر سوار کر کے شہر بھر میں گشت کرایا گیا۔ دو سال تک بیٹوں سمیت قید رہے، پھر حکمرانوں کے ساتھ کیا ہوا؟

امیر افضل خان 7 اکتوبر 1867ء کو بعارضہ وبا مر گیا۔ اس کے بعد امیر اعظم خان تخت پر بیٹھا، اس نے اپنے عہدِ حکومت میں آپ کی جلاوطنی کے احکام صادر کیے اور آپ کو پیادہ پا پشاور کی طرف نکال دیا۔

حضرت امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''آپ کی جلا وطنی کے احکام صادر کیے ہوئے ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ اس کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور شکست کھا کر پہاڑوں میں سراسیمگی کی حالت میں حیران و سرگرداں پھرنے لگا۔ اس کے اہل و عیال جو عمر بھر کبھی گھر سے باہر نہیں نکلے تھے، انھیں بھی جلا وطن کر دیا گیا۔''

﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ [الزخرف: ٥٥]

''پھر جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا۔''

امیر دوست محمد خان کے خاندان کو اللہ عزوجل نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ ایسا پراگندہ اور منتشر کیا گویا:

﴿فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ﴾ [السباء: ١٩]

''چنانچہ ہم نے انھیں افسانے بنا ڈالا اور انھیں مکمل طور پر ٹکڑے

Marfat.com

ٹکڑے کر دیا۔"

پشاور اور پنجاب کے ہاتھوں میں قید و بند کی سختیاں جھیل رہے ہیں اور ان میں سے بعض جنگلوں اور پہاڑوں میں پریشان اور سرگرداں ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو، حدیثِ قدسی ہے:

"جو میرے دوست کے ساتھ دشمنی کرتا ہے، وہ حقیقت میں میرے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہے۔"

اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟

چاہ کن را چاہ درپیش

یہ پہلی عالمی جنگ (1914ء) سے پہلے کا واقعہ ہے۔

ایک تاجر تجارت کی غرض سے شام سے شہر حلب کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں اسے طوفانِ باد و باراں نے آ لیا۔ برف باری کی شدت سے سڑکیں بند ہو گئیں، اس زمانے میں ہوٹل وغیرہ نہیں تھے کہ مسافر وہاں کا رخ کرتے، عموماً واقف کاروں یا رشتے داروں کے ہاں قیام ہوتا یا پھر کسی اجنبی شخص کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا اور اس سے رات رہنے کے لیے کہا جاتا تو وہ نہ صرف اپنا دروازہ کھول دیتا، بلکہ کھانا بھی کھلاتا تھا۔ یہ دستور ایک مدت تک چلتا رہا، بلکہ آج بھی دیہات اور قصبوں میں یہی دستور باقی ہے اور مہمان کا حق سمجھا جاتا ہے کہ اگر وہ گاؤں میں آئے تو اس کی مہمان نوازی کی جائے۔

اس تاجر نے ایک گھر کے دروازے پر دستک دی، گھر والوں نے دروازہ کھولا، اس نے بتایا کہ وہ مسافر ہے رات گزارنا چاہتا ہے۔ گھر والوں نے اسے

① "سیرت سید داؤد غزنوی" (ص:233-231)

Marfat.com

خوش آمدید کہا، اپنے گھر کے دریچے کھول دیے۔ یہ چھوٹا سا گھر تھا۔ اس میں میاں بیوی اور ان کا اکلوتا نوجوان بیٹا رہتا تھا۔ دو کمروں میں سے ایک میں ان کا بیٹا اور دوسرے میں اس کے والدین سو جاتے تھے۔ دن کے وقت یہی کمرے کھانے پینے اور بیٹھنے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ گھر والوں نے مہمان کو بٹھایا، کھانا پیش کیا اور پھر اس کے پاس بیٹھ گئے، گفتگو شروع کر دی۔ مہمان نے بتایا وہ تاجر ہے اس کے پاس کثیر رقم ہے، وہ تجارت کرنا چاہتا ہے۔ میزبان کی بیوی کی یہ باتیں سن رہی تھی۔ اسے پتا چل گیا کہ مہمان کے پاس کافی سرمایہ ہے۔

ایک بستر پر مہمان لیٹ گیا، دوسرے پر اس کا بیٹا لیٹ گیا۔ بیوی نے اچانک خاوند کے کان بھرنے شروع کر دیے۔ ہم کب تک فاقوں کی زندگی گزاریں گے، کیوں نہ مہمان کو قتل کر کے اس سے رقم ہتھیا لیں۔ خاوند پہلے تو انکار کرتا رہا، آخر بیوی کے بہکاوے میں آ گیا۔ رات خنجر لے کر جہاں اس نے مہمان کا بستر بچھایا تھا، وہاں بیوی کے ساتھ گیا، پھر اس نے مہمان کے بستر پر لیٹے ہوئے آدمی پر حملہ کر دیا۔ خنجر چلایا، اسے ذبح کر دیا، پھر بیوی نے لاش اٹھانے میں اس کی مدد بھی کی۔

اس اثنا میں بجلی چمکی، دونوں کی آنکھیں پتھرا گئیں، جب انھوں نے دیکھا کہ یہ تو ان کے بیٹے کی لاش ہے۔ دونوں بے ہوش ہو گئے، چیخیں سن کر ہمسائے آ گئے، مہمان جاگ پڑا۔ ان پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے، ہوش آیا، پولیس بھی آ گئی۔ تحقیق کے بعد پتا چلا کہ انھوں نے مال ہتھیانے کے لیے مہمان پر حملہ کیا تھا۔ اتفاق سے مہمان اور میزبان کا بیٹا رات باتیں کرتے رہے، بیٹا نیند کے غلبے کی وجہ سے مہمان کے بستر پر سو گیا، مہمان نے مناسب نہ

Marfat.com

سمجھا کہ اسے جگائے، اس لیے وہ دوسرے بستر پر چلا گیا۔

نوجوان کو دفنا دیا گیا، خاوند بیوی جیل چلے گئے۔ لالچی میاں بیوی کو اپنے کیے کی سزا مل گئی۔ یہ تو دنیا میں ملا ہے، آخرت میں ابھی سزا ملنی باقی ہے۔[1]

چرا کارے کند عاقل باز آید پشیمانی

ظلم کا بدلہ

ان کی شادی کو زیادہ دیر نہیں گزری تھی، بس چند گھنٹے ہی گزرے تھے، میاں بیوی رات کا کھانا کھانے بیٹھے، اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ خاوند کو بڑا طیش آیا کہ یہ کون ہماری خلوت میں مخل ہو رہا ہے؟ نیک سیرت بیوی نے کہا: کوئی بات نہیں، کوئی ضرورت مند ہوگا۔ اچھا دیکھتی ہوں، دروازے کی اوٹ سے اس نے پوچھا: کون ہے؟ جواب ملا: فقیر ہوں، بھوکا ہوں، اگر کھانا کھلا دو تو بڑا شکر گزار ہوں گا۔

بیوی واپس آئی، خاوند نے پوچھا: دروازے پر کون ہے؟ جواب دیا: کوئی فقیر ہے، کھانے کا طلب گار ہے۔

خاوند بڑبڑایا: بھلا یہ کون ہے، اس وقت ہمارا دروازہ کھٹکھٹانے والا؟ وہ تاؤ میں آ کر باہر نکلا، اس نے فقیر کو مارنا شروع کر دیا۔ وہ بے چارہ معذرت کرتا رہا، مگر اس کا پارہ چڑھا ہوا تھا، یہ اس کی پٹائی کرتا رہا۔ فقیر ہانپتا ہوا واپس چلا گیا۔ اس کے جسم پر خراشیں آ چکی تھیں، بھوک بھی بڑی سخت لگی ہوئی تھی۔ آج تک ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ کسی دروازے پر گیا ہو اور اس کے ساتھ ایسا

[1] ''سنہرے نقوش'' مولانا عبدالمالک مجاہد (ص: 151-148)

Marfat.com

ظالمانہ سلوک ہوا ہو، مگر کیا کیا جائے، یہ قسمت کی بات ہے۔ خاوند واپس آ گیا۔ اب اس کا موڈ آف ہو چکا تھا۔ اس کی دلہن بھی پریشان نظر آ رہی تھی۔

پھر ایک دن بیوی خاوند کا انتظار کرتی رہی، مگر وہ گدھے کے سینگ کی طرح یوں غائب ہوا، پھر نہ آیا۔ ایک دن نہیں کئی ہفتے گزر گئے۔ اس کی تلاش جاری رہی، رشتے دار اور اقربا سب پریشان ہو گئے۔ ہر جگہ تلاش کیا، مگر بے سود اور پھر مہینے نہیں کئی سال بیت گئے۔ اس کی بیوی اس کا مسلسل بے سود انتظار کرتی رہی۔ طویل عرصے کے بعد اس نے قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا کہ میرا خاوند کئی برس سے مفقود الخبر ہے، لہٰذا میرے مستقل کا فیصلہ کیا جائے، چنانچہ عدالت نے شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اس کا نکاح فسخ کر دیا۔

پھر اس کی شادی ایک نیک دل شخص کے ساتھ ہو گئی۔ شادی کو چند منٹ گزرے تھے کہ پھر وہی حالت پیش آئی جو اب سے کئی سال پہلے پیش آئی تھی۔ عورت نے دستر خوان پر کھانا لگایا، خاوند کھانے پر بیٹھا، ابھی چند لقمے ہی لیے تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، شوہر بولا: کون ہے، جو اس وقت ہماری خلوت میں مخل ہوا ہے؟ اچھا میں دیکھتا ہوں، اس کی بیوی کہنے لگی: آپ بیٹھے رہیں، میں جاتی ہوں۔ پھر اس نے دروازے کی اوٹ سے پوچھا: تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟ دستک دینے والے نے کہا: میں فقیر ہوں، کئی دنوں سے بھوکا ہوں، کوئی مجھے کھانا کھلا دے۔ بیوی واپس آئی، خاوند کو بتایا کہ ایک فقیر ہے، کئی دن سے بھوکا ہے اور کھانا مانگ رہا ہے۔ خاوند نے اسی وقت دستر خوان سے کھانا اٹھایا اور بیوی سے کہا: جاؤ اسے دے دو اور کہو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھائے، اگر کھانا بچ گیا تو فبہا ہم بھی کھالیں گے، ورنہ اور کھانا پکا لیں گے۔

Marfat.com

بیوی کھانا لے گئی، اس فقیر کو پیش کیا، پھر لوٹ آئی، اب اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ رو رہی تھی، خاوند نے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ کیا اس فقیر نے کوئی سخت بات کہہ دی ہے؟

بیوی نے روتے ہوئے جواب دیا: نہیں! ایسی کوئی بات نہیں، یہ فقیر جو تمھارے دروازے پر بیٹھا کھانا کھا رہا ہے، درحقیقت یہ وہی شخص ہے جو کئی سال پہلے میرا خاوند تھا، میری اس سے شادی ہوئی تو پہلی ہی رات ایک سائل ہمارے دروازے پر آیا، اس نے کھانا مانگا۔ میرا خاوند غصے میں آ کر اٹھا اور فقیر کو خوب مارا، حتیٰ کہ اس کا خون نکل آیا۔ وہ فقیر نڈھال ہو کر چلا گیا، پھر اچانک میرے خاوند کو یوں محسوس ہوا، گویا کسی نادیدہ طاقت نے اس کے حواس سلب کر لیے ہوں۔ وہ گھر سے بھاگ گیا، ہم نے اسے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا، اب مدتوں بعد میں نے اسے سائل کی حیثیت سے دیکھا ہے کہ وہ میرے دروازے پر کھڑا ہے اور بھیک مانگ رہا ہے۔ اس کے خاوند نے یہ بات سنی تو وہ بھی رونے لگا۔

بیوی نے حیران ہو کر پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ وہ بولا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمھارے سابقہ خاوند نے جس آدمی کو مارا تھا، وہ کون ہے؟ وہ کہنے لگی: تم ہی بتاؤ وہ کون ہے؟ خاوند نے بتایا کہ وہ شخص میں تھا، جسے اس نے مارا تھا۔ پاک ہے وہ ہستی جس نے ایک متکبر شخص سے ایک فقیر اور مسکین کا بدلہ لے لیا۔ مجھ سے اس نے جو سفاکانہ سلوک کیا، کس طرح میری بے عزتی کی اور مجھ بھوکے پیاسے پر جو گزری اللہ تعالیٰ نے یہ سارا ماجرا خوب دیکھا۔ اس نے اس ظلم کو پسند نہ کیا اور اس شخص پر اپنا عذاب نازل کیا، جس نے انسانیت کی توہین کی تھی۔ رب کریم نے مجھے میرے صبر کا پورا بدلہ دیا کہ میں نے مار کھائی، صبر کیا، ہاتھ نہ اٹھایا، زبان

Marfat.com

سے اُف تک نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم فرمایا اور مجھے اپنے فضل سے غنی کر دیا اور اس ظالم شخص کو یہ سزا دی کہ اس کی عقل اور مال چھین لیا۔ اب وہ دربدر مارا مارا پھرتا ہے، اب وہ ایک بھکاری ہے۔ میں اس اللہ رب العزت کے صدقے کیوں نہ جاؤں، جس نے تمھارے صبر کا اتنا میٹھا پھل دیا کہ تمھیں سابقہ خاوند سے نجات دے کر اس کے بدلے میں ایک اچھا شوہر عطا فرمایا۔[1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ [آل عمران: ۱٤۰]

''ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان ادل بدل کرتے رہتے ہیں۔''

عورت پر جھوٹا الزام لگانے کی سزا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام یتیم تھے۔ ان کے والدین وفات پا چکے تھے۔ بنی اسرائیل کی ایک خاتون نے ان کو گود لے کر ان کی پرورش کی۔ اس زمانے میں بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا، جس کے دو قاضی تھے۔ وہ خاتون بہت ہی حسین وجمیل اور بارعب تھی۔ وہ بادشاہ کی خدمت میں گاہے بگاہے آیا کرتی تھی اور اسے پند ونصائح کیا کرتی تھی۔

دونوں قاضی اس عورت کو غور سے دیکھا کرتے تھے۔ اس عوت کی محبت ان دونوں کے دل میں جاگزیں ہوگئی۔ ایک مرتبہ انھوں نے عورت سے اپنی محبت کا اظہار کر بھی دیا، مگر اس پاک باز خاتون نے ان کی محبت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ دونوں قاضیوں نے طرح طرح کے حیلے بہانے کر کے اس عورت کو

[1] ''سنہرے نقوش'' مولانا عبدالمالک مجاہد (ص: 72-69)

Marfat.com

پھنسانا چاہا، مگر وہ کسی طرح کامیاب نہ ہوئے۔

جب دونوں قاضیوں نے دیکھا کہ یہ عورت کسی طرح ہمارے قابو میں نہیں آ رہی تو انھوں نے بادشاہ کے رو برو اس عورت کی شکایت کر دی۔ یہ پاک باز عورت زنا کی مرتکب ہوئی ہے۔ بادشاہ نے قاضیوں کی بات سنی تو مشکل میں پڑ گیا۔ اسے صدمہ بھی ہوا، وہ جس عورت کو پاک باز، زاہد اور نیک سمجھتا تھا، وہ ایسی نکلی ہے، حالاں کہ یہ تو مجھے نصیحت کیا کرتی تھی۔ قاضیوں کی شہادت کو جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا۔

بادشاہ نے عورت کو تین دن کی مہلت دی، اپنی پاکبازی ثابت کرے، ورنہ اسے سنگسار کیا جائے گا، نیز شہر میں منادی بھی کرا دی، فلاں دن اس عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔ بادشاہ نے اپنے معتمد وزیر سے مشورہ کیا، اس عورت کو کیسے بچایا جا سکتا ہے۔ جس دن عورت کو سنگسار کرنا تھا، بادشاہ کا وزیر گھر سے نکلا تو دیکھا چند بچے کھیل رہے ہیں۔ ان میں حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے۔ وہ حضرت دانیال علیہ السلام کو نہیں جانتا تھا۔ وہ کھڑا ہو کر بچوں کا کھیل دیکھنے لگا۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے بچوں کو اکٹھا کیا اور کہا: آؤ بچو! میں تمھارا بادشاہ بنتا ہوں، اے فلاں! تو زہد و تقوی کی پیکر عورت بن جاؤ اور دو لڑکوں کو قاضیوں کا کردار دیا اور کہا: تم دونوں میری عدالت میں اس عورت کو لا کر اس کے خلاف گواہی دو۔ پھر خود ہی مٹی کے ڈھیر پر بیٹھ گئے اور ہاتھ میں لکڑی کی تلوار رکھ لی، دونوں قاضی لڑکے اور وہ لڑکا جو عورت کے روپ میں تھا، سامنے کھڑے تھے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا: ایک قاضی کا ہاتھ پکڑ، اس کو دور فلاں جگہ لے جائیں۔ جب وہ چلے گئے تو دوسرے قاضی کو بلا کر سختی سے کہا: شیخ بتا ورنہ

Marfat.com

تجھے قتل کر دوں گا، تو کس بنیاد پر عورت کے زنا کی گواہی دیتا ہے؟

قاضی کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اس عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے پوچھا: کب اور کس مرد کے ساتھ زنا کیا؟

ننھے قاضی نے جواب دیا: فلاں دن اور فلاں آدمی کے ساتھ۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا: دوسرے قاضی کو لاؤ، اس سے وہی سوالات کیے گئے، اس کے جوابات پہلے قاضی کے جوابات سے مختلف تھے۔ حضرت دانیال نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

بادشاہ کا معتمد وزیر یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا، وقت ضائع کیے بغیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور بچوں کا یہ کھیل تماشا سنا دیا۔ بادشاہ کو ہوش آ گیا اور اس نے حضرت دانیال علیہ السلام کی طرح دونوں قاضیوں کو بلا بھیجا اور انھیں الگ الگ کر کے ان کے بیانات لیے۔ معلوم ہوا دونوں قاضیوں کے بیانات مختلف ہیں، چنانچہ بادشاہ نے لوگوں میں منادی کرا دی کہ قاضیوں کے قتل کا مشاہدہ کرنے کے لیے لوگ فلاں میدان میں اکٹھے ہو جائیں۔ پھر مجمع عام کے سامنے بادشاہ نے دونوں قاضیوں کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا اور پاکیزہ خاتون کو عزت سے گھر بھیج دیا۔[1]

مظلوم کی آہ سے بچو

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ اہلِ کوفہ نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی، جو کوفے کے حاکم تھے، کی شکایت کی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن

[1] ''سنہرے نقوش'' مولانا عبدالمالک مجاہد (ص: 67-64)

Marfat.com

ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ کوفے کا حاکم حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا۔ اہلِ کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت یہاں تک کی تھی کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، پوچھا: کوفے کے لوگ آپ کی شکایت کرتے ہیں، آپ اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے؟ حضرت سعد بن وقاص نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھاتا ہوں، میں اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا۔ عشا کی پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت لمبی کرتا ہوں اور آخری دونوں رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پڑھتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا بھی اے ابوسحاق! یہی خیال ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک آدمی بھیجا، تا کہ کوفے کی ساری مسجدوں میں گھوم پھر کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں تحقیق کرے۔ انھوں نے مسجد میں جا کر پوچھا: سب نے گواہی دی، تعریفی کلمات ادا کیے، یہ بڑی اچھی نماز پڑھاتے ہیں، لیکن بنوعبس کی مسجد میں ایک شخص جس کا نام ابوسعدہ تھا، اس نے کہا: جب آپ نے پوچھا ہے تو ہماری شکایت سنیں، سعد جنگ میں نہیں جاتے تھے، مالِ غنیمت برابر تقسیم نہیں کرتے تھے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ نہیں کرتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سن کر فرمایا: اللہ کی قسم! تم نے تین جھوٹی شکایتیں کی ہیں، میں بھی تجھے تین بد دعائیں دیتا ہوں:

"اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور اس نے ریا کاری اور شہرت کے لیے اٹھ کر میری شکایت کی ہے تو اس کی عمر لمبی کر، تا دیر اس کو

Marfat.com

فقر میں مبتلا کر اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگ گئی، چنانچہ جب اس سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا: بوڑھا آدمی ہوں، آزمائش میں ڈالا گیا ہوں، سعد کی بد دعا مجھے لگ گئی ہے۔

عبد المالک (راوی) کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے اس آدمی کو دیکھا، بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کی پلکیں گر چکی تھیں اور وہ راستوں میں چھوکریوں کو آنکھیں مارتا تھا۔

ایک مظلوم بیوہ کی فریاد

دولتِ عباسیہ کا تاجدار مامون الرشید جس نے نوشیرواں کے عدل اور حاتم کی سخاوت کی یاد تازہ کر دی، سلطنتِ بغداد پر جلوہ افروز ہے۔

مامون الرشید کا بڑا لڑکا شہزادہ عباس طائفۃ النحل کے قریب شکار میں مصروف ہے۔ غروب ہونے والے آفتاب کی رنگین شعاعیں آبِ دجلہ پر اتر رہی ہیں۔ خوش الحان پرندے دجلہ کے کنارے حسین نغمات کے ساتھ وداع روز روشن کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ اتنے میں مامون الرشید کے صاحب زادے عباس کی نگاہ ایک حسین عورت پر پڑتی ہے جو پانی کا گھڑا بھر رہی ہے۔

تو کون ہے اور کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟ کیا ایسے غیر آباد مقامات پر بھی جہاں پہاڑ اور جنگلوں کے سوا کچھ نہیں ہے، حسن جنم لے سکتا ہے؟

شہزادہ اپنا فقرہ ختم کر کے دیکھتا ہے تو غیور حسینہ کے چہرے پر بل آ چکا تھا۔ اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا، اس نے شہزادے کا سوال حقارت سے ٹھکرا دیا

① صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٥٥)

''سنہرے فیصلے'' مولانا عبد المالک مجاہد (ص: 122-120)

Marfat.com

اور آگے بڑھ گئی۔

باپ کی عظیم الشان حکومت کا نشہ عباس کے سر پر سوار تھا، حکم دیا، اس مغرور عورت کا حسب نسب معلوم کرو اور میری طرف سے نکاح کا پیغام دے دو۔

نوکر چاکر اس عورت کے پیچھے روانہ ہوئے۔ شہزادے نے اپنا شکار ملتوی کیا اور خیمے میں جا کر خاموش بیٹھ گیا۔ آدھی رات تک اسی الجھن میں گرفتار رہا، کبھی خیمے سے باہر آتا تھا، کبھی اندر۔ اتنے میں ایک خادم نے آ کر عرض کی، اس عورت خاندان برامکہ سے تعلق رکھتی ہے۔ نام مغیرہ بن ازار ہے۔ وہ دو بچوں کی ماں اور حسین بن موسیٰ کی بیوہ ہے۔ اس کے عزیز و اقارب میں سے اب کوئی زندہ نہیں، صرف دو معصوم بچے ہیں۔ نکاح کا پیغام اس کے واسطے قیامت سے کم نہ تھا، آپے سے باہر ہوگئی اور یہ الفاظ کہے:

''ہارون ہماری جانیں تباہ کر چکا، اب مامون ہمارے عزت کے درپے ہے، لیکن عباس یاد رکھے کہ اس کی شہزادگی کو اس ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی کی دہلیز پر دونوں ہاتھوں سے مسل دوں گی۔''

رات کا پردہ دنیا کے چہرے سے اٹھا، ادھر صبح صادق آلِ برامکہ کی بربادی کا افسوس کرتی نمودار ہوئی، ادھر طائفہ النخل کے مختصر سے مکان میں مغیرہ نے نمازِ فجر سے فراغت پا کر چھوٹے بچے کو سینے سے لگا کر پیار کیا اور کچھ کہنا چاہتی تھی کہ شہزادہ عباس کا پیغام ایک قاصد کے ذریعے اس کے کان میں پہنچ چکا تھا:

''شہزادہ عباس کا غصہ تیرے جان و مال کو خاک میں ملا دے گا، یہ مکان ضبط کیا جاتا ہے اور تجھ کو دو گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے، یہ مکان خالی کر دے۔''

مغیرہ یہ پیغام سن کر دروازے پر آئی اور قاصد سے کہا:

Marfat.com

''عباس اس وقت کو بھول جائے، جب میرے دادا جعفر کا سر اس کے دادا ہارون کے سامنے رکھا گیا تھا اور اس بے گناہ قتل نے آلِ برامکہ کو دو دو دانوں کا محتاج کر دیا تھا، لیکن برمکی بیبیاں عباسی مظالم کو جس تحمل سے برداشت کرتی آئی ہیں، تاریخ اس کو فراموش نہیں کر سکتی۔''

اتنا کہہ کر مغیرہ ایک سفید چادر سر پر ڈال کر دونوں بچوں کو ساتھ لے کر باہر چلی گئی۔

دوسری صدی ہجری ختم ہونے کے قریب ہے، مامون الرشید کا دربار گرم ہے، مامون کے پہلو میں عباس تخت نشین ہے۔ امرا اور وزرا خاموش بیٹھے ہیں کہ مظلوم مغیرہ جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کو شرماتا ہے، اب ضعیفی کے آثار چہرے پر نمودار ہیں، شاہی دربار میں حاضر ہوئی اور کہا:

''ایک بیوہ کا مکان سلطنتِ عباسیہ کو مبارک ہو، صرف اس وجہ سے کہ وہ اپنی عزت کی محافظہ تھی۔ مامون الرشید ایک دن اس بادشاہ کو بھی منہ دکھانا ہے، جس کی سلطنت کبھی فنا نہ ہوگی۔ ایک ظالم کے خلاف تیرے پاس فریاد لاتی ہوں، انصاف کرو۔''

تمام درباری عورت کا منہ تکنے لگے مگر کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ خلیفہ کی موجودگی میں اس سے بات کر سکتا۔ مامون الرشید نے عورت سے کہا اس بادشاہ کا نام بتاؤ۔ عورت نے ہنس کر کہا، شہزادہ عباس جو تختِ شاہی پر بیٹھا ہوا ہے۔ مامون سن کر غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے چوبدار کو حکم دیا عباس کو اس عورت کے برابر کھڑا کر دے، تاکہ مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان کوئی امتیاز نہ رہے۔

شہزادہ عباس خاموش تھا اور ہر سوال کے جواب رک رک کر ایک آدھ بات

Marfat.com

کہہ دیتا۔ مغیرہ دھڑلے سے اپنی داستانِ مصیبت بیان کر رہی تھی۔ اس کے چہرے سے عصمت کا خون ٹپک رہا تھا، یہاں تک کہ اس کی زبان سے یہ لفظ نکلے:

''عباس! یہ صحیح ہے کہ تو مامون الرشید کا لڑکا ہے اور سلطنت کا مالک ہے، لیکن یہ ہاتھ منتظر تھے، اس وقت اگر تُو اپنی دھن میں آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچتا تو تیری گردن مروڑ کر رکھ دیتے۔ آلِ برامکہ کی دولت عباسیوں نے پامال کر دی مگر ہماری عصمت وہ دولت ہے کہ ہم عباسی سلطنت کو اس پر قربان کر دیں گے۔''

وزرائے سلطنت مغیرہ کی جرأت پر متعجب ہوئے اور کہا: یہ بے باکی شاہی آداب کے خلاف ہے، ادب سے گفتگو کرو۔

مامون نے کہا:

''اسے روکو مت، یہ حق رکھتی ہے جو کچھ اس کے منہ میں آئے کہے۔ یہ صرف اس کی صداقت ہے جس نے ان اس کی زبان کو تیز اور اس کے حوصلے کو بلند کیا ہے، یہ عباس کی کمزوری ہے جس نے اس کو گونگا بنا دیا ہے۔''

اس وقت پانچ تھیلیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی اہلکاروں سے لے کر مامون الرشید نے مغیرہ کے قدموں میں ڈال دیں اور نہ صرف اس کا مکان واپس کیا، بلکہ ایک عالی شان محل ''قصرِ عباس'' مغیرہ کو عطا فرما کر درخواست کی کہ وہ شہزادے کا قصور معاف کر دے۔[1]

ظلم کا بدلہ کیسے ملا؟

ہمارے ساتھی حالاتِ حاضرہ پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں، ان کے سامنے ایک دن بات ہوئی کہ ظالم کو اللہ تعالیٰ دنیا میں سزا دیتا ہے۔ اللہ ظالم کو مہلت دیتا

[1] ''ناقابلِ فراموش واقعات'' محمد دین فوق (ص: 167-165)

Marfat.com

ہے، شاید یہ اپنے ظلم سے باز آ جائے۔ مظلوم سے معافی مانگ کر اسے راضی کر لے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اسے پکڑتا ہے۔ انھوں نے ایک واقعہ سنایا:

ہمارے علاقہ آزاد کشمیر بارڈر کے قریب ایک طاقتور فیملی رہتی تھی، جن کا کام ظلم و زیادتی کرنا تھا، عام غریب آدمی تھے، ان کے وسائل بھی اتنے زیادہ نہیں تھے، وہ ان کے سامنے بے بس رہتے، وہ ان کے ظلم سہتے رہتے تھے۔ طاقت ور کا اپنا قانون ہوتا، اسے کسی کی چیخ پکار سنائی نہیں دیتی۔ وہ طاقت کے نشے میں مدہوش ہوتا ہے، اسی طرح یہ فیملی بھی تھی۔ انھوں نے ایک دفعہ ایک غریب خاندان کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا، ان کی حاملہ عورت کو اتنا مارا کہ پیٹ میں بچہ تھا وہ بھی ضائع ہو گیا۔ وہ بے چارے صبر کر کے خاموش ہو گئے۔ کہاں جاتے کس کو کہتے، کوئی سننے والا نہیں تھا۔ پھر طاقت ور کے مقابلے میں ان کی حیثیت نہیں تھی۔ مالی لحاظ سے طاقت ور تھے نہ حکومت میں ان کا اثر و رسوخ تھا۔ وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

طاقت ور فیملی والے اور زیادہ بے خوف ہو گئے، ہمارا یہ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے، دیہات والوں کو للکارنے لگے: کر لو جو کرنا ہے۔ غریب آدمی نے کیا کرنا ہوتا ہے، وہ اپنی فریاد اللہ تعالیٰ تک لے گئے، جس کی کہیں نہیں شنوائی ہوتی، ایک ہستی ایسی ہے جو مظلوموں، کمزوروں، ناتواؤں کی سنتی ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے:

''مظلوم کی بددعا سے بچو، اس کی دعا کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔''

بارڈر کے قریب یہ دیہات تھا، یہاں ہی طاقت ور فیملی رہتی تھی۔ وہاں

Marfat.com

انڈیا کی طرف سے آئے دن گولہ باری ہوتی رہتی تھی۔ اتفاق سے ایک دن وہاں سے گولہ باری شروع ہوئی، یہ فیملی جو طاقت ور تھی ان کے ہاں آ کر گولے گرے، وہ ساری کی ساری ختم ہوگئی، باقی لوگ محفوظ رہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان مظلوموں کا انتقام ان سے لے لیا۔ ہر آدمی کی زبان پر یہی تھا: انھوں نے عورت پر ظلم کیا تھا۔ پھر ایک ناحق بچے کا خون کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان سے بدلہ لے لیا۔

وہ ساتھی بتانے لگے: اللہ تعالیٰ ظلم کی سزا دیتا ہے۔ اس طاقت ور خاندان کو اس طرح سزا ملی۔ واقعی سزا کی لاٹھی بے آواز ہے جب وہ حرکت میں آتی ہے ظالم بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ﴾

[القصص: ۵۸]

”اور ہم نے کتنی ہی بستیاں ہلاک کر دیں جو گزران زندگی (اپنے سامان زیست) پر اِتراتی تھیں، چنانچہ ان کے یہ گھر (اجڑے پڑے) ہیں، ان کے بعد بہت تھوڑے ہی آباد ہوئے اور ہم ہی (ان سب کے) وارث ہوئے۔“

انجام برا ہوا

علاقے میں کچھ ایسے افراد پیدا ہوئے جن کا نام سن کر لوگ کانپتے اور ڈرتے تھے۔ نام لے کر لوگوں سے بھتا وصل کرتے تھے۔ ہمارے گاؤں کے قریب ایک گاؤں بھکھیانوالہ ہے، جس میں زمین دار رہتے تھے، علاقے میں ان کا بڑا دبدبہ تھا۔ گاؤں میں جنھیں کمیں کہا جاتا ہے ان کے سامنے بات کرنے کی

Marfat.com

جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز لاٹھی حرکت میں آ جاتی ہے۔ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں ان کی طاقت وقوت آپس میں بٹ جاتی ہے۔

والد کی وفات پر چچا نے زمین پر قبضہ کر لیا، بچوں نے بڑی کوشش کی برادری کے لوگوں سے کہا چچا سے زمین چھڑا دو۔ چچا کے پاس پنچایت کے لوگ جاتے وہ کسی کی سنتا نہیں تھا۔ طاقت کے نشے میں وہ بدمست تھا، چند سال گزر گئے اتنے میں لڑکے بھی جوان ہو گئے۔ ان کے تعلقات بھی مختلف گروپوں کے ساتھ ہو گئے۔

ایک دن انھوں نے انتہائی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا، چچا نے پہلے کی طرح پھر انھیں ڈرایا دھمکایا: جاؤ چلے جاؤ جو کرنا ہے کر لو۔ رات کے وقت آئے فائرنگ کی، چچا اور ان کے بچے گھر کے اندر داخل ہو گئے، دروازے بند کر لیے، دروازے توڑنے کی کوشش کی کامیاب نہ ہوئے۔ انھوں نے گھر کو آگ لگا دی، باہر بندوقیں لے کر بیٹھ گئے، سب کو جلا کر راکھ کر دیا۔ پورے دیہات میں کسی کی جرأت نہ ہوئی ان کو روکے۔ پولیس نے چند دنوں کے بعد ان کو گرفتار کر لیا۔ پورے دیہات کے اندر یہ جرأت نہیں ہوئی ان کے خلاف کوئی گواہی دے، آخر چند سال جیل میں رہنے کے بعد وہ رہا ہو گئے۔ علاقے میں ان کی بدمعاشی، غنڈہ گردی، دہشت گردی کی انتہا ہو گئی۔ پتا چل جاتا جاجو آ گیا ہے، لوگ راستہ چھوڑ دیتے۔ ایک دن بڑے بھاری جسم والے آدمی کو دیکھا، حکم چلا رہا تھا تانگے والوں کو کہہ رہا تھا: مجھے فلاں جگہ لے جاؤ۔ دکانداروں کو حکم دے رہا تھا اتنی مٹھائی بھیج دو۔ وہ بے چارے بلاچوں و چرا حکم کی تکمیل کرتے۔ پولیس کو اگر کوئی اطلاع کرتا اس کی خیر نہیں ہوتی تھی۔ اپنے طور پر پولیس انھیں پکڑنے کے لیے آتی نہیں تھی۔ جس نے اپنے چچا اور ان کے لڑکوں کو زندہ جلا

Marfat.com

دیا ہے، وہ کسی کا ہمدرد کیا ہو سکتا ہے؟

کئی سال تک ان کی بدمعاشی کا ڈنکا بجتا رہا، آخر کار ایک گروپ کے ساتھ ڈاکا مارتے ہوئے پولیس مقابلے میں ہلاک ہو گیا۔ کئی روز تک اس کی لاش پڑی رہی۔ لوگ دیکھتے رہے، یہ ہے وہ شخص جس کا نام سن کر علاقے کے لوگ لرز جاتے تھے۔ سب نے سکھ کا سانس لیا۔

اللہ تعالیٰ انسان کو مہلت دیتا ہے، اس کی رسی لمبی کرتا جاتا ہے جیسے مچھلی کو پکڑنے کے لیے شکاری رسی ڈھیلی کرتا جاتا ہے، جب مچھلی اچھی طرح پھنس جاتی ہے تو اسے کھینچ لیتا ہے۔ اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے تو وہ سمجھتا ہے میں اتنا طاقتور ہوں مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔ تمام علاقے کو یہی خوش فہمی لے ڈوبتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَیْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ [النحل: ٦١]

”اور اگر اللہ لوگوں کے ظلم پر ان کا مواخذہ کرے تو اس (زمین) پر کوئی چلنے پھرنے والا نہ چھوڑے، لیکن وہ ایک مقرر وقت تک انھیں ڈھیل دیتا ہے، پھر جب ان کا مقرر وقت آ پہنچتا ہے تو وہ ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔“

ظلم کی سزا

تحصیل ڈسکہ میں ایک بڑا گاؤں ہے جس کا نام جاملکے چیمہ ہے۔ اس

Marfat.com

قصبے میں کافی برادریاں رہتی تھیں جن کی آپس میں نہیں بنتی تھی۔ لڑائی جھگڑا ان کا معمول تھا۔ روزانہ لوگ تاریخوں کے لیے سیالکوٹ ڈسکہ کچہریوں میں جاتے رہتے تھے۔ راجپوت، کشمیری، شیخ برادری کے لوگ زیادہ رہتے تھے۔ سیاسی طور پر بھی ایک دوسرے کے مخالف ہوتے تھے۔

سکول کے قریب ایک بہت بڑی کوٹھی تھی جو اب ویرانی کا سماں پیش کر رہی تھی۔ ہر وقت تالے لگے رہتے تھے۔ ایک وقت تھا یہاں کے رہنے والے چوہدری نعیم باری چیمہ کا رعب و دبدبہ اتنا زیادہ تھا کہ کوئی اس کوٹھی کے سامنے تانگہ تیز چلا کر نہیں جا سکتا تھا۔ اگر گرد کوٹھی کے اندر چلی جاتی تو چوہدری صاحب انھیں پکڑ کر جوتے لگاتے تھے۔ عیسائیوں کی ایک بارات ان کی کوٹھی کے آگے سے گزری، گرد و غبار اٹھا، چوہدری صاحب کے کپڑوں پر پڑ گیا۔ پوری بارات کو ٹھہرایا، ہر ایک کو دو، دو جوتے لگائے۔ کہنے لگے: تمھیں پتا نہیں کہاں سے گزر رہے ہو۔

غرض کہ جس آدمی کی بے عزتی کرنا چاہتے کر دیتے تھے، کوئی انھیں پوچھنے والا نہیں تھا۔ پولیس کی مجال نہیں تھی ان کے آگے کچھ کرے، کیوں کہ ان کے بھائی پنجاب میں پولیس آفیسر تھے۔ ایم۔ پی۔ اے ان کے عزیز تھے، کون اس کے سامنے اُف کرے؟

قدرت کی طرف سے انھیں کئی تنبیہات آتی رہیں، یہ انھیں نظر انداز کرتے رہے۔ ان کا ایک لڑکا پیدا ہوا وہ معذور تھا۔ کوئی بات چیت نہیں کر سکتا تھا۔ دیگر اولاد کا علم نہیں۔ وہ خود فیصل آباد سے لاہور آ رہے تھے حادثہ ہو گیا۔ موقعے پر ہلاک ہو گئے، اس کے ساتھ ہی ظلم و زیادتی کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

ان کے کارندے سارے ادھر ادھر بھاگ گئے۔ اب جن پر زیادتی کرتے

Marfat.com

تھے، وہ لیڈر بنے ہوئے ہیں۔ انھوں نے بھی وہی طریقہ اپنایا ہے جو انھوں نے اپنایا تھا۔ گروپ بن جائیں تو پھر ایسے ہی ہوتا ہے۔

اب ان کی کوٹھی کے سامنے سے لوگ گزرتے ہیں، برے برے القابات سے نوازتے ہیں۔ عادیوں ثمودیوں کے کھنڈرات جیسے لوگوں کے لیے عبرت کا سبب ہیں، ایسے ہی ان کی کوٹھی بھی دوسروں کے لیے عبرت ہے۔ ہم جن دنوں وہاں پڑھاتے تھے، ان کے گاؤں کے لڑکے پڑھنے آتے تھے۔ وہ کبھی کبھار اپنے گاؤں کے حالات بتاتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ وہاں جانے کا اتفاق بھی ہوا۔ وہی حالات جو بڑے زمین داروں کے ہاں ہوتے ہیں، وہی لڑائی جھگڑے جو عموماً زمین داروں کے ہاں ہوتے ہیں، یہ قدرت کا اصول ہے، طاقت ور گروپوں کی آپس میں چپقلش شروع ہو جاتی ہے۔ ان کی طاقت آپس میں بٹتی رہتی ہے۔ ایک ختم ہو جاتا ہے، دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے، عبرت نہیں پکڑتے۔ اب چوہدری صاحب ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے، کاش! کوئی اچھا کام کر جاتے، آج لوگ انھیں یاد رکھتے۔

خرد سے کہہ دو سر جھکا لے کہ گمان سے گزرنے والے
پڑے ہیں یہاں خود جہت کو لالے، کسے بتائے کدھر گئے

کون کہتا ہے کہ خدا نہیں ہے؟

سپریم کورٹ کے ایک فاضل اور بزرگ وکیل سے میری بہت اچھی شناسائی ہے، بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے ہیں اور اچھا ادبی ذوق رکھتے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل میری ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا: آج کل

Marfat.com

کیا کر رہے ہو؟ میں نے بتایا: ''مکافاتِ عمل'' کے حوالے سے کتاب مرتب کرنے کا اردہ ہے۔ فرمایا: ایک عبرت ناک اور لرزہ خیز واقعہ میرے پاس موجود ہے۔ میری درخواست پر انھوں نے جب اس کی تفصیلات سنائیں تو میں اللہ کی صفتِ انتقام پر مبہوت رہ گیا۔ جب میں اس کا تصور کرتا ہوں، واقعتاً کانپ اٹھتا ہوں۔ موصوف محترم نے بتایا:

ان کے علاقے میں جاگیرداروں کا ایک خاندان ہے۔ خاندان کا سربراہ فوج میں بریگیڈیر تھا، ریٹائرمنٹ کے بعد وہ سارا وقت زمینوں کی نگرانی اور نگہداشت میں صرف کرتا تھا۔ اس کے دو محبوب مشاغل تھے۔ فارغ وقت میں مرسیڈیز کار پر سیر کرتا، ہر وقت دو اڑھائی لاکھ کی رقم پاس رکھتا اور نوٹوں کو گنتا رہتا۔

ایک دوپہر کو وہ ڈیرے پر گیا، سارے نوکر و مزارع خدمت میں حاضر ہو گئے، پتا نہیں کیا بات ہوئی اسے ایک مزارع پر غصہ آ گیا۔ اس نے ڈنڈا پکڑا اور اس کی پٹائی شروع کر دی۔ اس بے چارے نے جان بچانے کی خاطر بھاگ کر ایک جھونپڑے میں پناہ لے لی اور اندر سے کنڈی لگا لی۔ جاگیر دار ظالم نے باہر سے کنڈی لگائی اور جھونپڑے کو آگ لگا دی۔ جھونپڑا لکڑیوں اور گھاس پھونس سے ہی تو بنا تھا، فوراً ہی آگ بھڑک اٹھی اور سارا جھونپڑا الاؤ کی صورت اختیار کر گیا۔ کسی مائی کے لال میں جرأت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر مداخلت کرتا، چنانچہ غریب جھونپڑے کے اندر جل کر بھسم ہو گیا۔ کس کی مجال تھی کہ وہ ایک جاگیر دار اور ریٹائرڈ بریگیڈیر کے منہ آتا۔ اس کے خلاف فریاد کرتا، قانون کا دروازہ کھٹکھٹاتا۔ کچھ دن اس واقعہ کا قرب و جوار میں سرگوشیوں میں چرچا ہوا، پھر اگہری خاموشی چھا گئی۔

Marfat.com

کرنا خدا کا یہ ہوا کہ چند ہی ہفتوں کے بعد جاگیردار کے گھٹنوں میں تکلیف شروع ہو گئی۔ پہلے سوجن اور درد پھر مکمل فالج۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ اس شخص کے لیے ایک انچ بھی حرکت کرنا ممکن نہ رہا۔ ملازم ہی اٹھا کر اسے بستر پر لٹاتے اور ملازم ہی ٹائلٹ میں لے جاتے، شب و روز اسی طرح گزرتے رہے۔ زندگی اس جاگیردار بریگیڈئیر کے لیے وبال بن گئی۔

مئی کا مہینا تھا، گندم پک گئی تھی اور زمینوں پر تھریشر لگے ہوئے تھے۔ اس نے گھر میں اس خواہش کا اظہار کیا کہ بہت دن سے میں باہر نہیں گیا، تھریشر بھی کام کر رہے ہیں، کیا ہی اچھا ہو کہ مجھے باہر لے جایا جائے، ہوا خوری بھی ہو جائے گی، گندم نکلتے ہوئے بھی دیکھ لوں گا اور طبیعت بھی بہل جائے گی۔ چنانچہ ملازموں نے اسے اٹھا کر اس کی پسندیدہ مرسیڈیز کی پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا، اس نے دو ڈھائی لاکھ کے نوٹ جیب میں ڈالے اور ڈرائیور اسے لے کر چل پڑا۔

جاگیردار کا رقبہ بہت وسیع تھا، اس لیے گاڑی کو تھریشر کی طرف جاتے ہوئے خاصا فاصلہ طے کرنا پڑا، لیکن ایک مقام پر جا کر گاڑی رک گئی۔ آگے گنے کے کھیت تھے، تھریشر دوسری جانب برسرِ کار تھے اور ہر طرف گنوں کے خشک پتے کثرت سے بکھرے ہوئے تھے۔

دیہاتی ماحول سے آشنا لوگ جانتے ہیں کہ گنوں کے خشک پتے جنھیں عرفِ عام میں ''چھوئی'' کہا جاتا ہے، کس قدر آتشیں مزاج کے حامل ہوتے ہیں اور گڑ تیار کرنے والے کسان انھیں چولھوں میں جلاتے اور انھی کی آگ سے گڑ تیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں گنے کے کھیت کا کچھ حصہ کٹا ہوا تھا اور ہر طرف چھوئی بکھری ہوئی تھی۔ وہیں گاڑی جا کر کھڑی ہو گئی۔

Marfat.com

ڈرائیور نے جاگیردار کو بتایا کہ سر تھریشر کماد کی دوسری جانب کام کر رہے ہیں اور ادھر گاڑی لے جانے کی کوئی صورت نہیں، اب کیا حکم ہے کیا کیا جائے؟

جاگیردار نے کہا: کوئی بات نہیں، تم گاڑی کو یہیں چھوڑ، اے سی چل رہا ہے، مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم جاؤ اور جا کر دیکھو کہ تھریشروں پر کام کی کیا رفتار ہے، کتنی گندم سے غلہ نکل آیا ہے اور کتنی باقی ہے؟ میں تمھارا یہاں انتظار کرتا ہوں۔

چنانچہ ڈرائیور چلا گیا اور فوراً ہی کماد کے دوسری طرف جا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب قرائن یہ ہیں کہ جاگیردار نے ماچس جلا کر سگریٹ سلگایا اور جلتی ہوئی دیا سلائی باہر پھینک دی۔ مئی کا مہینا تھا، غضب کی دھوپ تھی۔ گاڑی کے نیچے اور چاروں جانب ''چھوئی'' بکھری ہوئی تھی اور یہ چھوئی تو آگ پکڑنے کا بہانا مانگتی ہے، چنانچہ فوراً ہی ''چھوئی'' نے آگ کا پر جوش استقبال کیا۔ گاڑی کے چاروں طرف الاؤ بھڑک اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ جاگیردار دو اڑھائی لاکھ کی رقم اور بے حد قیمتی مرسیڈیز کار سمیت جل کر کوئلہ ہو گیا اور کوئی بھی اسے اللہ جبار و قہار کے غضب سے بچا نہ سکا۔

وکیل محترم نے بتایا کہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ وہی جگہ تھی، جہاں وہ جھونپڑا تھا، جس میں ایک بے یار و مددگار غریب مزارع کو جلا کر بھسم کیا گیا تھا۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر!

خاندان کے اکثر افراد قتل ہو گئے

نوٹ: نام، جگہ تبدیل کی گئی ہے۔

اپنی برادری کے ایک عزیز تھے، ان کا علاقے میں بڑا رعب و دبدبہ تھا۔

(1) یہ کہانی ڈاکٹر عبدالغنی فاروق کی کتاب ''مکافاتِ عمل'' سے لی گئی ہے۔

Marfat.com

مال و دولت کی فراوانی تھی۔ کئی بھائی کویت میں تھے، ان کی بسیں چلتی تھیں۔ بڑی دولت اکٹھی کر کے وہ لائے۔ دولت کی چمک ہر کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔

پہلے تو گاؤں میں چند مولویوں سے ان کا جھگڑا ہو گیا، کافی دیر تک ان کا کیس چلتا رہا۔ کچھ دولت تو اس طرح لٹائی۔ الیکشنوں کا دور تھا، کسی نادان دوست نے مشورہ دیا، الیکشن پر کھڑے ہو جاؤ تم آسانی سے جیت جاؤ گے۔ کسی پارٹی کی ٹکٹ نہ ملنے پر آزاد کھڑے ہو گئے۔ دس گاڑیاں چوبیس گھنٹے الیکشن میں معروف ہو گئیں۔ پھر ڈرائیوروں، گاڑیوں، ملازموں کا خرچ اس کے ساتھ ہر وقت لنگر چلنے لگا، ہزاروں کے حساب سے لوگ کھانے کے لیے آتے۔ چائے جلیبیاں بھی سارا دن چلتی رہتیں۔ کھانے پینے والے تعریفوں کے پل باندھ دیتے، کیا بات ہے، یہ تو ضرور جیت جائیں گے۔ الیکشن کے نتائج نکلے تو چند ہزار ووٹوں کے علاوہ انھیں کچھ نہ ملا، پھر افسوس کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ دولت کی فراوانی بھی ختم ہو گئی۔ پھر بھی عقل سے کام نہیں لیا۔ آیندہ الیکشنوں میں پھر کھڑے ہو گئے۔ پہلی دفعہ تو مشہور ہو گئے، اب ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ اب کامیابی تمھارا مقدر بن چکی ہے۔ اقتدار کا نشہ ہی انسان کو بدمست کر دیتا ہے، انھیں رشتے داروں نے سمجھانے کی بہت کوشش کی، اب تو باز آ جاؤ مگر یہ کہاں رکنے والے تھے۔ الیکشن میں پھر بری طرح ہار گئے، زمین تک فروخت ہو گئی، گاڑیوں بسوں کا پتا نہیں چلا کہ کہاں گئیں۔

یہ انسان کی بدقسمتی ہے، حالات سے سبق حاصل نہیں کرتا، پھر گانے بجانے والے آنے جانے لگے۔ اس سلسلے میں ایک بڑے گروپ سے ان کی لڑائی ہو گئی، دو آدمی ان کے قتل ہو گئے۔ پھر مخالفین کے گاؤں میں جا کر ان کی

Marfat.com

فصلیں تباہ کر دیں، ان کے جانور تک لے آئے۔ پھر مزید بربادی کے دن شروع ہو گئے، پولیس نے پرچے کاٹے، چند آدمی گرفتار ہوئے۔ پھر چند آدمی قتل ہو گئے۔ کار میں بیٹھ کر شیخوپورہ جا رہے تھے، مخبری پر وہ گھات میں بیٹھ گئے، ان سب کو انھوں نے گولیوں سے بھون ڈالا، ساتھ ان کی عورتیں بھی تھیں، وہ بھی بے چاری ماری گئیں۔ مخالفین پرانے ڈکیت لٹیرے تھے، وہ بھگوڑے ہو گئے، جب موقع ملتا، فائرنگ کر کے بھاگ جاتے۔

انھوں نے پھر بھی پلٹ کر نہیں دیکھا، ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے، پھر دادی کے چالیسویں پر بڑے اشتہارات چھپائے، خوب نعت پڑھنے والوں کی خدمت کی، لوگوں کو خوب حلوہ کھلایا۔ جب سختی کے دن آئیں، اللہ کے سامنے جھکنے کے بجائے رسومات و بدعات کا سہارا لینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ انسان کے دو روپ ہوتے ہیں، ایک چوروں ڈاکوؤں والا اور دوسرا کاروبار کرنے والوں کی محفلیں سجانا، یہ دین داری نہیں منافقت ہوتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے ڈھونڈ رچانا پڑتا۔ ہم اگر انھیں روکنے کی کوشش کرتے تو یہ کہتے تم تو ان بزرگوں کو مانتے نہیں، تمھاری کیا بات ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا گھر سڑک پر تھا۔ ویگنیں گھر کے قریب سے گزرتی تھیں، انھوں نے حاجی ٹیکس لگانا شروع کر دیا، ہر ویگن سے دس روپے لیتے تھے۔ یہ بھی چند سال کام چلا، ان سے طاقتور گروپ آ گیا، انھوں نے غنڈہ ٹیکس لینا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا اصول ہے، جب کوئی آدمی، کوئی قوم بوڑھی ہو جائے، پھر جوان نہیں ہوتی۔ بے شک جتنے مرضی انجکشن لگائے جائیں، وہ دوبارہ نہیں اٹھتی۔ انھوں نے پھر دوڑ دھوپ کرنی شروع کی، ناکام ہو گئے۔ اب گھر کا ایک

Marfat.com

فرش بچا ہے، چند بچے ہیں، وہ بھی چھپ چھپا کر رہتے ہیں۔ یہ فیملی پورے علاقے کے لوگوں کے لیے عبرت ہے۔ جیسے کھنڈرات عبرت کا سبب ہوتے ہیں، ایسے ہی افراد بھی نشانِ عبرت بن جاتے ہیں۔ کاش انھیں سمجھنے کی کوئی کوشش کرے۔ اب پچھتاتے ہیں، کاش! ان باتوں میں ہم نہ پڑتے، اب کیا فائدہ؟!

دیندار ڈاکوؤں کا انجام

ہمارا دیہات قرب و جوار کے دیہات میں بڑا مذہبی شمار کیا جاتا تھا۔ یہاں کئی مساجد ہیں، عموماً سالانہ کانفرنس اور جلسے بھی ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے گاؤں کے اکثر حضرات جو تعلیم یافتہ ہیں وہ توحید پرست، قبر پرستی، پیر پرستی رسومات اور بدعات کے خلاف ہیں۔ آج یہ گاؤں اس وجہ سے بھی مشہور ہے کہ یہاں جتنے ڈاکو، چور، لٹیرے، حتیٰ کہ ہیروئن کے رسیا ہیں، اکثریت کا تعلق دیندار گھرانوں سے ہے۔ اب کوئی گھر نہیں جہاں چور موجود نہ ہوں، بلکہ اس فیلڈ میں ان لوگوں نے اتنی ترقی کی ہے، گاؤں کے علاوہ دیگر دیہات میں یہ قباحتیں بھجوانے لگے ہیں۔ کاروبار اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ دیگر دیہات میں جا کر ڈاکے ڈالتے ہیں، وہاں کے نوجوانوں کو ساتھ ملا کر چور بناتے ہیں، بلکہ ٹریننگ سنٹر انھوں نے یہاں بنا لیے ہیں، اپنا گاؤں تو خود کفیل ہے، دیگر دیہات میں سپلائی کرنے لگے ہیں۔

ایک مذہبی گھرانے کے ایک نوجوان کے والد، دادا، دادی انتہائی نیک اور پرہیز گار تھے، مسجد اور گھر میں بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید پڑھاتے رہتے تھے۔ انھوں نے یہ گھناؤنا کاروبار شروع کر دیا۔ پہلے اپنے دیہات میں یہ کارروائیاں کرتے، سڑک پر جا کر لوگوں کو لوٹتے، پھر دیگر دیہات کا رخ کر لیا،

Marfat.com

حتی کہ دن دیہاڑے لوگوں کو لوٹتے، قریب دیہات کا نوجوان کویت میں رہتا تھا، وہ واپس جانے لگا تو کسی سے موٹر سائیکل مانگ کر لایا، باہر جا رہا ہوں، سامان میرے پاس ہے، فلاں اڈے پر موٹر سائیکل رکھ دوں گا۔ جب جانے لگا، کھیتوں میں دو لٹیرے گھسے ہوئے تھے، انھوں نے اسے پکڑ لیا جو کچھ بھی اس کے پاس تھا، لوٹ لیا، حتی کہ موٹر سائیکل بھی اس سے چھین لی، وہ بے چارہ واسطے ڈالنے لگا، میرا نہیں، کسی سے ادھار لیا ہے، اسے چھوڑ دیں، موٹر سائیکل پر بیٹھ کر بھاگنے لگے اور گر پڑے، وہ نوجوان انھیں پکڑنے کے لیے لپکا، ساتھ ساتھ آوازیں دینے لگا: مجھے لوٹ لیا! مجھے لوٹ لیا! لوگ آ گئے انھوں نے اس آدمی کو گولی مار دی۔ بھاگنے لگے تو موٹر سائیکل سے گر پڑے، اتنے میں لوگ پہنچ گئے، انھوں نے انھیں پکڑ لیا۔ جسے انھوں نے گولی ماری تھی، وہ تو مر گیا۔ لوگوں نے ان دونوں لٹیروں کو پکڑ کر پتھر برسانے، ڈنڈے مارنے شروع کر دیے، ان میں سے ایک تو اسی وقت مر گیا، دوسرا چالاک تھا، اس نے یہ تصور دیا کہ وہ مر گیا ہے، سانس روک لیا، وہ بچ گیا، آج کل جیل میں سزا (عمر قید) بھگت رہا ہے۔

کبھی کسی نے سنا تھا دیندار ڈاکو بھی ہوتے ہیں۔ اگر دیکھنے ہوں تو ان لوگوں کو دیکھ لیں۔ حتی کہ کئی حضرات ناجائز کاروبار بھی کرتے ہیں۔ برطانیہ میں ہم جس جگہ رہتے ہیں، وہاں بھی موحدوں کے بچے ہیروئین کا کاروبار کرتے تھے۔ ہم وہاں رہتے تھے، ان کو روکتے، سمجھاتے۔ ایک دفعہ زبردستی روکنے کی کوشش کی، انھوں نے ہماری کار کا دروازہ توڑ دیا، ہم بتاتے تھے اگر خالص کسی نے ڈرگ لینی ہے، یہاں سے لیں، کیوں کہ یہ دیندار توحید پرست لوگ ہیں، بے ایمانی نہیں کرتے، خالص بیچتے ہیں ملاوٹ نہیں کرتے!!

Marfat.com

یہی حالت ہمارے دیہات کی ہے۔ اب کچھ عرصے سے بڑے چور ڈاکوؤں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ کئی قتل ہونے کی وجہ سے اب دیہات اور قرب و جوار میں سکون ہے۔ اگر کہا جائے تو بے جا نہیں ہو گا کہ اس میں علمائے کرام کا بھی حصہ ہے، انھوں نے ان کو بتایا نہیں کہ یہ کتنا بڑا جرم ہے، اس کی سزا کیا ہے، اس کے نتائج کیا نکلیں گے؟ وہ اب ان کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اسی طرح والدین کی ذمے داری ہے کہ انھیں روکیں، اگر نہیں رکتے تو پولیس کو اطلاع دیں، انھیں گھر سے نکالیں، ان سے قطع تعلق کر لیں۔ ان کی کمائی تو نہ کھائیں۔ انھیں احساس تو ہو کہ ہم غلط کر رہے ہیں۔ جب وہ لڑائی کرتے ہیں، ان کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ جب پولیس انھیں پکڑتی ہے، ضمانتیں کرانے کے لیے کچہریوں میں بھاگتے پھرتے ہیں۔ ان چیزوں سے ان کا حوصلہ بھی بڑھتا ہے، برائی کا بدلہ آخرت میں تو ملتا ہے، دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ اپنے قرب و جوار میں نظر دوڑا کر دیکھیں کہ ایسے لوگوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔

حافظ گروپ

تحصیل ڈسکہ کے ایک گاؤں کا نام بھکیانوالا ہے۔ یہ چوری ڈکیتی میں قرب و جوار میں مشہور تھا۔ زمینداروں کا دیہات تھا، اکثر لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔ کچھ چوروں لٹیروں کے گروپ بھی سرگرم تھے۔ کچھ عرصے سے انھوں نے لوگوں کی نیندیں حرام کر دی تھیں، لوگ سکھ چین سے نہیں رہ سکتے تھے۔ پولیس پریشان تھی، کئی دفعہ آئی، چلی جاتی، پکڑے نہیں جاتے تھے۔

وہاں ایک مسجد کے حافظ صاحب تھے، بڑے تیز طرار اور چالاک تھے۔ دن کے وقت بچوں کو پڑھاتے، امامت کرواتے، عشا کی نماز پڑھانے کے بعد

Marfat.com

گھر جاتے، لوگ بھی اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے۔ پھر صبح کی نماز کی حافظ صاحب پھر امامت کرواتے۔ دیہات کا کوئی آدمی سوچ نہیں سکتا تھا، حافظ صاحب بھی اس کام میں مشغول ہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک رات کسی مقام پر پکڑے گئے، ان میں حافظ صاحب بھی تھے۔ پولیس کی مار کے بعد انھوں نے بتایا کئی سالوں سے حافظ گروپ کے نام سے ایک گروپ قائم کیا ہوا ہے، جس کا کام ان کی ماتحتی میں چوریاں کرنا ہے۔ پولیس نے سارا لوٹا ہوا سامان برآمد کر لیا۔ پوچھنے پر حافظ صاحب نے بتایا: ہم عشا کی نماز کے بعد پروگرام بناتے تھے، گروپ کے جتنے آدمی تھے وہ عشا کی جماعت میں حاضر ہوتے تھے، بعد میں ہم اپنی کارروائیاں جاری رکھتے تھے۔

دیہات کے نمازی کہنے لگے: ہم سوچ نہیں سکتے، ہمارے امام صاحب بھی یہ کام کرتے ہیں۔ پھر وہ سوال کرتے تھے: ہماری نمازوں کا کیا بنے گا؟ کیا نمازیں ہم دوبارہ پڑھیں گے، وہ قبول ہوں گی کہ نہیں؟ آخر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والا ایک نہ ایک دن پکڑا ہی جاتا ہے۔ اب علاقے میں لوگوں کا حفاظ پر اعتماد نہیں، جس استاد سے پڑھتے رہے ہیں، وہ کیسے ہوں گے؟

برائی کے اثرات اتنے زیادہ نہیں ہوتے، آدمی بہت دیر تک نہیں چھپ سکتا، زیادہ دیر تک لوگوں کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔

چوروں کی نانی کا ظلم

چوہدری اسلم ٹڈھیان سرگودھا کے علاقے کا مشہور، ظالم سیاست دان ہے۔ پورے علاقے کے اندر اس کے ظلم و زیادتی کی داستانیں بکھری پڑی ہیں۔ کسی

Marfat.com

آدمی کی جرأت نہیں کہ ان کے سامنے کوئی بات کر سکے۔ یہ خود پیپلز پارٹی کا ایم۔پی۔اے تھا۔اب اس کا بھتیجا ایم۔پی۔اے ہے۔سیاسی لحاظ سے بااثر ہے۔ ان کا ڈیرہ چوروں، ڈاکوؤں، رسہ گیروں کا مرکز ہے۔کرائے پر آدمی رکھے ہوئے ہیں جو کچھ کروانا ہو انھیں حکم دے دیتا ہے،فوراً وہ اس کے حکم کی تکمیل کرتے ہیں۔

ریٹائر ماسٹر نفیس احمد جن کی عمر ستر سال کے قریب ہے، ان کے سامنے کسی نے جرم کے بارے میں بتایا: یہ کس نے کیا ہے؟ اس نے صرف اتنا کہا: آپ سب کو علم ہے، یہ کس نے کیا ہے؟ ڈی ایس پی صاحب نے پوچھا ہے، پھر بھی بتائیں کون ہے۔ انھوں نے کہا: چوروں کی نانی نے کیا۔ اسلم ڈھیانہ چوروں کی نانی کے نام سے علاقے میں مشہور ہے۔ جب ماسٹر صاحب نے بتایا اور کس نے کیا ہے، چوروں کی نانی نے کیا ہے، یہ بات اس تک پہنچی،فوراً دن دیہاڑے اپنے غنڈوں کے ساتھ آیا اور ماسٹر صاحب کو مارنا شروع کر دیا،ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا جاتا: اسے جان سے نہیں مارنا، بلکہ اس کی ٹانگیں توڑنی ہیں، تاکہ علاقے کے لوگوں کو پتا چل جائے کہ چوروں کی نانی کے ساتھ ٹکر لینے والے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اس کے غنڈوں نے ٹانگیں اور بازو توڑ دیے، کسی آدمی کی جرأت نہیں ہوئی، اسے چھڑائے، اگر کسی نے چھڑانے کی کوشش کی تو اسے ڈرا دھمکا کر بٹھا دیا۔ سارے علاقے میں دھوم مچ گئی۔ تاجروں نے ہڑتال کر دی۔ یہ اتنا بااثر تھا کہ ٹانگیں توڑنے کے بعد ڈی ایس پی کا وزیرِ اعظم سے کہلا کر اس کا تبادلہ گلگت کرا دیا۔

یہ ظلم کی داستانیں ٹی والوں کے سامنے آئیں، اس بزرگ ٹیچر کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ باریش بزرگ، پھر کچھ ترس نہیں کیا، بلکہ ٹی وی والا نمائندہ

Marfat.com

جب اس کے گھر گیا تو اس کی معذور بچی کی فریاد سن کر حیران رہ گیا، وہ زبان سے تو بول نہیں سکتی تھی، وہ جھولی پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہی تھی:

''مظلوم کی بددعا سے بچو، اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کی پکار سن لی، فوراً سپریم کورٹ کے جج نے اس کا نوٹس لے لیا۔ قانون حرکت میں آ گیا۔ پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ نے کہا: اس ڈی ایس کو فارغ نہ کیا جائے، احکامات روک دیے جائیں۔ آئی جی پنجاب کو حکم دیا: اسے فوراً گرفتار کیا جائے۔ یہ چور چھپنے چھپانے لگا۔ لاہور کے کسی ایم پی اے کے گھر سے گرفتار کرلیا گیا۔ اب اسے عدالت میں پیش کیا گیا، ہتھکڑی لگی ہوئی تھی، لوگ دیکھ رہے تھے، یہ چوروں کی نانی ہے! یہ تھا جس سے لوگ خائف تھے، جس کا نام سن کر کانپنے لگتے تھے۔ ہتھکڑی لگی ہوئی تھی، بڑے رعب سے آتا ہے، ٹی وی والے اس کی تصاویر بناتے ہیں تو الٹا ان سے سوال کرتا ہے:

''اتنی تصویریں بنا کر کیا کرنی ہیں؟ ابھی تک تم ''رجے'' (سیر) نہیں ہوئے؟''

اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، شاید اپنی اصلاح کر لے۔ اب خدا کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آ گئی ہے، اب قانونِ قدرت سے اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہ پیش گوئی کے طور پر ہم کہہ رہے ہیں، اب اس خاندان پر زوال آنا شروع ہو جائے گا، اب وزیرِ اعلیٰ پنجاب اس کے ہاں پہنچتے ہیں، اس کو مفت علاج کا یقین دلایا، اسے تعاون کا مکمل یقین بھی کرایا، اسے پھولوں کا گلدستہ بھی دیا۔ ٹھیک ہے علم تو ہوا ہے، اس بزرگ کی بددعا سے دیکھیں چند سالوں کے اندر

Marfat.com

یہ خاندان اتنا ذلیل و خوار ہو جائے کہ علاقے کے لوگوں کے باعثِ عبرت ہو گا۔ اب پولیس اسے ہتھکڑیاں لگا کر اس مقام پر لاتی ہے، جہاں اس نے اس بزرگ کی ٹانگیں توڑیں تھیں۔ لوگ دیکھتے ہیں، یہ آدمی تھا جس کی اتنی دہشت تھی، کوئی سامنے نہیں آتا تھا۔ اب عدالت نے چند دنوں کا ریمانڈ دے دیا ہے، چوروں کی نانی کے وکیل کہتے ہیں: عدالت ایسا کیوں کرتی ہے، ریمانڈ صرف ایک دفعہ ہوتا ہے۔ اب یہ کچہریوں کے چکر میں اتنا ذلیل و خوار ہو گا، اتنا بدنام ہو گا کہ باعزت طریقے سے رہنے کے قابل نہیں ہو گا۔

یہ واقعہ ابھی تازہ تازہ ہے، لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے، اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾

[الأعراف: ١٦٥]

"اور ہم نے ان لوگوں کو بدترین عذاب کے ساتھ پکڑ لیا جنھوں نے زیادتی کی تھی، اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔"

نیک لوگوں کو گالیاں دینے کا انجام

ہم گورنمنٹ ہائی سکول گھوئینکی (سیالکوٹ) میں عربی پڑھاتے تھے۔ اساتذہ سکول میں سیاسی حالات پر تبصرہ بھی کرتے رہتے تھے۔ ہمارے چند ساتھی پیپلز پارٹی کے ساتھ انتہائی جذباتی تھے، ہر وقت پارٹی کے لیڈر کے گن گاتے رہتے، ان کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے۔ پڑھاتے کم سیاست زیادہ کرتے تھے۔ کسی ساتھی نے اگر دیگر کسی سیاسی جماعت کے لیڈر کی تعریف کر دی، اس کے نہ صرف پیچھے پڑتے، اڈے پر جا کر اسے مشہور بھی کرتے۔ اڈے

Marfat.com

کے لوگ زیادہ اس ذہن کے تھے۔ جب بھی ہم چند ساتھی کسی کام کے لیے چائے پینے کے لیے جاتے تو ہمیں گھور گھور کر دیکھتے۔

ایک دن چند ساتھی ہیڈ ماسٹر صاحب کے ساتھ چائے کی دکان پر گئے، وہاں خان صاحب تھے، جو پیپلز پارٹی کے سرکردہ افراد میں سے تھے، وہ بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے سیاسی باتیں جان بوجھ کر شروع کر دیں، پھر اتنی گندی زبان علمائے کرام، دیگر سیاسی لیڈروں کے لیے استعمال کی، ہم نے آج تک گندی زبان نہیں سنی تھی، خصوصاً مولانا مودودی صاحب، مفتی محمود احمد صاحب کے بارے۔ ہم سب نے تہیا کیا تھا کہ اس کی کسی بات کا جواب نہیں دینا۔ پھر خاموشی کے ساتھ چائے پیے بغیر ہم واپس آ گئے۔ انھوں نے اڈے پر مشہور کیا، آج انھوں نے جتنی جمہوری پارٹی کے ماننے والوں کو برا بھلا کہا، ان کے بے عزتی کی ہے، یاد رکھیں گے! اگلے روز وہ ماسٹر صاحب بڑے خوش تھے، کہنے لگے: خان صاحب کی گفتگو سنی؟ ایسے عاشق ہوتے ہیں! ایسے مغلظ گالیاں نکالتے ہیں۔

اب پورے علاقے میں ان کی دہشت تھی، زمین اور دکانیں اکثر اڈے پر ان کی تھیں۔ ان کے بچے بدمعاش تھے، کوئی اُف نہیں کرتا تھا۔ ایک ان کا لڑکا بدمعاش تھا، جس کا نام بھی خان تھا، وہ سرِ عام بے عزتی کر دیتا تھا۔ پھر گورنمنٹ کالج کے اعلیٰ عہدوں پر ان کے عزیز رشتے دار تھے۔ کون ان کے سامنے بول سکتا تھا، ان کا ایک لڑکا ''نشئی'' (منشیات کا عادی) تھا جو اپنے والد کی سرِ عام بے عزتی کر دیتا تھا۔ جب اسے گھر سے پیسے نہیں ملتے تھے، وہ اسی طرح کرتا، حتیٰ کہ گالی گلوچ، مار کٹائی تک نوبت آ جاتی۔ غرضیکہ اس کا والد جو دوسروں کی بے عزتی کرتا تھا، اب اس کے لڑکے اس کی رسوائی کرنے لگے۔ نشئی لڑکے نے

Marfat.com

اپنے بڑے بھائی کو جو بدمعاش بنا پھرتا تھا، اسے قتل کر دیا، والد فوت ہو گیا، جائیداد کی خاطر آپس میں چپقلش شروع ہو گئی، آناً فاناً خاندان ختم ہو گیا، ان کی چودراھٹ ختم ہو گئی، زمین بِک گئی، لڑکے آپس میں لڑ جھگڑ کر ختم ہو گئے۔

یہ سارا نتیجہ ان کی بے عزتی کرنے، دوسروں کو گالیاں نکالنے، نیک آدمیوں کو برا بھلا کہنے کا نتیجہ مل گیا۔ ہزار اختلافات ہوں مگر گندی زبان کسی کے خلاف استعمال نہ کریں۔ کسی کو حقیر نہ جانیں، خصوصاً نیک اور بزرگوں کے بارے میں کبھی برا خیال نہ کریں۔ ان کی عزت کریں، اگر ان کے خلاف دشمنی کی بنا پر کریں گے، اللہ تعالیٰ انتقام لے گا، حدیثِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

''جو میرے ولی سے دشمنی رکھتا ہے، اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔''

اللہ کے ساتھ جنگ کرنے کی کوئی جرأت کر سکتا ہے، کسی میں اتنی طاقت ہے! اگر کسی آدمی کا علاقے میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، اگر کوئی کسی ظالم کو نہیں روکتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اپنے گھر میں ایسے افراد پیدا کر دیتا ہے، جو تباہی کا سبب بن جاتے ہیں۔

علامہ اقبال کا شعر ہے:

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

مظلوم کی بد دعا

قبولہ کے قریب ''لاہوریوں کا چک'' کے نام سے ایک گاؤں ہے۔ وہاں ایک زمیندار نے 25 ایکڑ خربوزے کاشت کیے۔ خربوزے پکنے شروع ہوئے تو گاؤں کا ایک یتیم لڑکا جس کی عمر دس بارہ سال تھی، اس کی زمین سے

Marfat.com

ایک خربوزہ توڑ لے گیا۔

زمیندار نے لڑکے کی یہ حرکت دیکھ لی۔ اس نے ملازم کو دوڑایا کہ لڑکے کو پکڑ کر لاؤ اور پھر لڑکے کی خوب پٹائی کی۔ اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا اور اس نے نوکروں کو حکم دیا کہ لڑکے کو درخت کے ساتھ باندھ دو۔ اس نے اعلان کیا کہ یہ لڑکا کل بارہ بجے تک درخت کے ساتھ اسی طرح بندھا رہے گا۔ میں اصل میں اس کو پورے علاقے کے لیے عبرت بنا دینا چاہتا ہوں، تاکہ آیندہ کوئی میرے مربعے میں داخل نہ ہو۔

عام لوگوں نے زمیندار کو سمجھایا کہ بچہ ہے معاف کر دو، مگر اس نے کسی کی نہ سنی۔ لڑکے کی بیوہ ماں آئی، اس نے زمیندار کی منتیں کیں، ہاتھ جوڑے، اپنا دوپٹا اتار کر اس کے پاؤں پر رکھا، ہر طرح کا جرمانہ ادا کرنے کی پیشکش کی، مگر اس ظالم کا دل نہ پسیجا، اس نے سختی کے ساتھ التجا رد کر دی اور نہایت تکبر کے ساتھ اعلان کر دیا: لڑکے کو معاف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، میں اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا اور یہ لازماً کل بارہ بجے تک درخت سے اسی طرح بندھا رہے گا، بے چاری بیوہ عورت زار و قطار روتی چلی گئی۔

پروفیسر صدیق قمر نے بتایا یہ تقریباً ایک ڈیڑھ بجے کا وقت تھا، شدید گرمی پڑ رہی تھی اور آسمان بالکل صاف تھا، بادلوں کا دور دور تک نشان نہ تھا کہ اچانک سیاہ رنگ کی ایک بدلی فضا میں نمودار ہوئی اور اس مربعے پر چھا گئی اور پھر اس میں سے موٹے موٹے اولے برسنے شروع ہو گئے، ان اولوں کا وزن معمول سے اتنا زیادہ تھا اور ان کی شدت کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے پورے مربعے میں خربوزوں کی فصل کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

Marfat.com

ایک ظالم اور متکبر آدمی کی سزا کا یہ عمل ڈیڑھ دو گھنٹے جاری رہا، اور عصر سے پہلے پہلے یہ عمل مکمل ہو گیا۔ علاقے کے ہزاروں لوگوں نے خدا کے اس جیتے جاگتے قہر کو قریب کھڑے ہو کر دیکھا۔[1]

نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی بالکل حق اور سچ ہے:

''مظلوم کی بد دعا سے بچو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔''

بہن کو شک کی بنا پر قتل کر دیا

مقبوضہ کشمیر (جموں) سے کچھ لوگ آئے، وہ یہاں دیہات میں رہنے لگے۔ والد صاحب کے ساتھ ان کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ بزرگ ساری زندگی مسجد کی خدمت کرتے رہے، بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے رہے۔ اسی طرح ان کی عورتیں بھی بڑی نیک اور دین دار تھیں۔ بچیوں کو قرآن مجید پڑھاتے ان کی زندگی گزری ہے۔

ان کا لڑکا کچھ چوریاں وغیرہ کرنے لگا، کئی دفعہ پکڑا بھی گیا، پھر توبہ کر لی، اچھی زندگی گزارنے لگا۔ بہادر اور باتونی بہت زیادہ تھا۔ غریب ہونے کے باوجود کسی سے ڈرتا نہیں تھا۔ اس کا لڑکا جس کا نام اللہ دتا تھا، وہ بھی بڑا بہادر اور دلیر تھا۔ لڑائی جھگڑا کرنا، چوری چکاری کرنا اس کا معمول تھا۔ گاؤں کے بزرگوں کی بڑی عزت و احترام کرتا، اچھے طریقے سے پیش آتا، بلکہ کوئی اگر شرارت کرنے کی کوشش کرتا، سختی سے اسے روکتا۔ اس کا چھوٹا بھائی دن دیہاڑے

[1] ''مکافاتِ عمل'' ڈاکٹر عبدالغنی فاروق (ص: 108-107)

Marfat.com

ڈاکا مارتے ہوئے قتل ہو گیا۔ لوگوں نے اینٹیں مار مار کر اسے مار دیا۔ ان کے ہاتھوں ایک آدمی قتل ہو گیا تھا۔ اللہ دتا گاؤں میں اکثر بات چیت کرتا، غلط کاموں سے دوسروں کو روکتا، برائیوں سے دور رہنے کی تلقین کرتا۔

ایک دفعہ اپنے ساتھی کو سمجھا رہا تھا، اس نے اسے طعنہ دیا، توں دوسروں کا بڑا خیال رکھتا ہے، اپنی بہن کا تو پتا کر، اس نے فلاں کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں، اس نے تحقیق نہیں کی، گھر گیا، اپنی بہن کو اندر بلایا، جس کے ساتھ اس کی چھوٹی دودھ پینے والی بچی تھی۔ دروازہ بند کر کے بہن پر چھریوں کے وار کرنے لگا، وہ ہاتھ جوڑتی رہی، پورے کمرے میں بھاگتی رہی، مجھے بتاؤ تو سہی میں نے جرم کیا کیا ہے؟ اس نے اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اسے قتل نہ کر دیا۔ ناحق کسی کے طعنہ دینے پر شک کی بنا پر بہن کو قتل کر دیا۔

پورے علاقے میں کہرام مچ گیا، لوگ دور دراز سے دیکھنے کے لیے آنے لگے، اتنی سفاکی، اتنی زیادتی، بہن کو بھائی نے شک کی بنا پر قتل کر دیا۔ ہر ایک کان کو ہاتھ لگاتا، اسے بد دعا دیتا۔ یہ جیل گیا، کچھ عرصے بعد رہا ہو کر آ گیا، اپنے کیے پر پچھتانے لگا، اب کیا ہو سکتا تھا؟!

اپنے گاؤں میں گروپ بندی ہو گئی، دونوں گروپ والے اسلحہ لے کر گلیوں میں پھرتے رہتے، ایک دوسرے کے محلے میں نہیں جاتے تھے۔ گاؤں میں ان گروپوں کی وجہ سے نو گو ایریا بن گیا۔ مغرب کے بعد گاؤں میں ان گروپوں کی حکمرانی ہوتی تھی۔ کوئی شریف آدمی باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ ایک گروپ کی قیادت یہ کر رہا تھا۔ لڑائی ہوئی، یہ مارا گیا، علاقے میں شور مچ گیا، دور دراز سے قتل ہونے والے کے ساتھی آئے، انھوں نے لاش کے سامنے

Marfat.com

قسمیں کھائیں، جب تک ہم قتل کا بدلہ نہ لیں گے، آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔ واقعی کچھ عرصے بعد دوسرے گروپ کا لیڈر بھی قتل ہو گیا، معلوم نہیں کیسے ہوا؟

بات اس ظلم کی کر رہے تھے، اس نے اپنی بہن پر ظلم کیا تھا، اس کا بدلہ اسے مل گیا۔ شک کی بنا پر کسی کو قتل کر دینا کتنا بڑا ظلم ہے۔ پھر اپنی بہن کو، اگر واقعی جیسا کسی نے طعنہ دیا ایسے بہن ہو بھی تو بھائی کو کسی نے اختیار نہیں دیا کہ وہ اپنی بہن کو قتل کر دے۔ قطع تعلقی کرے، بات چیت بند کرے، قتل کرنے کا اختیار قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کسی طور پر اجازت نہیں، سزا دینا حکومت اور عدالت کا کام ہے۔

ایک انسان کو قتل کرنا پوری انسانیت کا قتل ہے۔ پھر قاتل کو کسی نہ کسی صورت میں اس کے کیے کی سزا مل جاتی ہے۔ آخرت میں تو ملتی ہی ہوتی ہے، دنیا میں بھی وہ ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔

لالچ سے رشتے ٹوٹے

ہمارا تعلق ہندوستان کے مشہور شہر میسور سے ہے، جہاں ہمارا ایک بڑا خاندان آباد تھا۔ میری دادی، دو تایا، والد اور چچا نے بنگلور سے بی ایس سی پاس کیا۔ ننھیال میں نانا، نانی، دو خالائیں، چار ماموں اور سب سے چھوٹی میری اماں تھیں۔ سب مل جل کر وہاں خوش حال زندگی بسر کر رہے تھے، لیکن پھر تحریک چل پڑی، انگریز گئے اور تقسیم کے بعد ہم لوگ مشرقی پاکستان کے شہر کپتائی میں ہجرت کر کے آ گئے۔

والد صاحب کو گورنمنٹ ملازمت مل گئی اور ننھیال والے کاروبار کرنے لگے۔ ایک تایا لندن چلے گئے، وہاں سکونت اختیار کر لی، دوسرا تایا مرچنٹ نیوی

Marfat.com

میں تھے۔ وہ 1971ء میں جنگی قیدی بھی رہے۔ مشرقی پاکستان میں ہمارے اپنے مکانات اور زمین تھی۔ میں مشرقی پاکستان میں پیدا ہوئی، چار سال بعد ایک بھائی ہوا۔ میری پیدائش کے سال بعد میرے ابو کو دل کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ اس کے بعد ایک عجیب وغریب بیماری لگ گئی، وہ اچانک بیٹھے بیٹھے خلاؤں میں گھورنے لگتے، دانت سختی سے بھینچ لیتے اور پھر بے ہوش ہو جاتے۔ دادا نے دوا دارو اور تعویذ گنڈے سب کیے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔

حالات ٹھیک نہ ہوئے، ہم کراچی چلے آئے۔ کراچی سے ماموں اور خالو تو دبئی چلے گئے، میرے ابو کی بیماری زور پکڑ گئی، ملازمت چلی گئی، گھر ٹیوشن پڑھانے لگے۔ ننھیال والے امیر ہو گئے، جب کہ ہمارے پاس ایک ہی مکان تھا، جس میں تایا اور چچا بھی رہتے تھے۔ ددھیال اور ننھیال والے رشتے دار سب دور ہو گئے۔ دیگر رشتے دار امیر ہو گئے اور مغرور ہو گئے، سب ہم سے نفرت کرنے لگ گئے، حتیٰ کہ میری اماں بھی ابو سے نفرت کرنے لگیں، ان کی حفاظت نہیں کرتی تھیں، وہ ابو سے خار کھانے لگیں، اپنی بہن کے گھر زیادہ رہتی تھیں، ابو کے پاس دادی اور دادا جی تھے۔ ہمارے ساتھ والد ہمارے ننھیال والے ملازموں جیسا سلوک کرنے لگ گئے۔ والد صاحب اتنے دل برداشتہ ہوئے، انھوں نے خواب آور دوائی کھا کر خودکشی کر لی۔

میری خالہ بڑی لالچی عورت تھی، میرا رشتہ آیا، فوراً ہاں کر دی، کیوں کہ لڑکا سعودی عرب میں کام کرتا تھا۔ خالہ کے ذہن میں تھا، کمائی پر ہم قبضہ کر لیں گے، جلدی شادی کر دی، وہاں امید لے کر گئی، میرے ساتھ اچھا سلوک ہو گا، وہاں بھی مشکلات آسان نہ ہوئیں، شوہر کے پانچ بھائی تھے، سسر نابینا تھے،

Marfat.com

ساس کا انتقال ہو چکا تھا۔ شوہر کے بھائی معمولی ملازمت کرتے تھے، ان کے اخراجات اچھے طریقے سے پورے نہیں ہوتے تھے۔ شوہر سعودی عرب چلے گئے، جتنے پیسے بھیجتے تھے وہ اپنے بھائیوں کو بھیجتے تھے، انھوں نے سارے پیسے ہڑپ کر لیے۔ خالہ نے میری شادی پر جتنے خرچ کیے تھے انھوں نے مطالبہ کیا، گھر فروخت کر کے خالہ کو پیسے دے دیے، میرا خاوند بڑا شریف النفس آدمی تھا، بڑا صابر، وہ بڑا پریشان ہوتا، کئی سال باہر رہا، سارے پیسے یہ کھا گئے ہیں۔ پھر وہ کہتا: حج کیا، صلہ رحمی کی ہے، اللہ سے بڑی دعائیں مانگی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا صلہ دے گا، بلکہ میں اگر پریشان ہوتی، میرا حوصلہ بڑھاتا، پریشان نہ ہوتا، اللہ بہت کچھ دے گا۔

اللہ کا کرم پاکستان میں انھیں اچھی کمپنی میں ملازمت مل گئی۔ مینیجر کے عہدے تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر نعمت سے نوازا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد انھیں کافی رقم بھی ملی۔ کمپنی کے تمام لوگ میرے شوہر کے دوست اس کی بڑی عزت کرتے، ہر معاملے میں تعاون کرتے، نیت اچھی ہو تو اللہ تعالیٰ صلہ دیتا ہے۔

اس کے ساتھ ان لوگوں کے بارے میں باتیں سنیں، جنھوں نے دھوکا کیا، لالچ میں آ کر رشتے داری بھلا دی، ان کے ساتھ کیا کچھ ہوا۔ بڑے جیٹھ بہت کمزور اور غریب ہو گئے، آنکھوں کی بینائی جاتی رہی، دو بیٹے تھے، دونوں آوارہ جیل کی ہوا کھا چکے ہیں۔ باپ سے سیدھے منہ سے بات نہیں کرتے، بیٹیاں گھر نہیں آنے دیتیں، بڑا خالہ کا بیٹا حادثے میں ہلاک ہو گیا۔ خالو کی ساری دولت کو ایک سرمایہ لگانے والی کمپنی کھا گئی، خالو پاگل ہو کر فوت ہوئے، خالہ کو کینسر ہے، میری ماں بھی در بدر ہو کر فوت ہوئیں، ان کا پیسا خالو کھا

Marfat.com

گئے، مکان سے بھی گئیں۔

میرا ایک بھائی تھا، وہ ہوشیار تھا، خالہ نے اسے پڑھنے نہ دیا، وہ بے چارہ نفسیاتی مریض ہے، شادی شدہ ہے، مگر کسی کام میں دل نہیں لگاتا۔ اس کی بیوی کپڑے سی کر گزارہ کرتی ہے۔ میرے شوہر مشکل دنوں میں ان تمام رشتے داروں کی سازشوں کا گہرا اثر لے بیٹھے تھے کہ جب یاد کرتے ہیں تو رو پڑتے ہیں، مگر دودھ کا جلا چاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے، وہ اب کسی کو اپنے نزدیک کرنے کے لیے تیار نہیں، حالانکہ اب حالات اچھے ہیں۔

ہماری بربادی کا انتظام کرنے والے خود شکست کھا گئے، لیکن جو کرب اور کڑواہٹ ہماری زندگی میں گھول دی تھی، ہم نے بہت عرصہ اس کا عذاب جھیلا، بغیر کسی خطا کے اپنی محنت کا پیسا دے کر دشمنی مول لی۔ اگر محمود بھائی بدنیتی نہ کرتے، وہ بھی بہت فائدے میں رہتے۔ میرے شوہر ان کو کاروبار ڈال کر دینا چاہتے تھے، انھوں نے بھی خلوص کی پروا نہیں کی۔ انسان کو اگر فائدہ ہوتا ہے تو نقصان بھی ہوتا ہے۔ آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔ خدا کسی کو کڑی آزمائش میں نہ ڈالے۔ باہر جا کر بھی سخت محنت مشقت کرتے ہیں، ان کی رقم کو ضائع کرنا کم عقلی ہے۔ آنکھ بند کر کے کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ رشتے داری اور مقدس رشتوں میں اگر لالچ آ جائے تو ٹوٹ جاتے ہیں، پھر اگر کسی کے ساتھ کچھ کرو گے، تو اس کا نتیجہ جلد مل جاتا ہے۔[1]

ظالم بھی آگ میں جل گیا

پاکستان کے کسی علاقے کا رہائشی اگر اسے اپنے علاقے میں کام نہ ملے

[1] یہ کہانی ہفت روزہ ''اخبارِ جہاں'' کے کالم ''تین عورتیں تین کہانیاں'' سے لی گئی ہے۔

Marfat.com

تو وہ کراچی چلا جاتا ہے، جہاں اسے کوئی نہ کوئی کام مل جاتا ہے۔ کراچی کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر ایک کو وہ اپنے دامن میں پناہ بھی دیتا ہے اور کام بھی۔

پنجاب کے ایک دیہات کا رہائشی، جس کا نام عبدالجبار تھا، وہ کام کاج کرنے کے لیے گیا، اسے بڑا اچھا کام مل گیا۔ اس نے کافی پیسے کما لیے اور وہ واپس پنجاب گیا۔ شادی کر کے پھر کراچی آ گیا، اپنی بیوی کے ساتھ وہ زندگی بسر کرنے لگا، خاوند بیوی ایک دوسرے کو بڑا چاہتے تھے۔ دونوں کے درمیان محبت کا باہمی رشتہ بھی بڑا مضبوط تھا۔

عبدالجبار کا ایک رشتے دار تھا محمد ساجد، وہ کراچی آیا اور اس کے پاس آ کر رہنے لگا، اسے اس نے ایک فیکٹری میں ملازم کرا دیا۔ یہ دونوں اپنے کام لیے لیے صبح نکل جاتے، شام کو واپس آتے۔ محمد ساجد گندی ذہنیت کا مالک تھا، اس نے آہستہ آہستہ عبدالجبار کی بیوی کے ساتھ روابط قائم کر لیے۔ یہ چوری چھپے بہانا کر کے گھر آنے لگا، عبدالجبار کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ وہ اپنی بیوی اور اپنے رشتے دار پر اندھا دھند اعتبار کرتا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اس کی بیوی اور اس کا رشتے دار اس کے ساتھ خیانت کر سکتے ہیں۔

ادھر اس کی بیوی اور محمد ساجد نے پروگرام بنایا، اسے اب اپنے راستے سے ہٹانا ہے۔ وہ منصوبے بنانے لگے، اسے کس طرح ٹھکانے لگایا جائے۔ طے شدہ پلان کے تحت عبدالجبار کی بیوی نے کھانے میں نشہ آور چیز کھلا دی جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کی بیوی اور محمد ساجد نے اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بوری میں ڈال کر اسے گندے نالے میں پھینک دیا اور مشہور کر دیا، عبدالجبار پنجاب گیا ہوا ہے، واپس نہیں آیا۔ ادھر جب عبدالجبار کے بھائیوں کو

Marfat.com

اس کی گم شدگی کا پتا چلا، انھوں نے فیکٹری والوں سے پتا کیا، انھوں نے بتایا: وہ تو بغیر بتائے چند دنوں سے غائب ہے، اس کا پتا ہی نہیں چل رہا۔

اتفاق کی بات ہے محمد ساجد کراچی کی اس فیکٹری میں کام کرتا تھا جس میں آگ لگ گئی۔ سو سے زیادہ افراد آگ میں جل گئے، جس میں یہ بھی جل گیا۔ اس ظالم کو تو قدرت کی طرف سے سزا مل گئی، جو دوسروں کے آگے کنواں کھودتا تھا خود اس کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ جہاں تک بیوی کا تعلق تھا، بھائیوں کو بیوی پر شبہہ ہوا، انھوں نے پولیس سے رابطہ کیا، پرچہ درج کروایا، پولیس نے جب اپنے طور پر تفتیش کی، بیوی نے سارے راز اگل دیے۔ میں نے فلاں کے ساتھ مل کر اپنے خاوند کو قتل کیا، پھر اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے فلاں گندے نالے میں پھینکے تھے۔ پولیس نے بیوی کے بتانے پر لاش کے ٹکڑے نکالے۔ بھائیوں نے اپنے بھائی کے ٹکڑے دفنا دیے اور یہ عورت اب جیل میں ہے۔ اپنے کیے کی سزا بھگت رہی ہے۔

جرم واقعی بولتا ہے۔ ظالم کو ظلم کا بدلہ مل کر رہتا ہے۔ جرم چاہے جتنا بھی چھپ کر کیا جائے، وہ ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

کبھی کسی پر اندھا دھند اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ شریعت کی حدود کو کبھی نہیں توڑنا چاہیے۔ اس کا نتیجہ یہی نکلنا ہے جو نکلا ہے۔ کتنا زیادہ قریب ہی کیوں نہ ہو، غیر محرم کو کبھی اپنے گھر میں آنے جانے کی کھلی چھٹی نہیں دینی چاہیے۔

ظالم بے نقاب ہو گئے

اے۔ آر۔ وائی کے پروگرام ''جرم بولتا ہے'' میں ایک کہانی دیکھ کر انتہائی افسوس ہوا۔ بیوی اور اپنے بچے بھی اس طرح کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

تفصیلات کے مطابق چنیوٹ کے ایک دیہات میں ایک آدمی خوش وخرم زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس کے دو بچے 15 اور 16 سال کے تھے۔ بیوی کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے تھے۔ آدمی محمد اقبال ملازم تھا، جو تنخواہ ہوتی، وہ لاتا اور اپنی بیوی کے دے دیتا۔ بچے بھی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اس کے گھر میں ایک آدمی کا آنا جانا شروع ہو گیا جو محمد اقبال کا دوست تھا۔ محمد اقبال سوچ بھی نہیں سکتا تھا اس کا دوست خیانت کر سکتا ہے۔ اس کی بیوی بچے جن کے ساتھ وہ بڑی آرام دہ زندگی بسر کر رہا ہے، وہ بھی اسے دھوکا دے سکتے ہیں۔

محمد اقبال کے دوست نے اس کی بیوی کے ساتھ لڑکوں سے بھی اچھے مراسم قائم کر لیے۔ آہستہ آہستہ ان لڑکوں کے ذہن میں اس نے زہر بھرنا شروع کر دیا۔ ماں بھی بچوں کو ورغلانے لگی، باپ کے خلاف بچوں کے کان بھرنے لگی۔ آخر ایک دن اس عورت نے اس آدمی کو ساتھ ملایا اور بچوں کو بھی تیار کیا کہ ان کے والد کو راستے سے ہٹا دینا چاہیے، تاکہ ہمارے تعلقات قائم کرنے اور آزادانہ ملنے جلنے میں رکاوٹ نہ بنے۔ چنانچہ پروگرام کے تحت ماں بیٹے نے محمد اقبال کو کھانے میں کچھ ملا کر دیا، وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس قصائی انسان اور عورت نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کیے، پھر اسے کولر میں رکھ دیا، تاکہ بدبو نہ پھیل جائے، ٹکڑے ٹھنڈ میں رہیں۔ لڑکے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے، بلکہ بعد میں پتا چلا وہ بھی اس کام میں شریک تھے۔ پھر لڑکوں کے ساتھ مل کر ان ٹکڑوں کو بوری میں بند کر کے نہر میں پھینک دیا۔

چند لڑکے نہر کی سیر کر رہے تھے، انھوں نے بوری دیکھی، گاؤں کے دیگر افراد کو بلایا، بڑوں نے پولیس کو اطلاع دی، پولیس آئی، انھوں نے تفتیش کی، پتا

Marfat.com

چلا عورت نے اپنے یار کے ساتھ مل کر سارا پلان بنایا ہے اور اپنے لڑکوں کو بھی اس نے ساتھ ملایا تھا۔

اب ٹی وی پر سب نے اعتراف کیا، ہم نے یہ جرم کیا ہے۔ پولیس نے جب عورت کو پوچھا: وہ خاوند جس نے تمھارے ساتھ بیس سال سے زائد عرصہ گزارا، آخر کیوں تم نے اس کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی؟ وہ اپنی ساری کمائی تمھارے ہاتھ پر لا کر رکھتا رہا، اس کے ساتھ تم نے یہ کیا، پھر تو خیانت کرتی رہی ہے۔ کہنے لگی: غلطی ہو گئی ہے۔

اس آدمی سے جب سوال کیا گیا: تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ کہنے لگا: بس شیطان غالب آ گیا تھا۔ اس کے کہنے سے میں نے یہ کام کیا۔ تھانے دار نے کہا: شیطان تو تم خود ہو، شیطان کو برا کیوں کہہ رہے ہو؟

پھر دو لڑکوں سے پوچھا، تم اتنے سمجھدار تھے، تم نے اپنی والدہ کا ہاتھ کیوں بٹایا؟ پھر اس بدمعاش آدمی کے ساتھ مل کر اپنے والد کو قتل کرنے میں معاونت کیوں کی؟ اس نے ہمیں کہا تھا: تمھارا والد اچھا آدمی نہیں ہے، وہ مجھے تنگ کرتا رہتا ہے، گھر میں لڑائی جھگڑا کرتا رہتا ہے، اپنے والد کو راستے سے ہٹاؤ، پھر میں اس آدمی سے شادی کرلوں گی، تم بڑے اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو گے۔ اس کے ساتھ وہ بھی کہنے لگے: والدہ اور اس آدمی نے ہمارے سامنے ہمارے والد کے ٹکڑے کیے تھے، پھر ہمیں ڈراتے دھمکاتے تھے، اگر تم نے کسی کو بتایا یا شور کیا تو تمھیں بھی قتل کر دیں گے۔ پھر ہم سب نے مل کر والد کی لاش کے ٹکڑے بوری میں بند کر کے نہر میں پھینک دیے۔ تھانے دار نے لڑکوں سے پوچھا: تم اتنے چھوٹے بھی نہیں ہو، اگر تم ساتھ نہیں تھے، تم نے

Marfat.com

پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی؟ والد کے ٹکڑے پھینکنے میں معاونت کیوں کی؟
ذرا اندازہ کیجیے! چلو بیوی تو آشنا کے ساتھ مل کر یہ قدم اٹھا لیتی، بھلا 14 سال کے لڑکے بھی اپنے والد کے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں؟ اب سب جیل میں ہیں، اب یہ رسوائی اور ذلت کا طوق انھوں نے جو گلے میں ڈال لیا ہے، ساری زندگی ان کے ساتھ رہے گا۔

Marfat.com

باب 10

رشوت کی مذمت....قرآن وسنت کی روشنی میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرة: ۱۸۸]

''اور تم اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور انھیں حاکموں کے پاس نہ لے جاؤ، تاکہ تم لوگوں کے مالوں میں سے کچھ مال گناہ کے ساتھ کھاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔''

مفسرین نے بیان کیا ہے، یہ آیت رشوت کی ممانعت کے بارے میں ہے اور حدیث کی روشنی میں رشوت کی مذمت یوں کی گئی ہے:

''نبی ﷺ نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''[1]

علامہ شبلی نعمانی ''سیرت النبی ﷺ'' میں لکھتے ہیں:

کسی کے مال سے ناجائز طریقے سے فائدہ اٹھانے کی ایک عام صورت رشوت ہے۔ رشوت کے معنی یہ بھی ہیں کہ کوئی اپنی باطل غرض سے اور ناحق مطالبے کے پورا کرنے کے لیے کسی ذی اختیار اور

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (۳۵۸۰)

Marfat.com

کارپرداز شخص کو کچھ دے کر اپنے موافق کر لے۔''

رشوت خوری کرنے والا کبھی امن اور چین کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اس کے اثرات نہ صرف اس کی اپنی زندگی پر، بلکہ اس کی اولاد، تمام گھر کے افراد پر پڑتے ہیں۔ ان کی ظاہری دولت دیکھ کر دنیا داروں کے منہ میں پانی ٹپکنے لگتا ہے، ان کے انجام سے عبرت پکڑنی چاہیے۔

رشوت لینے والوں کے چند واقعات بیان کیے جاتے ہیں، بظاہر ان کی بڑی عزت وتوقیر، شوشا ہوتی ہے، ان کا انجام دیکھیں، کیا ہوتا ہے؟ اس کے ان کے گھر والوں پر کیا ہوتے ہیں۔

رشوت خور قاضی کا انجام

متوکل علی اللہ سلطنتِ عباسیہ کا حکمران تھا۔ اس نے 232ھ سے 247ھ تک حکومت کی۔ اس کا نام ابو الفضل جعفر بن معتصم تھا۔ اس کی ماں کا نام شجاع تھا۔ اس کی ولادت 205ھ یا 207ھ میں ہوئی۔ خلافت کا منصب ملنے کے بعد اس نے اہلِ سنت سے ہمدردی ظاہر اور اہلِ سنت سے دل کھول کر تعاون بھی کیا۔ محدثین کرام کی توقیر کی، حتی کہ تاریخ میں یہ معروف ہو گیا کہ تین خلفا کے کارنامے تاریخ میں بے حد قابلِ قدر ہیں:

① ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، جنھوں نے مرتدین کا زور ختم کیا۔

② عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ، جنھوں نے ظلم و بہیمیت کا صفایا کیا۔

③ متوکل علی اللہ، جس نے جہمیہ کا زور ختم کر کے سنت کو زندہ رکھا۔

اسی کے دورِ حکومت میں 234ھ میں دمشق میں ایک زبردست زلزلہ آیا، جس میں فلک بوس عمارتیں زمین بوس ہو گئیں اور 50 ہزار لوگ تباہ ہو گئے۔

Marfat.com

246ھ میں متوکل نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی عالی شان قبر کے ارد گرد کے مکانات منہدم کیے اور لوگوں کو اس کی زیارت سے منع کر دیا۔

متوکل کے زمانے میں مصر کا قاضی القضاۃ ابوبکر محمد بن ابو اللیث تھا۔ وہ ظالم اور سخت گیر اور رشوت خور تھا۔ انصاف نہ ہونے کی وجہ سے عام لوگ اس کے ہاتھوں نالاں تھے۔ حاکمِ مصر کے پاس لوگوں نے اس کی شکایات کیں، مگر حاکم نے کوئی توجہ نہ دی۔ آخر بعض لوگ حاکمِ مصر کی چشم پوشی اور قاضی کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر بغداد پہنچے۔ خلیفہ متوکل علی اللہ نے تمام شکایات بغور سنیں اور تحقیقات کا حکم دیا۔ جب یقین ہو گیا کہ لوگ واقعی اس سے نالاں ہیں تو ایسی سخت سزا دی کہ لوگ برسوں اس عبرت انگیز سزا کا ذکر کرتے رہے۔ قاضی کی ڈاڑھی منڈوا کر گدھے پر سوار کرایا اور پھر سارے شہر میں اس ہیئت کذائی کی تشہیر کی گئی اور کئی دنوں تک ہر روز اس کو بیس کوڑے لگوائے جاتے رہے اور اس کی جگہ حارث بن مسکین مالکی کو مصر کا قاضی مقرر کیا۔

رشوت خور ذہنی توازن کھو بیٹھا

ہمارے بزرگ ہندوستان (گورداسپور) سے 1947ء میں ہجرت کر کے جب پاکستان آئے تو ان کے ساتھ دیہات کے اکثر افراد بھی تھے۔ انھوں نے سیالکوٹ کے ایک دیہات لدھڑ میں ڈیرے ڈال لیے۔ ہمارے بزرگوں کے ساتھ دیہات کے کئی افراد ایسے بھی تھے، جنھیں ہمارے معاشرے میں کمین سمجھا جاتا ہے، جن میں درزی اور حجام وغیرہ تھے۔ وہ زمینداروں کی سیپ کرتے، فصل کے وقت زمیندار ان کی خدمت کرتے۔ ہمارے درزی بھی ہندوستان سے آئے تھے، ان کے لڑکے پڑھ لکھ گئے۔ ایک ان میں پٹواری لگ

Marfat.com

گیا، پٹواری لگتے ہی اس کے گھر ہر قسم کی فراوانی شروع ہو گئی۔ کشمیری مہاجرین کو جو گندم ملتی یا کمبل گھی وغیرہ ملتا، پہلے یہ اپنے گھر لاتے، پھر جو کچھ بچ جاتا ان کو تقسیم کر دیتے۔ پھر پٹواری صاحب نے مکانات اچھے بنا لیے۔ گاؤں میں اس کی سب سے بڑی کوٹھی تھی۔ بچے ان کے کویت چلے گئے۔ اب رشوت اور حرام کی کمائی نے اثرات دکھانے شروع کر دیے۔ پہلے اخلاقی قدریں پامال ہونے لگیں، دینی محبت اور غیرت کا جنازہ نکلنے لگا، انھیں احساس تک نہیں ہوتا تھا۔

بیوی خاوند کے خلاف ہو گئی، اس سے کلام کرنا دور رہا، نام لینا تک گوارہ نہیں کرتی تھی۔ لڑکے بھی والدہ کا ساتھ دینے لگے۔ گھر میں ہر وقت مار کٹائی، لڑائی جھگڑا شروع ہونے لگا، حتیٰ کہ لڑکے اپنے والد کو ڈنڈوں کے ساتھ مارتے، بیوی تماشا دیکھتی۔ پٹواری کو جب اس کے لڑکے مارتے تو اس کا باپ خوش ہوتا اور کہتا: یہ مجھے بھی مارتا تھا، میری آنکھوں کے سامنے میرا بدلہ لیا جا رہا ہے۔ اس کے لڑکے ہمارے شاگرد بھی تھے، کئی دفعہ صلح وغیرہ کروانے کے لیے بھی گئے، بلکہ ایک دن لطیفہ یہ ہوا کہ پٹواری صاحب نے مجھے کہا: آج روزہ ہمارے ہاں افطار کرنا ہے، جب مغرب کے وقت گیا، گرمیوں کے دن تھے، کہنے لگا: میں نے تو صلح کے لیے بلایا ہے، روزہ افطار کے لیے نہیں، گھر میں ہمارا خوب مذاق اڑایا گیا، روزہ افطار کر لیا؟!

اب پٹواری صاحب کی حالت یہ ہو گئی کہ گھر آتا، اسے بچے بیوی ڈنڈے مار کر نکال دیتے۔ مشہور کر دیا کہ یہ پاگل ہو گیا ہے۔ لاہور پاگل خانے میں کئی ماہ اسے رکھا گیا۔ لوگوں نے لعن طعن کی، اسے واپس لے آؤ، کھانا تک اسے گھر سے نہیں دیا جاتا تھا، پھر اس نے مانگنا شروع کر دیا۔ مختلف دکانوں پر

Marfat.com

جاتا، ٹافیاں چوری کرتا، دکاندار پکڑتے، گالیاں نکالتے، گاؤں کے بچے جدھر جاتا مذاق اڑاتے، یہ جہاں چند آدمی اکٹھے ہوتے، انھیں اپنے بچوں اور بیوی کے بارے میں لیکچر جھاڑتا اور بتاتا میرے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔ مجھے کئی دفعہ اس نے کہا: آپ امام مسجد ہیں، انھیں بتائیں، والدین کے حقوق کیا ہوتے ہیں؟ بیوی کو بتائیں: خاوند کے کیا حقوق ہیں؟ غرضیکہ اتنی رسوائی اور بے عزتی کے ساتھ اس کی موت ہوئی، گاؤں کے لوگ پناہ مانگتے تھے اور کہتے تھے: رشوت کھانے والوں کا انجام ایسے ہی ہوتا ہے۔

جہاں تک اس کے بچوں کا تعلق ہے، ان کی دیہات میں کوٹھی خالی ہے، شاید فروخت کر دی گئی ہے، لڑکے سیالکوٹ چلے گئے ہیں۔ ان کی آپس میں چپقلش ہو گئی، لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا، ان کی آپس میں مار کٹائی تک نوبت پہنچ گئی، ایک لڑکا جو اپنے والد کی خوب مرمت کرتا تھا، اس کی عمر چالیس سال کے قریب تھی، کویت ہی میں اچانک حرکتِ قلب بند ہونے سے وفات پا گیا۔ یہ تمام واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ دیہات کا شاید کوئی فرد ہو گا، جس کے ساتھ اس پٹواری نے دھوکا نہ کیا ہو، جھوٹا پرچہ نہ اس کے خلاف کاٹا گیا ہو۔ لوگ جب بھی اس کا نام لیتے ہیں کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ نام تو اس کا نور تھا، کام اندھیرے کے کرتا تھا۔ مسجد کے ساتھ اس کا گھر تھا، مسجد کے آگے جگہ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اب اس کے لڑکوں نے ساری جگہ مسجد کو دے دی ہے۔ اب شہر چلے گئے ہیں، اس جگہ کو اب کون سنبھالے گا، اب ساری بھائی فوت ہو گئے ہیں، جوانی میں اکثر فوت ہو گئے، ان کے گھروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کی جاتی ہے۔ یہی لوگ تھے جب ہندوستان سے آئے تھے، ان کی کیا حالت تھی؟

Marfat.com

اب کسی سے بات کرنا توہین سمجھتے ہیں۔ جن کے کام کر کے گزارا کرتے تھے، انھیں اب اپنے معیار کا نہیں سمجھتے۔

قبرستان کے درخت بیچ کر کھا لیے

چوہدری عبدالکریم محکمہ مال میں تھے۔ گاؤں میں ان کی بڑی عزت تھی۔ روپے پیسے کی فراوانی تھی۔ زمیندار برادری کے ساتھ ان کا تعلق تھا۔ ان کے بزرگ بڑے نیک اور اچھے آدمی تھے۔ بڑی سادہ زندگی گزارتے تھے۔ لڑکے پٹواری تھے مگر چٹے ان پڑھ، سوائے اپنے دستخط کرنے کے کچھ نہیں جانتے تھے۔ آگے منشی رکھا ہوا تھا جو ان کے سارے کام چلاتا تھا۔ معلوم نہیں انھیں پٹواری کس نے بنایا؟ وہ پاس کیسے ہو گئے تھے؟ ان کا نام حیدر زمان تھا۔

خوب رشوت لیتے تھے۔ ان کے علاوہ گاؤں میں لڑائی جھگڑا ہوا، اس میں زیادہ حصہ ان کا ہوتا تھا۔ پولیس کے ٹاؤٹ تھے۔ جھوٹے مقدمات قائم کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ ان کے گھروں کے قریب غیر مسلموں کے چالیس پچاس گھر تھے، جنھیں انھوں نے غلام بنایا ہوا تھا۔ جو ان کا کہا نہ مانتا، اس پر جھوٹا مقدمہ کر دیتے، پولیس کو بلا کر بلیک میل کرتے۔ یہ ان کا وتیرہ تھا۔ دن دیہاڑے عزتیں پامال کرنا ان کا معمول تھا۔ غریب آدمی جرأت نہیں کر سکتا تھا کہ انھیں روکے، حتی کہ جب ان کی وفات ہوئی تو قبرستان کے ایک لاکھ روپے ان کے ذمے تھے۔ مولوی صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا، ان کے لڑکوں نے کہا: ہم وہ قرض ادا کر دیں گے مگر جب جنازہ پڑھا لیا تو انھوں نے قرض دینے سے انکار کر دیا۔

Marfat.com

ان کی حرام کی کمائی کے اثرات اب ان کے لڑکوں پر ظاہر ہونے لگے۔ وفات کے بعد بھائیوں کی آپس میں کوٹھی کی تقسیم پر جھگڑا ہو گیا۔ ایک یہاں سے چھوڑ کر شہر منتقل ہو گیا، پہلے اس پر فالج کا حملہ ہوا، ایک بازو نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ اب بات بھی کرتا تو تھتھیا کر کرتا۔ یہ نوجوان علاقے میں اس کی حیثیت تھی، جس کو چاہتے گالیاں نکالتے، کسی کو جرأت نہیں تھی اس کے آگے کوئی بات کرے، خصوصاً دیہاتوں کے محنت مزدوری کرنے والے لوگوں کی عزتیں پامال کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اب یہ گاؤں سے گوجرانوالہ منتقل ہو گئے، ان کی کوٹھیاں ویرانی کی نشان دہی کرتی ہیں۔

جہاں تک دوسرے بھائی کا تعلق ہے، جس کا نام خرم تھا۔ اس کا وسیع کاروبار تھا، اگرچہ وہ سمال انڈسٹریز میں ملازم تھا، ٹھاٹ باٹ شہزادوں کی طرح تھی۔ کئی شہروں میں اس کے کاروں کے شو روم تھے۔ شہر میں کئی دکانیں تھیں۔ تھانے داروں کو گالیاں نکالتا تھا، کیوں کہ انھیں کھانے پینے کے لیے دیتا تھا۔ پولیس والوں کا ماہانہ خرچ مقرر کر رکھا تھا، اس نے اپنے عزیزوں کو بھرتی کیا ہوا تھا۔ علاقے میں چوریاں کروانا ان کا کاروبار تھا، مخالفین کو دن دیہاڑے مارتا، کوئی اس کے آگے کوئی اُف نہ کرتا، پورے علاقے میں منشیات سپلائی کرتا، اس بنا پر اس کی کوٹھی کے باہر ہر وقت بدمعاشوں کا چلتا پھرتا گروہ تھا، بارسوخ افراد کے ساتھ اس کے تعلقات تھے۔ ایک دفعہ پکڑا گیا، پھر معلوم نہیں کئی ماہ کے بعد رہا ہو کر آ گیا، پہلے سے زیادہ دلیر ہو گیا، کھلے عام منشیات کا کاروبار کرتا ہے، اس کے چمچے مخالفین کو پکڑ کر انھیں خود سزائیں دیتے، حتیٰ کہ دیہات کی لڑکیاں اٹھا کر ڈیرے میں لے آتے، کوئی نہیں پوچھتا تھا۔ دیہات میں گروہ پیدا ہو

Marfat.com

گئے، انھوں نے ایک نوجوان کو قتل کر دیا۔

پھر اس کے بعد ان کا زوال شروع ہو گیا، گھروں کے تمام افراد تالے لگا کر بھاگ گئے۔ آخر قدرت کی لاٹھی حرکت میں آئی۔ پولیس پکڑنے کے لیے گئی تو فرار ہونے کی کوشش میں کوٹھی سے گر کر ہلاک ہو گیا، یوں ایک دور کا خاتمہ ہو گیا۔ اب ان کے مکانات عادیوں ثمودیوں کی طرح عبرت کا نشان بن گئے ہیں۔ ان کے گھر والے بچے علاقہ چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں، باقی جو بچے ہیں کچھ جیلوں میں ہیں، کچھ بھگوڑے ہیں۔ لاکھوں روپے دے کر صلح کی ہے۔ جن لوگوں پر یہ گروہ ظلم کرتا تھا، ان ہی کے ہاتھوں یہ ذلیل ہوئے ہیں۔

اے چشمِ بصیرت دیکھ ذرا، حالات نے کیا رخ بدلا ہے
جو ہم پر ستم فرماتے تھے، وہی اب زیرِ ستم ہیں

ٹانگ میں گولی لگ گئی

ہمارے قریبی جس کا نام چوہدری کرم داد تھا۔ یہ ہندوستان سے ہمارے ساتھ آئے۔ ہمارے بزرگوں کے ان کے ساتھ بڑے روابط تھے۔ یہ ایسے محکمے میں بھرتی ہو گئے جہاں رشوت کا کاروبار گرم رہتا۔ پہلے سب کی حالت بڑی پتلی تھی، غربت نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، محنت مزدوری کر کے زراعت کا کام کر کے وقت گزارتے تھے۔ جب حرام اور رشوت کے پیسے آنے جانے لگے، آنکھیں بدلتی گئیں، بھائیوں کو باہر بھجوا دیا۔ خوب پیسے آنے لگے۔ زمین اور پلاٹ خریدے جانے لگے، نوکروں چاکروں کی ریل پیل شروع ہو گئی، گاؤں کے باہر سب سے بڑی کوٹھی بنوائی۔ امریکا سے مختلف چیزیں منگوا کر لگوائی گئیں۔ سولر سسٹم بھی لگایا، تاکہ بجلی بند ہو جائے تو روشنی جلتی رہے۔ گورنمنٹ کا

Marfat.com

ملازم ہوتے ہوئے سیاسی پارٹیوں میں شرکت کرنا، بلکہ دوسروں کی مخالفت میں اپنی کوٹھی کی اوپر والی چھت پر جلسے کرنا، لیڈروں کے کھانے کا انتظام کرنا، یہ اس کا معمول تھا۔ عام آدمیوں سے بات کرنا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ جس کو چاہتا، گالیاں نکالتا۔ کاروں پر آتا جاتا۔ مذہبی لحاظ سے بددین، کبھی کبھار عیدین کی نماز ادا کرنے کے لیے آ جاتا۔ اگر کہیں فراڈ کے پیسے زیادہ ملتے، گروپ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے چلے جاتے۔ ایک ساتھی نے بتایا اپنے ہوٹل میں یہ گروپ اکثر تاش کھیلتا رہتا اور مذاق کرتے رہتے کہ یہاں تاش کھیلنے کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔

قدرت کی طرف سے اسے بار بار تنبیہ آتی، یہ سمجھتا نہیں تھا۔ اس کی دو بچیاں تھیں، بچہ نہیں۔ ایک لڑکی کی شادی امریکا میں ہوگئی۔ اس کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔ دوسری ملازم تھی، اب اس کے مخالفین بھی پیدا ہو گئے۔ اس کا اپنا قریبی ہی اس کا مخالف بن گیا، جو اس کے گھر بدمعاشوں کا گروہ لاتا، فائرنگ کرتا، گالیاں نکالتا، وہ خاموشی سے کوٹھی کے اندر بیٹھا رہتا۔ اس نے اپنے بھائیوں سے زیادتی سے جائیداد ان سے مختلف حربے کر کے ہتھیا لی۔ بھائی اس کے مخالف بن گئے۔ گاؤں کے ایک آدمی نے اس کے گھٹنوں پر گولیاں مار دیں، تاکہ ساری زندگی لنگڑاتا رہے، واقعی جب تک زندہ رہا، لنگڑاتا رہا۔ شوگر کی بیماری اس کے زخم ٹھیک نہیں ہونے دیتی۔ میں پاکستان گیا تو کہنے لگا: میری صلح کرا دو، یہ آدمی مکھی نہیں بیٹھنے دیتا تھا، اب حالات ایسے ہیں کہ صلح پر مجبور ہے۔ صلح کرانے کے کچھ عرصے بعد بڑی کسمپرسی کی حالت میں فوت ہوا۔ فوت ہوتے ہی بھائیوں کے درمیان لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا۔ اس نے اپنی ساری زمین بچیوں کے نام کر دی، بھائیوں کے بارے میں کہا: وہ مر گئے ہیں۔ تحصیلدار اور

Marfat.com

کورٹ کے معاملے میں گیا، جج مذاق کے طور پر کہنے لگا: مردے زندہ ہو کر آ رہے ہیں۔ مرتے وقت بھی زیادتی سے باز نہیں رہا۔ یاد رہے ایک آدمی سے انھوں نے زمین لی، وہ فوت ہو گیا، بھاگا بھاگا گھر گیا، اس کے مرے ہوئے کے انگوٹھے لگوا لیے کہ وہ مرتے وقت زمین مجھے فروخت کر گیا تھا۔

لوگوں کے مکانات، زمینیں ہڑپ کرنے والا چند فٹ زمین لے کر دفن ہو گیا، اپنے پیچھے عبرت کے بڑے نشانات چھوڑ گیا۔ کاش! اس سے کوئی سبق حاصل کرے۔ اب وہی کوٹھی جس پر فخر کرتا تھا، اب وہی ان کے لیے وبالِ جان بن گئی ہے۔ اب فروخت کرنا چاہتے ہیں، کوئی لینے والا نہیں۔ اب صرف عورتیں ہی اس میں رہتی ہیں۔ سب بہن بھائیوں اور بھتیجوں نے منہ موڑ لیا ہے۔ کوئی پرسان حال نہیں۔ اس آدمی کے بڑے بھائی کو اس کے بیوی اور بچی نے گھر سے باہر نکال دیا۔ رات بھر باہر بیٹھا رہا، دل کا دورہ پڑا اور انتقال کر گیا۔ اب گھر والے پچھتاتے ہیں، ہم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ لوگوں سے منہ چھپاتے پھر رہے ہیں، ہم سے کیا غلطی سرزد ہو گئی؟

رشوت خور پولیس افسر

ہمارے قریب ''آ کی والا'' گاؤں ہے جو چوری اور غلط کاموں کی وجہ سے کافی مشہور تھا۔ گاؤں کے چوہدری راجپوت برادری کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ دین سے بہت دور، بلکہ دین والوں کو بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ شرابیں عام پیتے تھے۔ رمضان المبارک آتا گزر جاتا، انھیں پتا نہیں ہوتا آیا ہے کہ نہیں۔ ان کے گاؤں میں ایک بڑا بدمعاش ہوا تھا۔ جس نے پورے علاقے میں دہشت

Marfat.com

پھیلا رکھی تھی۔ وہاں کا ہر آدمی جب باہر کہیں جاتا تو کہتا: تمھیں پتا نہیں میں کس گاؤں کا رہنے والا ہوں؟ گاؤں کا ہر فرد اپنے آپ کو چھوٹا موٹا بدمعاش سمجھتا تھا۔

پولیس کا ایک آدمی جس کی شادی ہمارے گاؤں میں ہوئی وہ برے کاموں، رشوت خوری کی وجہ سے بڑا مشہور تھا۔ کوئی آدمی اس کے سامنے نہیں آتا تھا۔ جس کی چاہتا بے عزتی کر دیتا۔ شادی شدہ ہونے کے باوجود بے حیائی عام کرتا تھا۔ ویزوں کا دھندا بھی اس نے شروع کیا تھا، کئی لوگوں سے پیسے لے کر بھگوڑا ہو گیا، اگر کبھی ملاقات ہو جاتی تو آنکھیں دکھاتا تھا۔ ان بری عادات کی وجہ سے پورے علاقے میں مشہور تھا۔ پولیس میں اس کا بڑا اثر و رسوخ تھا، جسے چاہتا پولیس سے مرواتا بھی۔

اتفاق کی بات ہے اس کا لڑکا بھی پولیس میں بھرتی ہو گیا۔ پھر تو اور زیادہ شیر ہو گیا۔ اس کی اپنے ہمسایوں سے گڑ بڑ ہو گئی۔ ان کی لڑکی کو بری نظر سے دیکھتا تھا۔ وہ ہمسایہ بھی اس کی اپنی برادری کا تھا۔ آدمی کتنا ہی بڑا بااثر ہو، اہل و عیال اور برادری والے اس کو اہمیت نہیں دیتے، گھر کی مرغی دال برابر ہوتی ہے۔ افرادی قوت ان کے پاس زیادہ تھی، انھوں نے اسے پکڑ کر بے بہا مارا، حتیٰ کہ کپڑے اتار کر اسے بے عزت کر دیا۔ اس لڑکے کی جعلی سند تھی، پولیس سے اسے نکلوا دیا۔ اسے انھوں نے اتنا ذلیل و خوار کیا کہ وہ باہر منہ نکالنے کے قابل نہیں رہا۔ اتنا مجبور ہوا کہ گاؤں چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔

یہ مکافاتِ عمل ہے، ہر فرعون کے لیے موسیٰ ہے۔

Marfat.com

باب 11

فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں

انسان کا اپنی حیثیت اور موقع کی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کا نام فضول خرچی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا﴾ [بني إسرائيل: ٢٦]

''اور قرابت دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو بھی، اور فضول خرچی سے مال نہ اڑا۔''

نیز فرمایا:

﴿وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ﴾ [الأنعام: ١٤١]

''اور فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

فضول خرچی کی جتنی بھی اقسام ہیں، چاہے وہ شادی بیاہ کی تقریبات پر کی جائیں یا غم کے موقعے پر کی جائیں، سب ناجائز ہیں۔

معیار دین داری نہیں تھا

نبی کریم ﷺ نے شادی کے انتخاب کے لیے جو معیار مقرر کیے ہیں، اگر

Marfat.com

ان کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر شادی کے اندر برکت ختم ہو جاتی ہے۔

برطانیہ میں تو یہ بیماری بہت زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ آزاد کشمیر کے ہیں۔ سب سے پہلے یہ برطانیہ آئے، تعلیم یافتہ نہیں تھے، اکثر وہاں بھی محنت مزدوری کرتے تھے یہاں آ کر بھی فیکٹریوں میں کام کرنا شروع کر دیا۔ پھر انھوں نے اپنے بچے منگوا لیے۔ کچھ پڑھ لکھ کر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو گئے۔ کچھ نے اپنے کاروبار خوب چمکائے۔ بچے بچیاں یہاں کے ماحول سے متاثر تھے۔ رشتے داریاں کرنے لگے تو پاکستان سے بچیوں اور منگیتروں کو منگواتے تھے۔ ان دونوں کے خیالات، سوچ میں فرق تھا۔ اس وقت ذہن میں یہی تھا اپنا بھتیجا، بھتیجی رشتے دار آ جائے۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا والدین کے اصرار پر انھوں نے شادیاں تو کر لیں بعد میں اس کا نتیجہ انھیں جلدی ہی بھگتنا پڑا۔ گھروں میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا، طلاقوں تک نوبت پہنچ گئی۔ جس نے والدین کے کہنے پر لڑکی آزاد کشمیر سے منگوائی، اس کے بعد اسے چھوڑ دیا۔ انگریز عورتوں کے ساتھ تعلقات قائم کر لیے، کچھ نے بچے پیدا کرنے کے لیے لڑکیاں رکھ لیں، عیاشی انگریز عورتوں کے ساتھ کرتے رہے، بلکہ علی الاعلان انھوں نے اللہ کی حدود کو توڑنا شروع کر دیا۔ بچے اور بچیوں میں بغاوت کا اثر دیکھا جانے لگا۔ وہ گھروں سے بھاگ گئے، اب والدین پچھتا رہے ہیں یہ کیا ہوا؟ یہ تو ہونا تھا جو فصل جس انداز سے بو رہے تھے، اسے کاٹنا بھی تو ہے۔

ہم نارتھ یارکشائر میں کافی عرصہ رہے، یہ ساری باتیں وہاں دیکھیں۔ اب ایک ایسی بچی کی کہانی بتا رہے ہیں جو انتہائی نیک، دین دار، پردے کی پابند، نماز روزہ باقاعدگی سے ادا کرتی تھی۔ جمعے کی نماز اور درس میں ضرور شریک ہوتی تھی۔ اس

Marfat.com

کی شادی پاکستان آزاد کشمیر چچا کے لڑکے سے کر دی گئی جب یہاں آیا تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے، ان کی طبیعتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ لڑکا بے نماز، بے دین، آوارہ گرد، نہ اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ نہ گفتگو کا سلیقہ۔ بچی نے والدین کو خوش کرنے کے لیے یہ شادی کی، وگرنہ کوئی میل جول نہیں تھا۔ نیز پاکستان اور آزاد کشمیر سے جو منگیتر آتے ہیں ان کے ذہن میں یہ تصور ہے کہ برطانیہ بڑی عیاشی ہے، آزادی ہے جو کچھ مرضی کریں، خوب شرابیں پئیں یہاں ہر سٹور سے مل جاتی ہے۔

چنانچہ اس نے بھی جس کا (فرضی) نام طفیل احمد تھا کام شروع کر دیا، ٹیکسی چلانے لگا، انگریز عورتوں کے پیچھے پھرنے لگا۔ آخر برائی کب تک چھپی رہتی ہے اس کے اثرات جلدی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ گھر میں دھواں نکلنے لگا، باہر بھی لوگ دیکھنے لگے۔ ایک دن یہ نوجوان مسجد میں آ گیا۔ میں نے مذاق کے طور پر پوچھا: خیریت تو ہے کہنے لگا خیریت نہیں، کیا ہوا؟ کہنے لگا: بیوی نے گھر سے نکال دیا۔ برطانیہ میں عورتوں کو اختیار ہے، پولیس گھر سے نکال سکتی ہے، پابندی لگا دی جاتی ہے اس علاقے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ میں نے لڑکی سے رابطہ، کیا وہ ہمارے قریب رہتی تھی۔ مسجد میں آتی تھی، عزت و احترام کرتی تھی، اسے سمجھایا۔ یاد رہے اس دوران اس کے دو بچے بھی ہو گئے تھے۔ لڑکی نے جب صورتِ حال واضح کی حیران رہ گیا۔ پھر کہنے پر اس شرط پر معاف کیا یہ نماز باقاعدگی سے ادا کرے، ٹیکسی نہ کرے، شراب سے توبہ کرے، یہاں تک اس نے کہا کہ یہ میری ذمے داری ہے اسے کما کر دوں۔ چنانچہ اس نے وعدہ کیا میں یہ سارے کام کروں گا۔ چند دن بعد وہ اپنی کار وغیرہ اور پاسپورٹ کچھ پیسے لے کر چلا گیا۔ اس لڑکی نے خلع لے کر اور شادی کر لی، اب یہ اپنے گھر میں بڑے سکون کے

Marfat.com

ساتھ رہ رہی ہے، اس نے بھی شادی کر لی ہے، وہ کسی دوسرے شہر میں رہتا ہے۔

جب شادی کرتے وقت معیار نہ دیکھا جائے، اسے مدِنظر نہ رکھا جائے صرف رشتے داری، اس پر احسان کرنا، اسے برطانیہ منگوا کر نہ رکھا جائے تو پھر نتائج ایسے ہی نکلتے ہیں۔ کاش! اپنے معیار بدلیں، وہی چیز دیکھیں جو شریعت نے رکھی ہے، اللہ تعالیٰ برکت بھی ڈالتا ہے اور اولاد بھی نیک فرماں بردار ہوتی ہے۔

شادیاں ہیں یا فلم کی شوٹنگ؟

برطانیہ میں شادیوں پر نمود و نمائش کرنا، روپیا پیسا پانی کی طرح بہانا، مہنگی کاریں کرائے پر لینا، بے پردگی، بے حیائی، دینی اقدار کا مذاق اڑانا، یہ تو عام وبا کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ نام نہاد دین دار اپنے آپ کو توحید پرست، کتاب و سنت پر عمل کرنے والے کہلانے والوں کی کچھ شادیوں میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ان کی دین داری صرف مسجد کی حد تک ہے۔ کتاب و سنت کا پرچار صرف چند مسائل تک محدود رکھتے ہیں، حالانکہ شریعت کا خیال تو ہر مقام پر خصوصاً خوشی میں تو زیادہ رکھنا چاہیے، کسی میرج ہال میں جا کر دیکھ لیجیے، یہاں کوئی تمیز نہیں، یہ کون ہے؟ حتیٰ کہ غیر مسلم بھی شاید اتنی بے پردگی نہ کرتے ہوں، جتنی مسلمانوں کی شادیوں میں ہوتی ہے، خصوصاً دین داروں میں۔ یہ لوگ مساجد میں تو لوگوں کو ٹکنے نہیں دیتے، ٹوپی نہیں لی، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، بازاروں، شاپنگ سنٹروں میں جائیں تو بچیاں بیویاں بے پردہ ہوتی ہیں، وہ ساتھ بڑے آرام سے چلتے رہتے ہیں۔

دین داری کا جنازہ تو شادی کے ہالوں میں ہوتا ہے۔ کسی جگہ تھوڑا سا کھڑا

Marfat.com

ہو کر دیکھیں۔ حاجی صاحب، صوفی صاحب آ رہے ہیں۔ کار سے اترتے ہیں، ساتھ بچیاں ہیں، ان کی طرف ان کا دھیان نہیں ہوتا، حتیٰ کہ ایک دو شادیوں میں شریک ہونے کا موقع ملا، ان رفقا سے بات ہوئی، وہ خود ہی کہنے لگے: ہم نام نہاد دین دار اور توحید پرست کہلاتے ہیں، ہمارے گھروں کے حالات کوئی دیکھے۔ شادیوں میں جا کر شریک ہو کر کوئی پہچان ہی نہیں سکتا۔ یہاں سنتِ رسول ﷺ (نکاح) ادا کرنے کے لیے آتے ہیں یا کسی فلم کی شوٹنگ کے لیے آتے ہیں۔

گانے بجانے، ڈانس تو عام ہیں۔ لڑکے لڑکیاں خوب کرتے ہیں، جواز یہ مہیا کیا جاتا ہے، شادیوں میں کچھ گانے بجانے کی اجازت ہے۔ ایک شادی میں گئے، پکے توحید پرست تھے، اپنے شہر سیالکوٹ کے رہنے والے تھے، علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ کے ساتھ اپنا تعلق جوڑتے تھے۔ ٹاؤن ہال میں بارات لے کر آئے، گولہ باری شروع کر دی، فائرنگ ہونے لگی، ہم تو باہر آ گئے، وہاں گئے ہی نہیں، بلکہ اس کے بعد اکثر شادیوں میں شریک ہی نہیں ہوتے، پہلے پوچھ لیتے: کیا کچھ ہو گا؟ اگر کچھ معلوم ہو جائے کہ سنت کی خلاف ورزی ہو گی تو معذرت کر لیتے۔

مانچسٹر کے ایک کاروباری ساتھی جو اپنے اپ کو بڑے دین دار کہلاتے تھے، ان کے لڑکے کی شادی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ دیکھ کر حیران رہ گئے، ان کی دین داری یاد آنے لگی۔ یہ کتاب و سنت کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتے، یہ کیا ماجرا ہے۔ پتا چلا چونکہ یہ کاروباری ساتھی ہیں، اس لیے ہر قسم کے لوگوں کو دعوت دی ہوتی ہے۔ عورتیں مرد مخلوط تھے۔ پوچھا: ایسا کیوں ہے؟ بتایا گیا: امیروں کی شادیاں ایسی ہی ہوتی ہیں، غیر مسلم کاروباری لوگوں کو دعوت دینی پڑتی ہے۔

ہمارے وہ بھائی جو برطانیہ سے پاکستان جا کر شادیاں کرتے ہیں، اپنی دولت

Marfat.com

کی خوب نمایش کرتے ہیں، برادری علاقے میں خوب دھوم مچاتے ہیں۔ یہاں سے ایک ساتھی گیئے، ہیلی کاپٹر کے ذریعے انھوں نے پیسے پھینکے اور پھول نچھاور کیے۔

سنت ادا کرتے وقت اگر شریعت کے اصولوں کی کھلی خلاف ورزی کی جائے تو وہاں برکت کیا ہو گی؟ وہ شادیاں کامیاب کیسے ہوں گی؟ ان خاندانوں میں محبت والفت کیسے بڑھے گی؟ ان کی اولاد نیک کیسے ہو گی؟

جعلی دین داری کا پرچار کرنے والوں کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔ دوسروں کی اصلاح کرنے سے قبل پہلے اپنی فکر کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں کہا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [الصف: ۲]

''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟''

سونے چاندی کے گلاس میں دودھ پلائی

ایک راشی کا پہلے ذکر کیا تھا، مال و دولت کی کتنی فراوانی تھی، اس کا انجام کیا ہوا؟ پھر بھی ان کے خاندان والوں نے عبرت نہیں پکڑی۔

یہ ہمارے اپنی برادری کے تھے۔ ان کے ساتھ ہمارے روابط بھی بڑے پرانے ہیں۔ ہندوستان سے ہمارے اور ان کے بزرگ اکٹھے ہی ہجرت کر کے آئے تھے۔ ان کی دو ہی بچیاں ہیں۔ ایک کی شادی پاکستان میں ہوئی۔ وہ نرس ہے، اس کی صرف بچیاں ہی ہیں۔ دوسری بہن جرمنی میں ہوتی ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں۔ انھوں نے کراچی سے کسی کا بچہ لے کر پالا ہے۔ اب اس کی شادی کرنے کے لیے پاکستان تشریف لائے ہیں، شادی بھی اپنی بہن کی بچی کے ساتھ کر رہے ہیں۔ پورے علاقے میں ان کی شادی کی دھوم مچی ہوئی ہے۔

Marfat.com

حالت یہ ہے کہ گھر کے اندر کوئی آدمی موجود نہیں جو انتظامات کرنے ہیں، خود ہی کر رہی ہیں۔ سیالکوٹ میں ان کو کوئی مناسب میرج ہال نہیں ملا جو ان کے شایانِ شان ہو، گوجرانوالہ میں انھوں نے ہال بک کرایا ہے، دلہن کے لیے جو شادی کا جوڑا پہننا ہے، ایک لاکھ بیس ہزار کا ہے، دوسرے دن جو پہننا ہے، وہ 80 ہزار کا ہے، اسی طرح جس گلاس میں دولہے کو دودھ پلایا جانا ہے وہ سونے اور چاندی کا ہے، باقی چیزوں کا شمار نہیں۔ انھیں اس چیز کا احساس نہیں کہ ان کے والد کے ساتھ کیا گزری؟ ان کے حالات کیا ہیں؟ دولت سمیٹی نہیں جاتی۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کریں، غریبوں کی امداد کرتیں، اس چیز کا خیال نہیں۔ دولت انسان کو اندھا کر دیتی ہے، ہوش ہی نہیں اپنے قریبی کیسے غربت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

قدرت کی طرف سے تنبیہ بھی ہوتی ہے۔ والد کی ٹانگ میں کسی نے گولی مار دی تھی، وہ معذور ہو کر دنیا سے گیا ہے۔ ایک کی اولاد ہی نہیں، دوسری کے خاوند کے ساتھ اچھے تعلقات نہیں، باہر رہتا ہے، مشہور ہے اس نے دوسری شادی کر لی ہے۔ ایسے حالات ہیں، پھر بھی عبرت حاصل نہ کریں ع

حذر اے چیراں دستاں سخت ہے قدرت کی تعزیریں

گاؤں میں سب سے بڑی کوٹھی میں وہ رہی ہیں، سکون نہیں، سوچ رہی تھیں فروخت کر کے کہیں چلی جائیں۔ اس کے باوجود یہ نمود و نمایش، فضول خرچی، آخر کس لیے؟ کس کو دکھانا ہے؟ ابھی زیورات، کپڑے، دیگر اشیا ان کے علاوہ ہیں۔ بارات لے جاتے، خوراک کا کتنا خرچ ہو گا، منہدیاں لے جانا، مایوں ڈالنا، میل کرنا، منہ دکھائی، سب کا حساب کریں تو لاکھوں روپیا بنتا ہے۔ آخر اس

Marfat.com

کا کیا مقصد ہے؟ وہ تمام رسومات جو ہندوؤں کی ہیں وہ تمام ادا کی جا رہی ہیں۔صرف نکاح سنت ہے، باقی آج کل کوئی چیز بھی سنت نہیں رہی۔

چند شادیوں کا حال

ہمارا گھرانہ مذہبی ہے، والد صاحب مرحوم مذہبی تھے۔ اس لیے مولویوں کی فیملی کے نام سے مشہور ہیں۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے آئے۔ لٹے پٹے تھے۔غربت نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حالات بدل دیے، وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ اب اپنے پورے خاندان میں ہماری مولویوں کی فیملی تعلیم یافتہ، مذہبی اور خوش حال ہے۔ یہ اللہ کا کرم ہے، وگرنہ جو حالات پہلے تھے ان کو دیکھ کر کوئی سوچ نہیں سکتا، ایسے بھی ہو سکتے ہیں۔ ہم ادھر انگلینڈ میں آ گئے، بچے پڑھ لکھ گئے، دونوں کی شادیاں اپنے بھتیجوں سے کیں۔ مسجد میں نکاح ہوا، سادگی سے رخصتی ہوئی۔ برادری والوں نے بڑے طعنے دیے، یہ انگلینڈ سے آئے ہیں، ان کی تو کسی بات سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ ولایتی ہیں۔ کچھ نے کہا: اگر پیسے نہیں ہیں تو ہم دے دیتے ہیں۔ ذرا علاقے میں پتا تو چلے ولایتیوں کی شادیاں ہیں۔ کچھ نے کہا: اگر پاس چاول نہیں تو ہم دے دیتے ہیں، کچھ کر کے دکھاؤ، ہم نے مختصر سا ولیمہ کیا، باقی پیسے مسجد تعمیر ہو رہی تھی اس میں دے دیے۔ کچھ غریب خاندان کی بچیاں شادی کے قابل تھیں، ان کی شادیاں کرائیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، دونوں شادیاں کامیاب بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت ڈالی ہے۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں، اللہ نے ہر چیز دی ہے۔ یہاں برطانیہ میں بچوں کا اپنا کاروبار ہے، بچے ڈاکٹر بھی ہیں۔ یہ اس کی کرم نوازی ہے، اس

Marfat.com

نے اپنی اصلیت نہیں بھولنے دی۔ مذہبی حس بچوں اور بچیوں میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ دیارِ غیر میں بھی اسے سلامت رکھے۔ آمین۔

میں نے اپنی فیملی کی چند شادیاں بھتیجے، بھانجیوں کی کی ہیں۔ اس طریقے سے کی ہیں کہ میرے بارے میں مشہور ہے کہ میں فضول خرچی نہیں کرنے دیتا۔ ذرا شوشا بھی نہیں کرتے دیتا۔ نمود و نمایش کے قائل نہیں۔ بارات والوں کو کہہ دیتے ہیں: چند افراد آئیں اپنے گھر سے جو کچھ کرنا ہے کریں۔ اپنی فیملی کی عورتیں کچھ کرنے لگیں، انھیں سختی سے روک دیا۔ اب کچھ انھیں احساس ہوا۔ اب سارے کہتے ہیں: پہلے تو ہم ناراض تھے، مگر اب خوش ہیں، سادگی کے اندر ہی عزت ہے، بلکہ اپنے قریبی انتظار کرتے رہتے ہیں، کب برطانیہ سے واپس آئیں، تاکہ شادیاں کریں اور سادگی اپنائیں۔ میرے بعد کسی شادی کا پتا چلتا ہے تو ٹیلی فون کے ذریعے انھیں تلقین کر دیتا ہوں: ہم کیا تھے؟ ہمارے حالات کیسے تھے؟ بزرگ کیسے ہندوستان آئے؟ کیسے محنت مزدوری کرتے رہے؟ نیز اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو غریبوں کی مدد کریں، کچھ فلاح کے کام ہم نے شروع کیے ہیں، ان میں چندہ دیں۔ کچھ سن لیتے ہیں، کچھ نظر انداز کرتے ہیں، یہ ولایت میں رہتے ہیں، انھیں کیا پتا پاکستان میں شادیاں کیسے کی جاتی ہیں؟ فلاں کینیڈا میں رہتے ہیں، فلاں کویت سے آئے ہیں، انھوں نے اتنی شاندار طریقے سے شادیاں کیں، پورے علاقے میں دھوم مچ گئی ہے۔ یہ مولوی کا مولوی رہا، مذاق اڑاتے ہیں، بچوں کا مذاق اڑاتے ہیں، ولایت میں رہ کر ڈاڑھیاں رکھی ہوئی ہیں، بچیاں پاکستان جاتی ہیں، پردہ کرتی ہیں، انھیں حیرانی ہوتی ہے۔

اب اپنے بچوں بچیوں کی شادیوں کا تذکرہ ہو جائے:

Marfat.com

پتا چلا اپنے قریبی کی شادی میرج ہال میں کی گئی، مجھے اطلاع ملی تو انھیں سمجھایا: خدا سے ڈریں، میرج ہالوں کو چھوڑیں، ہمارے اپنے گھر اللہ کا احسان ہے، اتنے بڑے ہیں، پوری پوری بارات ادھر آ سکتی ہے۔ لوگ ہمارے گھروں کے صحن شادیوں کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ وہ کہتے: ہم نے معاشرے میں رہنا ہے، ہمیں یہاں کے حالات کا علم ہے یا تمھیں؟ اس مولوی پن کو اپنے پاس ہی رکھیں۔ ذرا لوگوں کو بھی دکھانا ہے، ہم کیا ہیں؟ پھر جہاں شادی ہو رہی ہے، وہ تعلیم یافتہ، کھاتے پیتے ہیں، ان کی ڈیمانڈ ہے، ایسے ہو۔ جس کا نتیجہ کیا نکلا، چند ماہ بعد اختلافات شروع ہو گئے، وہ لڑکا اچھا نہیں ہے، اس میں کیڑے نکالنے شروع کر دیتے ہیں۔ اب معلوم نہیں کیا حالات ہیں؟ جہاں اپنی اصلیت یاد نہ رکھی جائے، شریعت کے اصولوں کی پابندی نہ کی جائے، وہاں امن وسکون کیسے رہ سکتا ہے؟

ایک قریبی ساتھی جو امریکا میں کئی سال رہے ہیں، آدھی زندگی انھوں نے پیسے کمانے میں گزار دی۔ بچوں کی طرف توجہ کم دی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر بچے بچیاں آوارہ ہیں، بات ہی نہیں سنتے، اپنی مرضی کرتی ہیں، جہاں رشتے کی بات کرتے ہیں، فوراً انکار کر دیتے ہیں۔ اب یہ شادی کی عمر سے آگے جا رہے ہیں، والدین پریشان ہیں کیا کریں؟ انھیں احساس نہیں، یہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں، یہ بڑے ماڈرن ہیں، ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے۔

حالات اگر ایسے ہو جائیں تو بچے بچیاں اپنی مرضی کریں گے۔ کیوں نہیں، شریف آدمی دیکھ کر یا جہاں یہ راضی ہیں، شریعت کا بھی یہی اصول ہے۔ ان کی مرضی کے بغیر شادی نہ کریں، ہم کب برادری کے جنجال سے نکلیں گے، سمجھائیں تو مذاق اڑاتے ہیں، بلکہ کہتے ہیں: انھیں کیا پتا معاشرے میں کیسے رہنا

Marfat.com

ہے؟ اللہ کے بندو! اگر اللہ دولت دے تو اس کے راستے میں خرچ کریں، غریبوں کے ساتھ تعاون کریں، جن بزرگوں کی اولاد ہیں، ان کے نام پر کوئی فلاحی کام شروع کردیں، پھر دیکھیں اللہ کیسے برکت ڈالے گا۔

ایسی شادی کوئی کر کے تو دکھائے

ہمارے بزرگ بتاتے ہیں، ہندوستان میں ہمارے علاقے گورداسپور میں ایک بڑا امیر رہتا تھا، جس کی امارت کے چرچے ہر جگہ تھے۔ اس کے پاس بے شمار دولت تھی۔ کوئی بھی کام ہوتا اس میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرتا، تاکہ پتا چلے کہ واقعی اس کے پاس دولت کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ اس کی لڑکی کی شادی تھی، کہنے لگا: ایسی شادی کروں گا کہ پورے علاقے کے اندر ایسی شادی کسی نے نہیں کی ہوگی۔

اس دور میں رواج تھا، بارات دور سے آتی، انھیں اپنے ہاں مہمان ٹھہراتے، دن رات اس کی تواضع اچھی طرح کرتے، علاقے کا بڑا زمین دار تھا، اس نے بڑی بارات منگوائی، پھر ساری بارات گھوڑوں پر آئی۔ گھوڑوں کے لیے آدمی مقرر کیے جو ان کی خوراک کا انتظام کرتے تھے۔ ان کی حفاظت کے لیے مخصوص جگہیں مقرر کیں۔ پھر اس نے بارات کو کئی روز تک اپنے ہاں ٹھہرایا، روزانہ رنگ برنگے کھانوں کے ساتھ تواضع کی جاتی، اتنا اس نے خرچ کیا کہ پورے علاقے میں اس کی دھوم مچ گئی۔ ہر ایک کی زبان پر یہی تھا:

آج تک ہم نے ایسا امیر آدمی نہیں دیکھا جس نے اتنا خرچ کیا ہو۔

حالات نے ایسا پلٹا کھایا، جتنی جائیداد تھی، ساری ختم ہوگئی، قرض اتنا ہو گیا، کوئی چیز اس کے پاس نہیں رہی، اتنا بڑا زمین دار ہونے کے باوجود بالکل کنگال ہوگیا، حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ یہی آدمی دوسرے زمین داروں

Marfat.com

کے ڈیروں پر جاتا، ان کے حقے میں آگ رکھتا، ایک آدمی اس کا واقف کار تھا، اس کو جب حالات کا علم ہوا تو اس نے بڑے افسوس کا اظہار کیا: شیخ کہاں وہ دولت اور امارت اور کہاں یہ غربت اور غریبی؟ کہنے لگا: جو کچھ میں نے کر دیا ہے، ایسا کوئی کوئی تو کر کے دکھائے۔ اس آدمی نے کہا: تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے، کسی کے ساتھ ایسا ہوا تو نہیں؟ خدا سے ڈریں، اپنی اوقات میں رہیں، اپنے بزرگوں کو یاد کریں، وہ کب سنتے ہیں۔

دولہے کے والد ڈاکٹر کے نام سے مشہور ہیں، انھیں سمجھایا، وہ تو سمجھے مگر دوسرے نہیں سمجھے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ میں نے اسے بتایا: میرا حق بنتا ہے، آپ کو آگاہ کر دوں، باقی آپ کی ذمہ داری ہے، کیا کرتے ہیں۔ امام مسجد جو چچا زاد ہیں، انھیں بھی پیغام بھجوایا، تم مساجد میں کیا کرتے ہو؟ تم انھیں وعظ و تبلیغ کیوں نہیں کرتے؟ سادگی کا درس کیوں نہیں دیتے؟ کیا لوگ ہمیں جانتے نہیں ہم کیا ہیں؟ میلے میں چکیرا (بلبل) کی کون سنتا ہے، اپنوں کی بات کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

یہ چند حقائق تھے جو ہمارے اپنے بھائیوں بھتیجوں کے بارے ہیں، یہ اس لیے تحریر کیے ہیں کہ ان سے ہمدردی ہے۔ آیندہ باز رہیں، اپنی اصلیت کو نہ بھولیں۔ بزرگوں کی خدمات کو یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اللہ سے دعا ہے، اے اللہ! مال دے تو اپنے راستے میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دے۔

Marfat.com

باب 12

بے حیائی کی مذمت...... اسلام کی روشنی میں

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النور: ۱۹]

''بے شک جولوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

بے حیائی پھیلانے کی جتنی بھی صورتیں ہیں، خواہ بدکاری کے اڈے، گندے رسالے، گانے، کلب اور ہوٹل، فلمیں، رقص و سرور کی مخلوط محفلیں، تہذیب و ثقافت کے نام پر تقریبات، سب اسی زمرے میں آتی ہیں۔ آخرت میں تو ان لوگوں کو سزا ملتی ہے، دنیا میں بھی ایسے لوگ ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔

چند سینما مالکان اور اداکاروں کے حالات

سینما کے مالک نے خود اپنے حالات بیان کیے ہیں:

حافظ آباد کے ایک سینما کے مالک نے اپنے ایک مراسلے میں کہا: میں تحریکِ پاکستان کا ایوارڈ یافتہ رکن ہوں، 1948ء میں جہادِ کشمیر میں حصہ لے

Marfat.com

چکا ہوں۔ گورنمنٹ گرلز کالج گوجرانوالہ کے ہوسٹل کی تعمیر میں میرا حصہ سب سے زیادہ تھا۔ میں نے حافظ آباد میں ایجوکیشن ایڈ کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے گرلز ہائی سکولوں کی تعمیر میں اہم کردار ادا کیا اور گرلز کالج بھی بنوایا۔ میں نے حافظ آباد میں معذور لوگوں کی عید ملن پارٹی کا آغاز کیا، لیکن میرے ساتھ ظلم ہوا۔ میرے بھتیجوں نے میری زرعی زمین پر قبضہ کرلیا، مکانوں، پلاٹوں اور ویگن سٹینڈ اور میرج ہال پر بھی انھوں نے قبضہ کرلیا۔ مجھے زبردستی حافظ آباد سے نکال دیا ہے اور اب میں گلبرگ لاہور میں بے بسی کی زندگی گزار رہا ہوں، براہِ کرم میری مدد کی جائے، میری جائیداد واگزار کرائی جائے۔

مکتوب نگار نے مزید لکھا ہے: میری بیگم لندن یونیورسٹی سے مسلم فیملی لاء میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اور ڈیڑھ سال سے بیمار اور صاحبِ فراش ہے، میرا ایک ہی بیٹا ہے، وہ بھی عرصے سے بیمار رہتا ہے۔

اس مکتوب کے آخر میں محمد شفیع کا موبائل نمبر بھی لکھا تھا، میں نے فون کیا اور معلوم کیا کہ ان کے بیٹے کو کیا تکلیف ہے تو انھوں نے بتایا کہ وہ کسی ذہنی مرض میں مبتلا ہے۔ دو بار اس کی شادی کی ہے مگر دونوں بار ناکام رہی ہے۔ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے، گویا موصوف کی نسل چلنے کا امکان نہیں رہا۔

قارئین کرام! میں یہ خط پڑھ کر جس نتیجے پر پہنچا ہوں، وہ یہ ہے کہ مکتوب نگار نے حافظ آباد میں پاکستان کے فوراً بعد ایک سینما تعمیر کیا تھا اور اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں فحاشی اور بے حیائی کی کھلم کھلا اشاعت شروع کردی۔ بس اس گناہ کا وبال ہے جو اسے لے بیٹھا ہے۔ بیوی ڈیڑھ سال سے معذوری کی زندگی گزار رہی ہے، بیٹا ذہنی مریض اور لاولد ہے اور ساری جائیداد پر اپنوں نے قبضہ کر کے اسے شہر بدر کردیا ہے۔ یہ دنیا کے ''عذاب الیم''

Marfat.com

کا ایک ہلکا سا نقشہ ہے، جو فحاشی کی اشاعت کے صلے میں سامنے آیا ہے۔

اسی طرح مرید کے میں 1965ء میں ایک سینما تعمیر ہوا، اس کے مالکان دو بھائی تھے۔ تاج دین اور دین محمد، جو راجپوت تھے۔ وہ علاقے کے بڑے زمین دار تھے اور مختلف دیہاتوں میں ان کے چار مربع زرعی زمین تھی۔ وہ علاقے کے بڑے زمین دار تھے۔ لاہور میں ان کی بڑی جائیداد بھی تھی۔ یہ لوگ بڑے خوش حال تھے، دنیا جہان کی ساری سہولتیں اور آسایشیں انھیں حاصل تھیں۔ ٹریکٹر ٹرالی، گاڑی، ٹیوب ویل، جانور اور نوکر چاکر سب کچھ تھا۔

دس سال تک ان کا سینما چلا، بڑا روپیا پیسا کمایا، پھر قانونِ قدرت حرکت میں آ گیا۔ سینما نے اس خاندان کو تباہ کر دیا۔ اب حالت یہ ہو گئی ہے، سب کچھ برباد ہو گیا۔ ساری زمینیں، جائیدادیں، ہر چیز ختم ہو گئی۔ سینما کی آدھی زمین فروخت ہو گئی، دونوں بھائیوں کی اولادوں میں سے کوئی بھی تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ خاندان کے سارے نوجوان نشے پر لگ گئے، عزت خاک میں مل گئی، اس قدر کنگال ہو گئے کہ جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے دونوں بھائیوں کے بیٹے بہت معمولی مزدوری کرنے پر مجبور ہو گئے۔ غلہ منڈی میں بوریاں ڈھو کر گزارہ کر رہے ہیں۔ یہ نہ دین کے رہے نہ دنیا کے!

بے حیائی پھیلانے میں اداکار اور اداکارائیں سب سے آگے ہوتے ہیں۔ جتنے بھی مشہور اداکار ہوتے ہیں، ان کی زندگی پر نظر دوڑائیں، باوجود بلندیوں کے پہنچنے کے ان کا انجام کیا ہوا؟

مدھو بالا مشہور اداکارہ تھی، لوگوں کے دلوں پر راج کرتی تھی، وہ اتنی بیماریوں کے اندر مبتلا رہی، کئی لوگوں سے شادی کی، آخر نوبت طلاق تک پہنچی۔ اس کے آخری الفاظ یہ تھے:

Marfat.com

''یہ میرے لیے خوشی اور اطمینان کی بات ہے کہ میں مر رہی ہوں،
میں نے زندگی میں لوگوں کو خلوص دیا، مگر بدلے میں مجھے دھوکا ملا۔''
کسی شاعر نے شاید اسی خاتون کے بارے میں کہا تھا:

منحصر مرنے پر ہو جس کی امید
نا امیدی اس کی دیکھا چاہیے

اسی طرح روحی بانو، ٹی وی کی خوب صورت اور اعلیٰ تعلیم یافتہ اداکارہ تھی۔ بڑی مشہور تھی، اسے کبھی سکون نہیں ملا، وہ نفسیاتی مریض بن گئی۔ اکلوتے بیٹے کے قتل کے بعد وہ مینٹل ہسپتال میں باقاعدہ زیرِ علاج ہے اور زندہ درگور ہو گئی۔ نہ وہ زندوں میں ہے نہ مردوں میں۔

اسی طرح ایک ممتاز سیاستدان، قانون دان کی بیٹی، اداکارہ زیبا بختیار کی پہلی شادی ناکام ہوئی۔ دوسری شادی کی، وہ بھی ناکام ہوئی۔ اس کا ایک بیٹا ہے وہ بھی حسرت بھری زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔

اسی طرح مشہور قوال دیکھ لیں جو طبلے، ڈھول پر قوالیاں کرتے ہیں، نعتیں گاتے ہیں، ان کی زندگی پر ایک نظر دوڑائیں، ان کا کیا ہوا؟ مشہور نصرت فتح علی خان قوال کی قوالیوں کا شہرہ امریکا جاپان تک تھا، گھر اولاد سے محروم، اس کا آخری انجام جیسے ہوا، اخبارات میں ذکر آیا ہے۔

موجودہ دور میں بے حیائی فحاشی پھیلانے میں وینا ملک اور اس جیسی کئی اداکارائیں، ان کی کہانیاں روزانہ اخبارات میں چھپتی ہیں، کتنی ان کی بے عزتی ہوتی ہے، لوگوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں، غرضیکہ برائی اور فحاشی پھیلانے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوا۔ اپنے اردگرد نظر دوڑا کر دیکھیں، ان کے ساتھ کیا ہوا؟ بلکہ دیگر ممالک میں بھی دیکھیں، کئی مشہور اداکارائیں اور

Marfat.com

اداکاروں نے خودکشی کی ہے۔ ان کو عذاب الیم دنیا میں ہی مل جاتا ہے۔

سید فیملی کا بے حیائی پھیلانے میں کردار

پاک و ہند میں سادات کی لوگ بڑی عزت کرتے ہیں، سب انھیں عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، بلکہ دیہات میں مشہور ہے:

''سید کی تو ''سین'' کو بھی سلام کیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے خاندان سے ہونا واقعی بڑے اعزاز اور شرف کی بات ہے، بشرطیکہ وہ سادات جیسے کام تو کرے، اس کے اعمال تو نیک ہوں، انھیں دیکھ کر ایمان تازہ ہو جائے۔ ہمارے ہاں آج کل سادات کا سیلاب آیا ہوا ہے، پھر جو بھنگی، چرسی، نشئی، شرابی کبابی ہو وہ اپنے آپ کو شاہ جی کہلاتا ہے۔ ایسے لوگوں نے سادات کے نام کو بدنام کر کے رکھ دیا ہے۔

جہاں تک اس خاندان کے نیک، شریف اور اہلِ علم کا تعلق ہے ان لوگوں کے آج بھی ہزاروں عقیدت مند ہیں۔ ان کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے۔ ان خاندانوں نے واقعی پاک و ہند میں دعوتِ اسلام پھیلانے، لوگوں کی راہنمائی کرنے، راہِ راست پر لانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ ان کی خدمات کا سورج ہمیشہ طلوع رہے گا۔ ان کی ضیا پاشیوں سے آج بھی ان ممالک کے پسماندہ علاقے روشنی بکھیر رہے ہیں، ان کے خلاف کوئی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔

بات ہم ایسے افراد کی کر رہے تھے جنھوں نے بے حیائی، بے غیرتی پھیلانے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ گھروں کے گھر انھوں نے تباہ کر دیے ہیں۔ ایسی ہی ایک فیملی ہمارے دیہات میں رہتی تھی۔ ان کے بزرگ کشمیر سے ہجرت

(1) یہ کہانی ڈاکٹر عبدالغنی فاروق کی کتاب ''مکافاتِ عمل'' سے لی گئی ہے۔

Marfat.com

کر کے آئے تھے۔ وہ بڑے نیک، اہلِ علم تھے۔ لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے، ان کے آگے دو لڑکے تھے۔ ایک فوج میں تھے دوسرے ٹیچر تھے۔ فوج سے بڑا لڑکا جب ریٹائر ہو کر آیا اس نے مختلف بہروپ بدلے، کبھی دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیتے، کبھی کاروبار کرنے لگ جاتے، پھر آخر کار انھوں نے اپنی زمین فروخت کر کے پیری مریدی کا کام شروع کر دیا۔ پیری مریدی کے دوران آمدن بھی شروع ہو گئی، عورتیں بھی اکثر آنے جانے لگیں۔ انھوں نے ایک عورت سے تعلقات قائم کر لیے۔ اپنی بیوی سے لڑائی جھگڑا شروع کر دیا۔ آخر کار اسے طلاق دے دی، وہ انتہائی شریف، پاک باز اور دین دار عورت تھی۔ پردے کے بغیر وہ باہر نہیں نکلتی تھی، کبھی کسی غیر آدمی سے وہ بات نہیں کرتی تھی، اس کی ایک لڑکی اور جوان لڑکا بھی تھا، وہ اپنی والدہ کے ساتھ رہنے لگے۔ اس جعلی پیر صاحب نے اپنی مریدنی کے ساتھ نکاح کر لیا، انھیں کے ساتھ رہنے لگا پھر وہ بیوی بھی چھوڑ کر بھاگ گئی، اب وہ اکیلا ہی رہ رہا ہے تعویذ دھاگے کا کام کر کے اپنی روزی کما رہا ہے۔

جہاں تک دوسرے بھائی کا تعلق ہے جو ٹیچر تھا وہ انتہائی شریف، دیانت دار اور نمازی تھے۔ ان کی شادی بھی گجرات کے قریب سادات خاندان میں ہوئی، ان کی اہلیہ انتہائی دین دار اور شریف تھی۔ چند سال کے بعد وہ فوت ہو گئی۔ گاؤں کے ہر فرد ان کی شرافت، ان کی پاکیزگی کی گواہی دیتا تھا۔ پھر ان کی وفات کے بعد انھوں نے دوسری شادی کر لی، سیالکوٹ کے قریب ایک سادات کا گاؤں ہے، وہ بدنامِ زمانہ گاؤں تھا جہاں بے حیائی اور فحاشی کھلے عام تھی۔ شہر کے قریب ہونے کی بنا پر شہری زندگی کے دیہات پر بہت زیادہ اثرات تھے۔

ان کی اس بیوی سے دو بڑی لڑکیاں تھیں ان میں ایک معذور تھی جو بول نہیں

Marfat.com

سکتی تھی، اسے اپنی ہوش تک نہیں تھی۔ انھیں سردیوں میں باہر رسی کے ساتھ باندھ کر رکھتے تھے۔ جانوروں سے بھی بدتر اس سے سلوک کرتے تھے۔ لاہور پاگل خانے میں چھوڑ آئے، کچھ عرصے کے بعد وہ فوت ہو گئی۔ شاید اس کی ان کو سزا بھگتنی پڑی۔ عورت کھلے عام بے حیائی کرنے لگ گئی، اس کا رعب اتنا زیادہ ہو گیا ماسٹر صاحب بات نہیں کر سکتے تھے۔ اگر سمجھانے کی کوشش کرتے اسے ڈرایا دھمکایا جاتا، حتیٰ کہ اس عورت نے اپنے بھتیجوں اور بہنوں کو بھی اپنے گھر رکھنا شروع کر دیا۔

شہر سے لوگ دن دیہاڑے اس کے گھر آتے، کاریں باہر کھڑی کر کے ان کے گھر چلے جاتے، کئی کئی گھنٹے گھر میں بیٹھے رہتے۔ ماسٹر صاحب کو روکنے کی جرأت نہیں تھی۔ ان کا ایمان موجود تھا، پانچ وقت کے نمازی تھے جب انھوں نے دیکھا ہر طرف چہ میگوئیاں ہونے لگی ہیں انھوں نے مسجد میں آنا چھوڑ دیا۔ شرم کے مارے باہر نہیں نکلتے تھے، ان کی بیوی اور شیر ہو گئی۔ پھر انھوں نے اپنا گھر چھوڑ کر شہر کے قریب لے لیا، تا کہ انھیں بے حیائی کرنے سے کوئی روک نہ سکے۔

میں ادھر لندن چلا آیا، کچھ سال کے بعد گئے ماسٹر صاحب کا پوچھا، پتا چلا وہ فوت ہو گئے۔ شاید انھیں راستے سے ہٹا دیا گیا، کوئی اس کا علم نہیں ہوا، پیروی کون کرتا، ان کے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ پھر اس عورت نے اپنی بچی اور بہنوں کو اس راستے میں لگا دیا۔ علاقے کے لوگ ان سے پناہ مانگتے تھے۔ انھوں نے بڑی کوشش کی انھیں اپنے محلے سے بھگا دیں ان کا بس نہیں چلتا تھا۔ علاقے کے جتنے بدمعاش اور غنڈے تھے، سب کے ساتھ ان کے تعلقات تھے، ان سے کون ٹکر لیتا، کون ان کا مقابلہ کرتا۔ ان کی بداعمالیوں، کرتوتوں کی وجہ سے یہ خاندان اتنا بدنام ہوا، لوگ شاہوں کو کوسنے لگے: یہ اپنے آپ کو شاہ کہلاتے ہیں!!

Marfat.com

بات کر رہے تھے جو بے حیائی اور فحاشی پھیلاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اس کی بے حیائی کے اثرات اس کے خاندان والوں پر بھی پڑتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النور: ۱۹]

"بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں درد ناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

بے حیائی کرنے والوں کو سکون نہیں ہوتا۔ یہ لوگ طرح طرح کی بیماریوں اور مسائل میں گھرے رہتے ہیں۔ ان کی اولادیں آوارہ، نالائق ہوتی ہیں، ان کے خاندانوں میں لڑائی جھگڑے رہتے ہیں، کسی ایک کو دیکھو بے حیائی، فحاشی کسی صورت میں بھی پھیلانے والے ہوں، ان کا انجام برا ہوتا ہے۔

بے حیائی کرنے کا نتیجہ

جب برطانیہ آئے، دیکھا ایک ساتھی جن کا بڑا اچھا کاروبار ہے، 20/15 مزدور کام کرتے ہیں، ہر طرح ان کی عزت و احترام ہے۔ اللہ کے راستے میں سب سے بڑھ کر دیتے، بلکہ مقابلہ کرتے کہ مسجد کے ڈبے میں سب سے زیادہ سالانہ چندہ ان کا نکلے، ہوتا بھی ایسے تھا کہ اگر کسی کے ڈبے سے زیادہ پیسے نکلتے، اکٹھے دے دیتے، تاکہ ان کا نام سب سے اوپر ہو۔ ان کے علاوہ عام لوگوں کی مدد کرتے، علما کی بڑی خاطر تواضع کرتے، مہمان نوازی ان،

Marfat.com

کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ پاکستان سے کوئی ساتھی نیا آتا اس کے ساتھ بڑا تعاون کرتے، بلکہ دوسروں کو بھی ترغیب دلاتے، تاکہ اپنے پاؤں پر یہ کھڑا ہو سکے۔ پاکستان سے بچے منگوانے کے لیے ان کو ٹکٹ تک دیتے۔ ان صفات کی بنا پر ان کا کاروبار خوب چمکا، حتیٰ کہ کئی مقامات پر انھوں نے اس کی برانچیں بھی قائم کر دیں۔ یہ نگرانی کرتے، اللہ کا شکر ہے ان کے بچے بڑے ذہین تھے، گرائمر سکول میں پڑھتے تھے۔

جب کاروبار خوب چمک پڑے، لوگ عزت کرنے لگ جائیں، روپے پیسے کی ریل پیل ہو، آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ مشہور ہے جوانی وہ دولت ہے جس کو کوئی کوئی سنبھال سکتا ہے۔ پھر دولت آنے کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اونچی سوسائٹی کے لوگوں کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ ان کے ساتھ بھی ایسا ہوا، دولت کی فراوانی نے انھیں اندھا کر دیا، بڑے بڑے لوگ ان کے دوست یار بن گئے، انھیں دعوت دینے لگے، ان کے ساتھ ان کی پارٹیاں ہونے لگیں، راتوں کو گھر سے غائب رہنے لگے۔ بیوی پوچھتی تو کہتے: فلاں کام لیے گیا تھا، فلاں لیڈر سے ملاقات کرنی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کاروبار پر توجہ کم دی جانے لگی، نقصان ہونے لگا ساتھی حیران تھے یہ کیا ہوا، اچانک ایسے کیوں ہو رہا ہے۔

راز یہ کھلا جب ان کا کاروبار خوب چمکا تھا ان کے ہاں بدقماش لیڈر آنے لگے، وہ پاکستان سے آتے ہی عیاشی کرنے کے لیے ہیں۔ انھوں نے اپنی دکان کے اوپر مکان بھی لیا ہوا تھا۔ جس میں آ کر وہ ٹھہرتے، بلکہ لوگوں نے دیکھا دن کے وقت عورتیں بھی ادھر آنے لگیں۔ عقدہ یہ کھلا، یہاں بے حیائی کا اڈہ اس نے قائم کر لیا۔ خود بھی عیاشی کرتا، ساتھیوں کو بھی کراتا، کام کی طرف توجہ

Marfat.com

کم دینے لگا۔ لوگوں نے اسے بڑا سمجھایا، یہ کام درست نہیں، تمھارے کاروبار کو نقصان ہو رہا ہے، پھر تم صاحبِ اولاد ہو، یہ چیز تمھارے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔

یہ تھا کہ اس کی آنکھ پر پردہ پڑا ہوا تھا، جس کا نتیجہ یہ نکلا، کاروبار ٹھپ ہو گیا، گھر والوں، ساتھیوں کو اس کی حرکات کا پتا چلا تو سب نفرت کرنے لگ گئے، کوئی انھیں گھر نہیں آنے دیتا تھا۔ بچے سمجھ دار تھے، وہ بھی اسے سمجھاتے رہے، بیوی بھی ڈانٹتی رہی مگر یہ کسی کی پروا نہیں کرتا تھا۔ ایک کاروبار تقریباً ختم ہو گیا، مختلف لوگوں کے پاس جا کر مزدوری کرنے لگ گیا۔ جن کے پاس جاتا، لوگ ترس کرتے، اتنا امیر آدمی ایسے بھی ہو سکتا ہے۔ ایک بچہ غلط راہ پر نکل پڑا، یہ جب سمجھانے کی کوشش کرتا تو آگے سے اسے جواب دیتا: آپ نے بھی ایسا کیا ہے، وہ بھی اسی راستے پر چل پڑا، بلکہ اب گھر بھی وہ کم آتا ہے، زیادہ اٹھنا بیٹھنا غیر مسلموں کے ساتھ ہے، اپنے ایشیائی لوگوں کو حقیر سمجھتا ہے، بلکہ اپنی توہین سمجھتا ہے کہ ان کے ساتھ روابط رکھے۔

اگر غور کیا جائے اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ وقت دیتا ہے اپنی اصلاح کر لے، اگر نہیں کرتا اس کی بداعمالیوں کا خمیازہ اسے بھگتنا پڑتا ہے۔ جب پانی سر سے گزر جاتا ہے پھر پچھتانے کا کیا فائدہ؟ ہاں اللہ کی بارگاہ ہر وقت کھلی ہوتی ہے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے، برائیوں سے سچے دل سے توبہ کر لے، اس کی رحمت پھر برسنے لگ جاتی ہے۔ ہاں منافقت نہ کرے، لوگوں کی آنکھوں میں دھول نہ جھونکے، غلط کاموں کے اثرات خود بخود ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اسی طرح اصلاح کے اثرات بھی اپنا آپ دکھاتے ہیں۔

Marfat.com